

ف - 83

# مسائل نماز

وضو - غسل - آذان

اقامت - نماز اور

جمعتہ کے نہایت اہم

اور ضروری احکام و

مسائل کا مجموعہ۔



ترتیب و تحریر

علامہ سید محمود احمد رضوی

ناشر مکتبہ ضیاء القرآن لاہور



Diese Karte ist gesetzlich geschützt. Vervielfältigungen nur mit Erlaubnis des Herausgebers. Als Vervielfältigung gelten z.B. Nachdruck, Fotokopie, Mikroverfilmung, Digitalisieren, Scannen, sowie Speicherung auf Datenträger. Die militärische Nutzung ist nicht eingeschränkt.

Herausgeber: Amt für Militärisches Geowesen — Ausgabe: 13-DI  
Bearbeiter: Bundesamt für Kartographie und Geodäsie, Frankfurt  
Am für Militärisches Geowesen (Aeronautische Abteilung)  
Fortführungsstand Basiskarte: Juni 1998



POWER transmission line, one row of pylons; more rows of pylons indicate an overhead line of less than 328 feet and on lower transmission lines (not necessarily empty)

### IDENTIFICATION ZONE

### DECONFLICTION LINE

### ATTENTION

Elevation figures shown in quadrangles bounded by ticked lines of 1000 feet are referred to THOUSANDS and HUNDREDS of feet. The AEC is based on information available concerning the feature in each quadrangle, including terrain and obstructions (airports, etc.)

125

EXAMPLE: 12 500 feet

### CAUTION

AIR INFORMATION CURRENT THROUGH 03 DECEMBER 1998  
and Flight Information Publications for the latest air information. Consult Updating Manual or MOD (UK) Aeronautical Chart for other chart revision information.

LINEAR EQUAL MAONETIC VARIATION FOR 1995  
Annual rate of change: 0.1



Handwritten text in a circle, possibly a signature or date.

Handwritten text, possibly a date or page number.







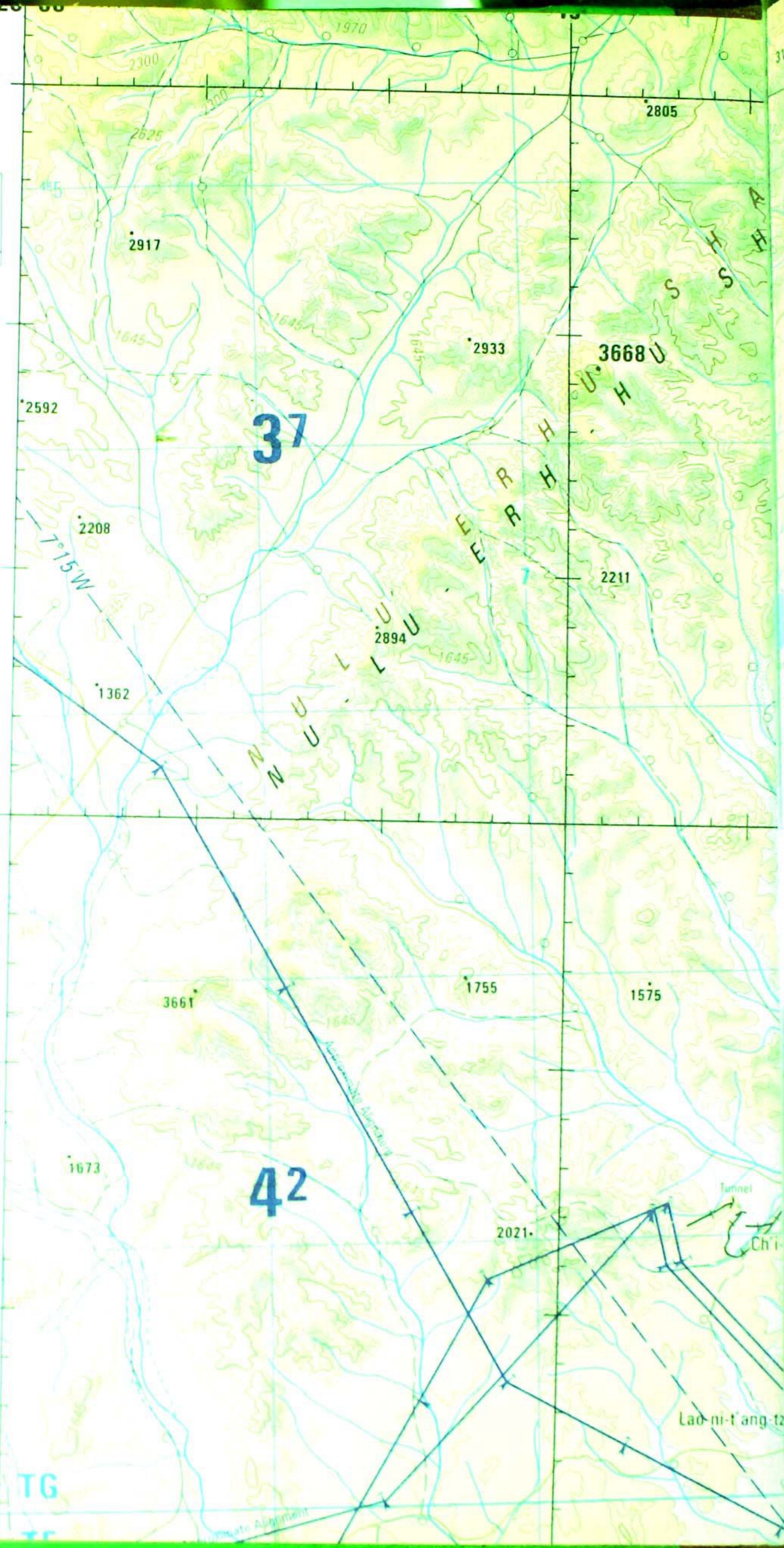
42°00'

AIR 51-7  
THIS EDITION 2



S. GRAPHIC  
Scale  
Meters  
Feet

TG  
TF







Handwritten text in Urdu script, possibly a signature or a note, located on the right side of the page.



ان صفحات میں وضوء و غسل آذان اقامت نماز اور جمعہ کے نہایت اشد ضروری اور اہم مسائل درج ہیں۔ اکثر مسلمان ان مسائل سے بے خبر ہیں۔ اور ان کی نمازیں درست نہیں ہو رہیں۔ ستم یہ ہے کہ اب علمائے بھی اس نوع کے مسائل اپنے وعظ و خطبہ میں بیان کرنے چھوڑ دیئے ہیں (الاشاء اللہ) بہر حال میری عاجزانہ اپیل یہ ہے کہ آپ ان مسائل کو بغور پڑھیں یاد کریں۔ دوسرے مسلمان بھائیوں کو سنائیں اور یاد کرائیں۔

نماز عبادت کا گوہر شاداب ہے۔ فرائض میں سب سے اہم فریضہ ہے۔ اس کے کچھ آداب و شرائط ہیں جن کا جاننا ہر مسلمان کے لئے ضروری اور جن کی پابندی ہر نمازی کے لئے لازمی ہے۔

روزِ محشر کہ جان گداز بود  
اولین پریش نماز بود

## خصائصِ مصطفیٰ

علامہ سید محمود احمد رضوی مدیرِ رضوان کی حسین و جمیل اور تبرک تالیف جس میں حضور سید المرسلین خاتم النبیین سید عالم نور مجسم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ الخیرۃ و الثناء کا حلیہ مبارک اور ہر اقدس سے لیکر قدیم پاکہ تک کے خصائص فضائل برکات و حسنات اور آپ کا حسین و جمیل سراپا تقدیر مستند و معتبر روایات و احادیث سے اخذ کر کے راج کیا گیا ہے اور آپ کے ایک ایک عضو مبارک کے اوصاف حمیدہ و معجزات جمیلہ کی تصویر کھینچ دی گئی ہے۔ یہ کتاب اعظوں کے لئے سرمایہ اور عاشقوں کے لئے سکونِ قلب ہے قیمت تین روپے، ملنے کا پتہ۔ مکتبہ رضوان لاہور۔  
(تعلیم ریٹنگ پریس لاہور میں چھپی)



# عنوانات

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۵۱	غسل کے وقت انقضائے	۱	عبادت اسلام میں عبادت کا تصور
۵۲	غسل کی سنتیں	۱۱	عبادت کا وسیع مفہوم
۵۳	طریقہ غسل	۱۲	نماز عبادت کا گوہر شاداب
۵۴	جنسی رُبے وضو کے احکام	۱۳	اسرار نماز
۵۵	جیض و نفاس والی	۲۰	اقیموا الصلوٰۃ
۵۶	عورت کے احکام	۲۱	نماز کی نگہداشت
۵۷	نماز کے اہم مسائل	۲۱	قرآن میں نماز کے اوقات
۵۸	نماز کے فرائض	۲۲	نماز کی شرطیں
۵۹	تکبیر تحریمہ	۲۳	ہر نماز کیلئے وقت مقرر ہے
۶۰	قیام	۲۶	صلوٰۃ کے معنی
۶۱	وضو کی سنتیں	۲۷	نماز کی اہمیت
۶۲	وضو کے مستحبات	۲۸	تارک نماز کافر ہے؟
۶۳	وضو کے مکروہات	۲۹	عبادت میں میانہ روی
۶۴	متفرق مسائل وضو	۳۰	کثرت عبادت ممنوع ہے؟
۶۵	قعدہ اخیرہ	۳۱	امام کیلئے مسائل شریعت
۶۶	خروج بصدع	۳۲	کی تبلیغ ضروری ہے
۶۷	نماز کی شرطیں	۳۳	آذان
۶۸	باریکہ دوپٹے	۳۴	آذان کے فضائل و مسائل
۶۹	واجبات نماز	۳۵	آذان سن کر حضور کیلئے دعاء
۷۰	سجدہ سہو کا طریقہ	۳۶	مقام محسود
۷۱	سنت مؤکدہ		
۷۲	سنت مؤکدہ پڑھنے کا طریقہ		



- فرض نماز پڑھنے کا طریقہ ۶۲  
 وتر سنت نوکدرہ پڑھنے کا طریقہ  
 فرض نماز کے مسائل  
 سجدہ اور اقتدا کے مسائل  
 نماز کے آگے سے گزرنا  
 مفسدات نماز  
 نماز کے مکروہات تحریمیہ  
 تصویر کے احکام  
 نماز میں قبضہ کا حکم  
 تشہیدیں انگریزی اور اٹھانا  
 مسبق التحیات میں کلمہ شہادت کی تکرار کرے  
 اقامت بیٹھ کر سنی جائے  
 تعریل ارکان واجب ہے  
 سونے پیتل کی انگوٹھی پہن کر نماز وغیرہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے  
 جمعہ کے دن احتیاط الظہر کا حکم  
 نماز جنازہ فرض کفایہ ہے  
 مختلف اہم سوالات کے جوابات  
 شرائط امامت  
 چلتی گاڑی میں نماز کا حکم
- نماز کے بعض ضروری مسائل ۵  
 طلوع وغروب آفتاب کے وقت نماز منع ہے  
 فجر وعصر کی نماز کے بعد  
 نفل ممنوع ہیں  
 اگر شمار رکعت میں شک ہو تو کیا کرے  
 ترک واجب سے سجدہ  
 سہو لازم  
 کن صورتوں میں نماز توڑ سکتا ہے  
 استقبال قبلہ سے عاجز ہونے کی صورت میں  
 سواری پر نفل پڑھ سکتا ہے  
 جس کپڑے میں جاندار کی تصویر ہو اس میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے  
 نماز کیلئے ستر عورت شرط ہے  
 عورتوں کیلئے نماز میں سارے بدن کو چھپانا فرض ہے
- نماز فجر اجالے میں پڑھنا مستحب ہے  
 سنت نوکدرہ کے احکام و تعداد  
 نماز کے آگے سے گزرنا سخت گناہ ہے  
 نماز میں صفوں کو بیدھا رکھنا واجب ہے  
 اگلی صف میں جانا ممنوع ہے  
 فرض نماز شروع ہو جانے تک کسی نفل کا پڑھنا جائز نہیں  
 سنت فجر کی اہمیت  
 سنت فجر کے اہم مسائل  
 قنوت فی الفجر منسوخ ہے  
 قنوت نماز لہ کا پڑھنا منسوخ ہے  
 نفل شروع کرنے سے واجب ہو جاتے ہیں  
 ظہر ٹھنڈی کر کے پڑھی جائے  
 سترہ کے مسائل  
 مسجد کو صاف رکھنا لازم ہے
- ۸۱  
 ۸۳  
 ۸۴  
 ۸۵  
 ۸۶  
 ۸۷  
 ۸۸  
 ۸۹  
 ۹۰  
 ۹۱  
 ۹۲  
 ۹۳  
 ۹۴  
 ۹۵  
 ۹۵



- نماز کے بعد باواز بلند  
ذکر جائز ہے۔ ۹۷
- مسافر کی نماز کا بیان ۱۰۳
- مسافر کی تعریف۔ ۱۰۳
- بجالت سفر صرف فرض  
میں قصر ہے۔ ۱۰۷
- سفر میں قصر ضروری ہے ۱۱۰
- جموعہ اور اسکے اہم مسائل ۱۱۳
- فضائل جمعہ ۱۱۴
- وجوب جمعہ کی شرطیں ۱۱۵
- اداء جمعہ کی شرائط ۱۱۶
- خطبہ جمعہ کے مسائل ۱۱۷
- آدائے جمعہ کیلئے مصر  
شرط ہے۔ ۱۲۲
- جمعہ کیلئے کس وقت سعی  
کی جائے۔ ۱۲۹
- کیا جمعہ کے لئے غسل  
فرض ہے۔ ۱۳۰
- دیہات میں جمعہ جائز  
نہیں۔ ۱۳۳
- مسافر پر جمعہ واجب نہیں۔
- جمعہ کی سنتیں ۱۴۱
- بیمار بیٹھ کر لیٹ کر اشاء  
سے جیسے ممکن ہو نماز پڑھے ۱۰۰
- بیٹھ کر لیٹ کر نفل پڑھنے  
کے مسائل۔ ۱۰۱
- نفل کھڑے ہو کر پڑھنا  
افضل ہیں۔ ۱۰۱

## جامع الصفات

حضرت مدیر رضوان کی ایمان افروز تالیف

جس میں حضور رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و مناقب معجزات و کرامات کو ایک چھوٹے انداز میں پیش کیا گیا ہے اور آپ کے جامع جمع کمالات اولیں و آخرین ہونے پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے اس کتاب میں سیدنا آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت مسیح کلمۃ اللہ تک مشاہیر انبیاء کے معجزات و کرامات پر تبصرہ ہے اور موازنہ و مقابلہ کر کے یہ دکھایا گیا ہے کہ حضور علیہ السلام جامع الصفات ہیں۔ اور آپ کی عظمت و بزرگی معجزات و کرامات سب سے زیادہ تفوق و برتری کے مالک ہیں یہ کتاب معجزات نبویہ کا خزینہ و نہایت ایمان افروز مضامین پر مشتمل ہے قیمت تین روپے چاس پیسہ۔ ملنے کا پتہ۔ مکتبہ رضوان لاہور۔



دارالعلوم حزب الاحناف پاکستان لاہور اہل سنت و جماعت کا قدیمی دینی درسگاہ ہے جو کہ عرصہ پچاس سال سے حضرت امام اہل سنت شیخ الحدیث علامہ ابوالبرکات سید احمد صاحب قبلہ مدظلہ العالی امیر حزب الاحناف کی زیر سرپرستی دین اسلام کی بے لوث خدمت کر رہی ہے۔ دارالعلوم حزب الاحناف میں قرآن و حدیث فقہ و تفسیر کی تعلیم دی جاتی ہے۔ حزب الاحناف کا شعبہ تبلیغ مختلف اہم اور ضروری موضوعات پر ٹریکیٹ و کتابچے شائع کر کے ملک میں تقسیم کرتا ہے یہ کتابچہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اس میں جو مسائل درج ہیں۔ ان کا جانتا عام مسلمانوں خصوصاً امان مساجد کے لئے نہایت اشد ضروری ہے۔

محض اس خیال سے ان صفحات میں مندرج مسائل کو نظر انداز نہ کیجئے کہ کہ یہ تو وہی پرانے مسائل ہونگے جو بار بار بار پیش کر دیئے جاتے ہیں۔ یہیں اصرار کروں گا کہ ایک دفعہ زحمت اٹھا کر ان صفحات کا مطالعہ ضرور کیجئے۔ مطالعہ کے بعد آپ کو ان کی ضرورت و اہمیت کا احساس ہوگا۔ پھر اگر آپ یہ محسوس کریں کہ ان مسائل سے عوام کو روشناس کرنا دین کی ایک اہم خدمت ہے۔ تو پھر آپ کا یہ فرض ہے کہ اس کتاب کی اشاعت میں حصہ لیں۔ اصحاب ثروت اس کتاب کو دفتر رضوان لاہور سے خرید کر اپنے حلقہ اجباب میں تقسیم کریں۔ اور تبلیغ نماز کے کام میں شریک ہو کر ثواب دارین حاصل کریں۔

اصل لاگت کے مطابق کتاب کی قیمت ایک روپیہ پچاس پیسہ ہے۔ دارالعلوم حزب الاحناف پاکستان بیرون بھائی دروازہ سے طلب فرمائیے۔



## اسلام میں عبادت کا تصور

لفظ عبادت دنیا کے ہر مذہب میں موجود ہے۔ ہر مذہب کے بانی نے اپنے پیروں کو عبادت کا حکم دیا اور اس کا طریقہ بھی ہر مذہب نے علیحدہ علیحدہ مقرر کیا ہے۔ لیکن عبادت کی جو حقیقت و تشریح اسلام نے کی ہے۔ وہ ایسی ہے جس کو معلوم کر کے ہر سلیم العقول اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ واقعی عبادت یہ ہے اور دیگر مذاہب نے جو عبادت کا طریقہ اور تشریح کی ہے۔ کہیں تو وہ نامکمل ہے۔ کہیں اس کی روح ہی مفقود ہے اور کہیں ایسے افعال کو عبادت میں شمار کر لیا ہے۔ جو فطرتاً و عقلاً عبادت ہونے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے۔

عرب ہی کو لیجئے۔ ان کی عبادت یہ تھی کہ دنیا کے عیش و آرام اور اس کی لذتوں کو چھوڑ کر جنگل اور ویرانوں میں بیٹھ جاؤ اور دنیا سے قطع تعلق کر کے مجرد زندگی بسر کرو۔ یہود کی عبادت یہ تھی کہ ہفتہ کے دن چھٹی کی جائے۔ اور اس دن کوئی کام نہ کیا جائے۔ اس کے علاوہ جب کبھی انہیں موقع ملتا تو بتوں کے سامنے سر جھکا لیتے۔ عیسائیوں کی عبادت حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کی تصویروں اور مجسموں کو پوجنا اور اپنے جسم کو سخت تکالیف پہنچانا تھا۔ انہوں نے اپنے جسم کو تکالیف پہنچانے کے بہت سے سخت قسم کے طریقے ایجاد کر لئے تھے اور اس کا نام انہوں نے عبادت رکھ لیا تھا۔ یہودیوں اور عیسائیوں کو چھوڑ کر خاص عرب کے لوگ اللہ نام ہستی سے تو واقف تھے مگر عبادت و پرستش کے مفہوم سے بالکل نا آشنا تھے۔

اسی طرح عرب کے باہر بھی خدائے واحد کی پرستش نہ تھی۔ یونانی اپنے بادشاہوں کے مجسمے اور ستاروں کے مہیکل کے پجاری تھے۔ روم ایشیا کوچک یورپ، افریقہ، مصر، بربر حبشہ وغیرہ عیسائی ملکوں میں حضرت مریم و عیسیٰ علیہ السلام کی مورتوں کو پوجا کرتا تھا۔ زردشت کی مملکت میں آگ کی پرستش جاری تھی۔ ہندوستان سے لیکر کابل و تہرستان تک اور چین سے جزائر ہند تک بودھ کی مورتوں، سمادھوں اور اس کی جلی ہوئی ہڈیوں کی راکھ کی پوجا ہوتی تھی۔ چین کے کنفوش اپنے باپ دادا کی مورتوں کے آگے خم تھے۔ خاص ہندوستان میں سورج گنگا اور ناروں



کی عبادت تھی۔ غرضیکہ یہ تھا دنیا کے مذاہب اور اس کے پیروں کی عبادت کا مختصر نقشہ۔  
ایسے وقت میں جبکہ دنیا پتھروں و درختوں جانوروں دیوتاؤں سیاروں کی پرستش کر رہی تھی اور ساری کائنات خدائے واحد کو چھوڑ کر آسمان سے زمین تک کی مخلوقات کو پوج رہی تھی ایک بے آب و گیاہ ملک کے گوشہ سے یہ آواز آئی۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمْ  
اے لوگو! اللہ واحد قہار کی پرستش کرو۔  
اسی ایک اکیلے خدا کی عبادت ہے اور مخلوق کو پوجنا اور غیر اللہ کی پرستش کرنا عبادت نہیں، جہالت ہے۔

معلوم ہے کہ یہ آواز دینے والا اور مخلوق کو خدائے واحد کی پرستش کی تلقین کرنے والا کون تھا؟ ہاں یہ وہی تھے جن کے متعلق عامر بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی تھی۔

وَاللّٰهُ لَوْ لَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا  
قسم بخدا اگر آپ نہ ہوتے تو نہ ہم راستہ پاتے  
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا  
نہ خیرات کرتے اور نہ نماز پڑھتے  
گویا اس شعر میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احسان کا اظہار کیا ہے کہ یہ آپ ہی کی تعلیم تھی جس نے نہ صرف اہل عرب کو بلکہ ساری کائنات کو عبادت کے صحیح طریقوں سے آشنا فرمایا۔ اگر آپ کی ذات ستودہ صفات نہ ہوتی تو آج مسکے جہان کے انسانوں کی پیشانیوں پر غیر اللہ کے سامنے جھکی ہوئی ہوتیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پہلا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے دنیا کو عبادت کا اصل مفہوم بتایا اور کائنات کے معبودوں سے تمام باطل معبودوں کو باہر نکال کر کھینک دیا۔ اور خدا کے سامنے تمام مخلوقات کی گردنیں جھکا دیں اور صاف اعلان فرمادیا۔  
اَعْبُدُوا رَبَّكُمْ  
صرف ایک خدا کو پوجو

پھر آپ نے عبادت اور اس کا صحیح طریقہ پیش کیا اور بتایا عبادت کے لئے کسی خارجی رسوم کی ضرورت نہیں ہے۔ آگ جلانا، موتیوں کو سامنے رکھنا، لوبان اور خوشبو گھنٹیوں اور ناقوسوں سے عبادت کو دلکش و دل فریب بنانا ساز و ترنم اور جرس وغیرہ حتیٰ کہ کسی خاص لباس کی بھی قید نہیں ہے۔ اور ان تمام غیر ضروری رسوم سے اسلام کی عبادت پاک ہے۔ اسلام کی عبادت تو۔



پاک لباس جو ستر پوشی کر سکے، پاک جسم اور پاک دل کی ضرورت ہے۔

## مکان کی قید

ہر مذہب نے اپنی عبادت کو اینٹ چونے کی چار دیواری میں محدود کر دیا ہے۔ بہت خانوں سے باہر آتشکدوں سے الگ ان کے ہاں کوئی نماز نہیں ہے۔ لیکن حضور علیہ السلام نے دنیا کو بتایا کہ کائنات کا ہر حصہ معجز ہے اور زمین کا ہر گوشہ عبادت خانہ ہے۔ تم کہیں بھی ہو سمندر میں یا خشکی میں، ہو ا میں یا زمین پر، ہنگامہ کارزار میں یا ریل و جہاز میں۔ ہر جگہ خداوندِ قدوس کی عبادت کر سکتے ہو۔

حضور نے فرمایا۔ اللہ نے مجھے بعض ایسی خصوصیتیں عطا فرمائی ہیں جو پہلے پیغمبروں کو نہیں دی گئیں۔

بُجِّلْتُ لِي الْأَرْضُ مَسْجِدًا | رُوئے زمین کو میرے لئے سجدہ گاہ بنا یا گیا ہے

یعنی سمندر میں ہو یا خشکی میں تری میں ہر جگہ اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز ہو سکتا ہے۔ اور کسی بھی عذر شرعی کی وجہ سے مسجد کے علاوہ بھی عبادت کر سکتا ہے۔ کیونکہ

أَدْعُوْنِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ | تم مجھے پکارو میں تمہیں جواب دوں گا۔

یعنی عرض حال کرنے کے لئے کسی بُت کسی مجسمہ کی ضرورت نہیں ہے۔ تم جس مکان میں زمین کے جس گوشہ میں رب کو پکارو گے وہ جواب دے گا۔

انسانی قربانی عبادت ہے؟ | بعض مذاہب میں مرغوب عبادت یہ تھی کہ اپنے

نفس یا اپنی اولاد کو آگ میں جلا دیا دیر یا میں ڈبو دیا اور اس طرح خدا کے حضور تقرب حاصل کیا جاتا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بے وقوفو! اس طرح اپنے اور اپنی اولاد کو ہلاک کر دینا بھی کوئی عبادت ہے۔ جان دینی ہے تو سچائی کی حمایت میں کمزوروں کی مدد کے لئے دو۔ یہ عبادت ہے۔ اپنے ہاتھ سے خودکشی کرنا عبادت نہیں بلکہ گناہ ہے۔

اسی طرح عام خیال تھا کہ اپنے نفس کو تکلیف دینا یہ بھی عبادت ہے چنانچہ یونانی فلسفیوں میں اشرافیت عیسائیوں میں رہبانیت، ہندوؤں میں جوگیت اسی نظریہ کا نتیجہ تھا۔ یہ لوگ گوشت دکھاتے، ننگے رہتے، ایک سال تک کسی مقام پر کھڑے رہتے۔ اہل و عیال دنیا کی نعمتوں کو



چھوڑ کر تجرود رہبانیت اختیار کرنے اور اس کو بہت بڑی عبادت سمجھتے تھے۔ لیکن حضور رحمتہ  
للعلیٰین تشریف لائے اور آپ نے فرمایا۔

لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا "خدا کسی کی اسکی طاقت سے زیادہ کا حکم نہیں دیتا"  
مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ "اللہ نے تمہارے لئے دین میں تنگی نہیں کی ہے"

یعنی خدا رب العالمین ہے۔ ماں باپ سے زیادہ بندوں سے محبت کرتا ہے۔ وہ تمہاری ان  
مشقتوں سے خوش نہیں ہوتا اور نہ وہ ایسی بات کا حکم فرماتا ہے جو تمہاری وسعت قدرت اور  
اختیار میں نہ ہو۔ دنیا سے بالکل قطع تعلق کر لینا اور ویرانوں میں جا کر تلاش حق کرنا عبادت نہیں ہے۔  
لَا رُهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ "اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔"

ہاں عبادت یہ ہے جس میں خالق و مخلوق دونوں کے حقوق کا لحاظ رکھا جائے۔ عزیزوں رشتہ  
داروں سے نیک سلوک کرو۔ بیوی بچوں کے حقوق ادا کرو۔ یتیموں غریبوں بیکسیوں کی امداد کرو۔  
حلال کی روزی کماؤ۔ دنیا کی نعمتوں سے لذت حاصل کرو۔ عمدہ اور صاف کپڑے پہنو اچھے  
اور پاک کھانے کھاؤ اور پھر خدا کے حضور پانچ وقت حاضر ہو جاؤ اور اللہ کے حقوق بھی ادا کرو  
یہ ہی عبادت ہے اور یہ ہی انسان کا کمال ہے۔

اس مختصر سی تفصیل سے آپ پر ظاہر ہو گیا کہ اسلام نے جو عبادت کا مفہوم پیش کیا ہے وہ دراصل  
ایک فطری چیز ہے جس کو سلیم طبیعت فوراً قبول کر لیتی ہے۔ بہر حال عبادت کے لغوی معنی عاجزی  
کے ہیں اور اصطلاح میں عبادت کے معنی یہ ہیں کہ کسی کو خدا سمجھ کر اس کے حضور عبودیت کا  
نذرانہ پیش کرنا اور اس کے احکام بجالانا۔ یہ سمجھ کر یہ حکم خدا کا ہے۔ اگر انسان کیسا بھی اچھا  
کام کرے۔ مگر اس سے مقصود خدا کی خوشی اور اس کی اطاعت نہ ہو۔ وہ ہرگز عبادت نہیں  
ہے۔ اور یہ ہی اسلام کی تعلیم سے۔

إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي "میری نماز میرا حج میری زندگی اور میری  
موت سب خدا کے لئے ہے۔"

اس سے معلوم ہوا مسلمان جو بھی نیک کام کرے اگر اس سے مقصود خدا کے حکم کی بجا آوری  
اور اس کی خوش کرنا ہے تو وہ عبادت ہے۔ چنانچہ اسی آیت کی جامع مانع تفسیر حضور صلی اللہ



علیہ وسلم کے اس ارشاد سے کی جاسکتی ہے۔

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ

اعمال کا ثواب نیت پر موقوف ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبادت میں نیت

اور اخلاص نہایت ضروری ہے۔ انسان کا

عبادت میں اخلاص ضروری ہے

ہر وہ کام جس سے خوشنودی خدا ہے عبادت ہے۔ اور اگر اس کام سے مقصود شہرت ناموری

ہے تو یہ عبادت نہ ہوگی۔ کیونکہ جو عبادت خلوص نیت سے خالی ہو اس میں تقویٰ کہاں ہوگا

اور عبادت کی غرض و غاٹت تقویٰ بھی ہے۔

تقویٰ انسان کے قلب کی وہ کیفیت ہے جس کی وجہ سے دل میں نیک کام کرنے کی

انگ اور برائیوں سے نفرت ہوتی ہے اور وہ کام خاص رب العزت جل مجدہ کی خوشنودی

کے لئے کیا جاتا ہے۔ اسی لئے فرمایا۔

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

یہ عبادت اسلئے ہے تاکہ تم متقی بن جاؤ

مذکورہ حدیث سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ صرف نماز حج زکوٰۃ

ہی عبادت نہیں ہے۔ بلکہ ہر وہ کام جس سے مقصود خدا

عبادت کا وسیع مفہوم

کی رضا ہو۔ وہ بھی عبادت ہے مثلاً کسی سگستہ دل کی تسکین کے لئے تسلی و تشفی کی بات کرنا

اور گنہگار کو معاف کرنا بھی عبادت ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ

اچھی بات کہنا اور معاف کرنا اس خیرات

سے بہتر ہے جس کے پیچھے ستانا ہو۔ (قرآن)

اس آیت کی تشریح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمائی۔

ہر نیکی کا کام صدقہ ہے۔

كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ (بخاری)

تَبَشُّمُكَ فِي وَجْهِهِ أَخِيكَ صَدَقَةٌ

وَأَمَّا طَةَ الْإِذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ

السَّاعِي عَلَى الْأَرَامِ وَالْمُسْكِينِ

كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

کسی بھائی کو دیکھ کر اسکو خوش کرنے کے

لئے سکرانا راستہ سے تکلیف دہ چیز کو

ہٹانا بھی خیرات ہے۔ بیوہ و غریب کی مدد کرنا

خدا کی راہ میں جہاد کرنے کے برابر ہے۔



اسی طرح لوگوں کے درمیان بغض و فساد کے اسباب کو دور کرنا محبت پھیلانا بھی عبادت ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہیں روزہ نماز سے بڑھ کر درجہ کی چیز بتاؤں صحابہ نے عرض کی: فرمائیے یا رسول اللہ فرمایا:

إِصْلَاحُ ذَاتِ النَّبِيِّينَ - آپس کے تعلقات کا درست رکھنا

ان مثالوں سے واضح ہے کہ سلام میں عبادت کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ اس لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ مومن کا ہر کام عبادت ہے، اس کا سونا جاگنا تجارت کرنا وغیرہ سب ہی عبادت ہیں، جبکہ اس سے مقصود اللہ رب العزت جل مجدہ کی خوشنودی اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنا ہو۔

## نماز عبادت کا گوہر شاداب

**فرضیت صلوٰۃ** | نماز ہر مومن عاقل بالغ پاک پر فرض ہے۔ حکم سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سات سال کے لڑکے لڑکی کو نماز (روزہ) کا حکم کرنا چاہیے۔ جب دس سال کے ہو جائیں تو انہیں مار کر پڑھانی چاہیے اور ان کے بستر الگ کر دینے چاہئیں تاکہ بالغ ہونے پر انکو عادت ہو جائے اور وہ نماز کو ترک نہ کریں۔

الخیر عادات و الشرع عادات و النفس  
معتاد و صلوٰۃ مسعودی،  
نیکی اور بدی عادت ہے اور نفس  
خوشے پذیر ہے۔

یہ خوب ترک و جدھر پھیریں پھر جاتی ہے۔ اور جب خشک ہو جائے تو یہ حالت نہیں رہتی۔ نماز کی فرضیت قرآن و حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ اسی طرح پانچ نمازوں کا ثبوت قرآن کریم کی پانچ آیات اور دس سے زائد احادیث سے ثابت اور اس پر اجماع امت ہو چکا ہے۔ (عزیز البرکات بحوالہ تعلیق المجلی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: الصلوٰۃ کما علی کما من کما فی کما۔)



جواب دیا گیا۔ اثنین علیٰ اثنین۔ من اثنین فی اثنین۔ یعنی نمازیں دو طرح ہیں۔ فرض اور واجب۔ دو پر فرض ہیں یعنی جن و انسان پر دو میں یعنی شب و روز میں دو کی طرف سے یعنی خدا اور رسول کی طرف سے یا صحنِ حبدی المکرم اذ خلا اللہ فی جبوحہ جنانہ نماز میں سات آسمان کے فرشتوں کی عبادت ہے۔ آسمان اول کے قیام میں ہیں۔ آسمان دوم کے رکوع میں سوم کے سجدہ میں چہارم کے قعدہ میں پنجم کے تسبیح میں چھٹے کے تہلیل (لا الہ الا اللہ) میں ساتویں کے تجمید میں سبحان اللہ والحمد للہ جب مومن آدمی دو رکعت نماز نہیں مذکور افعال و اذکار سے ادا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اس کے اعمال نامہ میں سات آسمان کے فرشتوں کی گنتی کے مطابق نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ امام نجم الدین عمر نسفی رحمۃ اللہ علیہ خصائل میں فرماتے ہیں کہ زمینوں کو بھی اس پر قیاس کرنا چاہیے۔ درخت اور مینارا اور پہاڑ قیام میں ہیں اور چارپائے رکوع میں اور حشرات الارض زمین میں رہنے والے سجدہ میں اور دیواریں اور ٹیلے اور گاہ اور ریگ وغیرہ قعدہ میں قرآن کریم کی آیت کریمہ۔ اسی پر دال ہے۔

وَأَنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ ۝  
وَالَّذِينَ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ ط

(کنز الایمان) (صلوٰۃ مسعودی) سے

آب و خاک و باد و آتش بندہ اند بامن و تو مردہ باحق زندہ اند  
اللہ تعالیٰ نے نماز کو احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شکل بنایا۔ الف قیام۔ حار رکوع۔  
تیم سجدہ۔ دال قعدہ (دقائق الاخبار)

نبی محترم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

نماز کے برکات

(۱) نماز پڑھنے سے خدا تعالیٰ خوش ہوتا ہے (۲) فرشتے پیار کرتے ہیں (۳) نماز انبیاء کی سنت ہے (۴) نور معرفت ہے (۵) اصل (جبر) ایمان ہے (۶) اجابت (قبولیت) دعا ہے (۷) باعث قبولیت ایمان ہے (۸) رزق میں برکت (۹) بدن میں راحت (۱۰) دشمن کے لئے اوزار (۱۱) شیطان کو ناخوش کرتی ہے (۱۲) ملک الموت کے سامنے سفارشی ہوگی (۱۳) قبر میں روشنی (۱۴) نیچے بچھونا (۱۵) منکر و نکیر کے لئے جواب (۱۶) قیامت تک قبر میں



مونس و غمخوار ہوگی (۱۷)، روز قیامت او پر سایہ کرے گی (۱۸)، سر پتاج ہوگی (۱۹) بدن پر لباس (۲۰) اور نور جو آگے آگے چلتا ہوگا (۲۱) نمازی اور دوزخ کے درمیان پردہ ہوگی (۲۲) خدا کے سامنے حجت (۲۳) میزان (ترازو) میں ثقل (بھاری) (۲۴) پل صراط سے گزارے گی (۲۵) اور جنت کی کنجی ہے کیونکہ اس میں تسبیح و تحمید تقدیس تعظیم قرأت اور دعائے ہے۔ لہذا فضل الاعمال ہے۔

بستان العارفین مصنفہ فقہیہ ابوالیث سمرقندی متوفی ۳۷۳ھ مصری ص ۱۱۱  
**فرائض نماز**  
 نماز کی شرائط اور ارکان جن کے بغیر نماز درست نہیں ہوتی۔ ان کو ایک سندھی شاعر نے ایک شعر میں جمع کر دیا ہے  
 فرائض نہ دانی شوی در متعلق

اُبجیئیں      نوق      تقیق      رسیق

۴۳۲۱      ۷۶۵      ۱۰۹۸      ۱۱      ۱۲      ۱۳

(۱) نمازی کے لئے لازم ہے کہ اس کا جسم ظاہری باطنی نجاست سے پاک ہو۔ ورنہ نماز درست نہ ہوگی۔ الف سے مراد اندام پاک (۲) جاتے پاک یعنی جس جگہ نماز پڑھتا ہے وہ بھی پاک ہو (۳) جامہ پاک اس کے کپڑے بھی پاک ہوں (۴) ستر عورت مرد کیلئے ناف سے زانو تک جسم کا چھپانا فرض ہے اور عورت کے لئے سوائے دو ہاتھ (بند دست تک) اور چہرہ اور دو پاؤں کے سارے جسم کا چھپانا۔ کپڑا پتلا نہ ہو کہ اعضا نظر نہ آویں اور ایسا چست نہ ہو کہ اعضاؤں کی ساخت معلوم ہو (۵) نیت کرنا (۶) وقت کا معلوم کرنا۔ بغیر وقت ہوئے نماز پڑھنا درست نہیں کیونکہ قبل ازیں نماز فرض ہی نہیں ہوتی تو یہ کیا پڑھتا ہے عموماً صبح اور عصر کے وقت سے یا عشا سے تا واقف ہیں قبل از وقت پڑھ لیتے ہیں (دفعہ حزب الاحناف سے مؤذن الاوقات لے کر رکھیں ہمیشہ اوقات نماز روزہ وغیرہ سے باخبر رکھے گا) (۷) قبلہ کی طرف یا جہت قبلہ کو منہ کرنا خواہ جہاز میں ہو یا کشتی میں یا ریل گاڑی میں معذور و مجبور کے سوا اگر کوئی شخص غیر قبلہ کو منہ کر کے نماز پڑھے گا۔ نماز درست نہ ہوگی جس جگہ پتہ نہ ہو مساجد کو دیکھے کسی سے پوچھ لے، قطب نما صبح سے یا ستاروں سے معلوم کر لے۔ اگر یہ نہ ہو تو سوچ سے پڑھے (۸) تکبیر تحریمیہ (۹) قیام کرنا۔ بلا عذر بیماری کے یا درندے اور دشمن کے خوف سے ساقط



نہیں ہوگا۔ بعض لوگ ذرا سی بیماری میں نماز بیٹھ کر پڑھتے ہیں حالانکہ چلتے پھرتے ہیں ان کی نماز درست نہیں اور اگر بی طاقت ہے تو کھڑے ہو کر شروع کر لیں پھر اگر کھڑے نہیں رہ سکتے تو بیٹھ جائیں (۱۰) قرائت ایک آیت لمبی یا تین آیت چھوٹی (۱۱) رکوع کرنا کہ سر اور پیچھے اس طرح برابر ہوں کہ اگر پشت پر پانی کا پیالہ رکھا جائے تو وہ گرے نہیں (۱۲) سجدہ کرنا کہ دونوں ہاتھ کے درمیان سر اس طرح رکھے کہ اگر کان کے اوپر سے کوئی چیز گرے تو ہاتھ کی پشت پر گرے۔ کلاٹیاں زمین سے اٹھانے رکھے بازو پہلوئیں سے جدا ہوں اور پیٹ رانوں سے الگ اور ساتوں اعضا زمین پر ہوں مخصوصاً پاؤں کو بعض لوگ سجدہ میں اٹھانے رکھتے ہیں ان کی نماز درست نہیں اور اعضا اس طرح ہوں کہ بکری کا بچہ نیچے سے گزر سکے (۱۳) قعدہ اخیر بائیں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھے اور بائیں کھڑا رکھے اور ہاتھ رانوں پر رکھے یہ احکام مرد کے لئے ہیں عورتیں سجدہ میں سب اعضا مذکورہ ملا کر رکھیں اور دونوں پاؤں ایک طرف نکال کر رکھیں۔ ان پر بیٹھیں۔ واجبات نماز اس شعر میں آگئے ہیں۔

چوں واجب نہ دانی شوی در خطر

فَضِيحٌ تَقْتِ ۶۵۴ لُقْتِ جَسِيْدٌ

(۱) فاتحہ پڑھنا امام اور اکیلے کے لئے مقتدی کیلئے فاتحہ پڑھنے واجبات نماز کی صحابہ کرام سے ممانعت مروی ہے۔ بلکہ وعید آتی ہے کہ جو

شخص امام کے پیچھے فاتحہ پڑھے وہ فطرت اسلامی پر نہیں (طحاوی شرح معانی الآثار ص ۱۳۵)

اس کے منہ میں چنگاڑا ہو (عمدة القاری ص ۶) اس کے منہ میں پتھر ہوں (موطا امام محمد ص ۹) اس کا

منہ مٹی سے بھرا جائے (طحاوی وغیرہ) (۲) صتم سورہ یعنی الحمد کے ساتھ سورت ملانا (۳) تعین

قرأت یعنی فرضوں کو دو پہلی رکعتوں اور وتر و نفل کی سب رکعتوں میں قرأت پڑھنا (۴) تعدیل

ارکان یعنی سر رکن کو اپنی اپنی جگہ ادا کرنا (۵) قعدہ (۶) یعنی التحیات پہلے اور آخری قعدے

میں پڑھنا (۷) لفظ سلام کے ساتھ نماز سے باہر آنا (۸) دعائے قنوت و تر (۹) تکبیرت عیدین

(۱۰) جہر سے قرأت صبح اور مغرب اور عشا جمعہ و عیدین میں (۱۱) بتر یعنی آہستہ پڑھنا ظہر اور

عصر میں (۱۲) رعایت ترتیب رکھنا سنت نماز اس شعر میں ہے

چو سنت بدانی شوی مقتدا ۶۵۴ ۶۵۴ ۶۵۴ ۶۵۴



(۱) رفع یدین تکبیر تحریمیہ کے لئے ہاتھ کانوں کی ٹوٹک اٹھانا اور اور کسی جگہ نہیں  
 (۲) وضع یدین یعنی ہاتھ ناف کے نیچے باندھنا۔ عورتوں کے لئے چھاتی پر (ابوداؤد۔ عمدۃ  
 الرعا یہ ص ۱۶۵۔ جلد ۱ وغیرہ) (۳) ثناء پڑھنا امام اور اکیلے کے لئے (۴) بسم اللہ پڑھنا الحمد سے  
 پہلے (۵) تسبیح رکوع و سجود میں تین یا پانچ یا سات مرتبہ (۶) تکبیرات یعنی رکوع جاتے اور  
 سجدہ کرتے اٹھتے وقت اللہ اکبر کہنا (۷) سمع اللہ من حمدہ امام اور اکیلے کو کہنا (۸) توقف  
 کرنا رکوع اور سجود کے بعد یعنی قومہ جلسہ کرنا (۹) درود شریف پڑھنا (۱۰) دعا پڑھنا جو حدیث  
 شریف سے مروی ہو اور دعا براہی رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ الخ پڑھنا مستحب ہے۔  
 (عالمگیری) (۱۱) آمین آہستہ کہنا۔ طحاوی ص ۱۴۱۔ ۱۴۲ سنن ص ۹۶ میں کہ بسم اللہ ثناء آعوذ  
 آمین آہستہ پڑھی جاویں۔ ترمذی ابوداؤد اور حاکم اور دارقطنی وغیرہ میں ہے کہ رسول  
 اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آمین آہستہ کہی۔

نماز کی اہمیت و فرضیت محتاج بیان نہیں ہے مگر یہ ظاہر  
 ہے کہ انسان انسان ہی ہے۔ وہ فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی  
 کرتا ہے۔ تبلیغ ہی سے اسلام چار دانگ عالم میں پھیلا تھا اور تبلیغ ہی سے آج مسلمانوں کو  
 راہ راست پر لایا جاسکتا ہے۔ اسلئے فی زمانہ نماز اور اس کے ضروری مسائل کی تبلیغ و اشاعت  
 بہت ضروری ہے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ فریضہ تبلیغ نماز ادا کرے اور ذیل کی تجاویز کو عملی  
 شکل دی جائے۔

- ۱۔ ہر محلہ میں نماز کمیٹی قائم کی جائے اور محلہ کے نیک اور بااثر اصحاب کے تعاون سے تبلیغ نماز  
 کی مہم شروع کی جائے۔
- ۲۔ ہر ہفتہ ایک مجلس وعظ منعقد کی جائے۔ جس میں نماز کے متعلق وعظ ہوں اور مسائل نماز  
 پڑھ کر سنائے جائیں۔
- ۳۔ بے نمازوں کو پیار و محبت سے نماز کی ترغیب دی جائے اور وہ سخت سستی جواب دیں  
 تو تحمل و بردباری سے کام لیا جائے اور اپنی تبلیغ کو کسی حالت میں بھی نہ ترک کیا جائے۔
- ۴۔ روزانہ صبح و شام رضا کاروں کی ایک جماعت نماز اور ذکر الہی کی طرف ترغیب دلانے



والی نظمیں پڑھتے ہوئے محلہ میں گشت کرے۔ ذی اثر حضرات بھی اس جلوس میں شریک ہوں۔

۵۔ اوقات نماز کے وقت محلہ کے لوگوں سے اپیل کی جائے کہ وہ مسجدوں میں آجائیں۔

۶۔ نماز کیلئے کسی قسم کا چندہ وغیرہ نہ رکھا جائے۔ محض خالصتہً لوہہ اللہ پر کام سر انجام دینے کے لئے۔

۷۔ پہلے اپنے محلہ کی اصلاح کر لیجئے۔ اس کے بعد دوسروں کی طرف متوجہ ہو جیئے۔

## اسرارِ نماز

ایمان اعمال سے مقدم ہے کیونکہ ایمان اصل اور عمل اس کی شاخ ہیں۔ ایمان قلب کا کام ہے اور اعمال جسم کے افعال ہیں۔ دل بادشاہ ہے اور جسم اس کی رعیت ہے۔ اس لئے دل کا کام ایمان جسم کے کام (اعمال) سے افضل تھا (۲) ایمان تمام پیغمبروں کے دین میں کیساں ہے۔ مگر اعمال میں فرق ہوتا رہا۔ لہذا جو چیز بدلنے والی نہ ہو وہ بدلنے والی سے افضل ہوتی ہے (۳) ایمان لانا اسلام میں اول ہی سے فرض تھا اور نماز وغیرہ بعد میں فرض ہوئیں (۴) اعمال موت پر ختم ہو جاتے ہیں اور ایمان قبر حشر موت ہر جگہ ساتھ رہتا ہے (۵) ایمان لانا سب پر فرض ہے حتیٰ کہ بچے دیوانے ماں باپ کے تابع ہو کر مومن ہیں۔ لیکن اعمال نماز روزہ حج وغیرہ کوئی عبادت کافروں نابالغ بچوں مجنونوں پر فرض نہیں ہے۔ اسی طرح نماز روزہ حیض و نفاس والی عورت پر فرض نہیں۔ زکوٰۃ و حج غریب پر فرض نہیں۔ ان تمام خصوصیات کی بنا پر ایمان کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

۲۔ ایمان کے بعد نماز عمل میں سب سے اہم فضل و اعلیٰ ہے کیونکہ نماز بدنی عبادت ہے اور زکوٰۃ مالی اور بدنی عبادت مالی عبادت سے افضل ہوتی ہے۔ بلکہ نماز تمام عبادتوں کی جامع ہے۔ روزہ حج زکوٰۃ بھاد یہ سب نماز میں موجود ہیں۔ (۳) نماز اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک کو عرش پر بلا کر عطا فرمائی اور باقی اعمال و عبادات زمین پر ہی ان کے حکم بھیج دیئے گئے۔ نماز دن بھر میں پانچ دفعہ پڑھی جاتی ہے اور زکوٰۃ سال کے بعد حج عمر میں ایک مرتبہ ادا کیا جاتا ہے۔ (۵) نماز ہر ایام و غریب پر فرض ہے۔ مگر زکوٰۃ غریب پر روزہ مسافر پر فرض نہیں ہاں مسافر



اس کی قضا کرتا ہے (۷) آدم علیہ السلام سے لے کر قریباً تمام انبیاء نے کسی قدر فرق کے ساتھ نماز پڑھی لیکن تزکوٰۃ وغیرہ کا یہ حال نہیں ہے یعنی روح البیان میں ہے۔ نماز فجر حضرت آدم نے، ظہر حضرت ابراہیم نے، عصر حضرت یونس نے، مغرب حضرت عیسیٰ نے، عشا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پڑھی ہے۔ (۸) نماز تمام ملائکہ کی عبادتوں کا مجموعہ ہے۔ ملائکہ مقررین میں سے بعض وہ ہیں جو رکوع میں بعض سجدے میں بعض قیام میں بعض تسبیح و تہلیل میں پڑے ہیں۔ اللہ نے نماز میں یہ تمام چیزیں جمع فرمائیں۔ اس لئے نماز کا پابند درجہ میں ملائکہ کے برابر یا افضل ہوتا ہے (۹) نماز صدمہ یا بیماریوں کا علاج ہے۔ خود اطباء اور فلاسفوں کو اعتراف ہے کہ وضو کرنے والا شخص دماغی بیماریوں میں بہت کم مبتلا ہوتا ہے۔ نماز کی جنون اور تلی کی بیماریوں سے اکثر محفوظ رہتا ہے۔ چونکہ نماز میں پنجوقتہ وضو ہوتا ہے۔ اعضاء دھلتے رہتے۔ کپڑے پاک و صاف رہتے ہیں اسلئے نماز کی گندگی سے بچا رہتا ہے اور گندگی بہت سی بیماریوں کی جڑ ہے (۱۰) نماز ہر مرض کا علاج بھی ہے اسی لئے اسلام میں ہر مصیبت کے وقت نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

**اوقات صلوٰۃ** پانچ وقت کی نماز اس لئے فرض ہے کہ شب معراج میں اولاً پچاس وقت کی نمازیں فرض ہوئی تھیں لیکن حضرت موسیٰ کی عرض پر پانچ رہ گئیں۔ اور ثواب پچاس کا ہی ملتا ہے (۲) ائمہ سابقہ نے یہ نمازیں متفرق طور پر پڑھیں تھیں۔ کسی نے فجر کی، کسی نے صرف عصر کی، کسی نے ظہر کی، اللہ نے ان ساری نمازوں کو ہمارے لئے جمع فرمایا۔ اور وہ سب مل کر پانچ بنتی ہیں (۳) نماز سے مقصود یہ ہے کہ مسلمان کی ہر حالت اللہ کے ذکر سے شروع ہو۔ مثلاً صبح اٹھ کر ذکر الہی کرے کیونکہ یہ بیداری کی حالت کی ابتدا ہے دوپہر تک کاروبار سے فارغ ہوا کھانا کھایا سو کر اٹھا تو دوسری حالت شروع ہوتی۔ اسلئے ظہر کی نماز پڑھے عصر کے وقت تقریباً ہر شخص اپنے کاروبار سے فارغ ہوا سیر و تفریح کا وقت ہوا۔ یہ بھی ایک حالت ہے۔ اسلئے عصر کی نماز پڑھے۔ مغرب کے وقت دن جا رہا ہے۔ آفتاب اپنا سنہری چہرہ چھپا رہا ہے وہ کروٹ بدل رہا ہے۔ اب مغرب کی نماز پڑھو۔ عشا، کا وقت آیا۔ رات ہو گئی۔ دن رخصت ہوا۔ تاریکی چھانے لگی۔ نیند آنے لگی کیا معلوم یہ آخری نیند ہو اور صرف قیامت ہی کو اٹھنا ہو اسلئے اب بھی عبادت کرو۔ عشا کی نماز پڑھ کر آرام کرو۔



نماز کی رکعتیں مختلف اسی لئے ہیں کہ دراصل یہ انبیاء کی یادگار ہیں۔  
**تعداد رکعات** | ہیں جس طرح قربانی خلیل اللہ کی یادگار ہے۔ انہیں کی سنت کو زندہ رکھنے

کے لئے رب تعالیٰ نے ہر مسلمان کے لئے قربانی واجب کی ہے۔ اسی طرح یہ نمازیں مقبولان بارگاہ  
 الہی کی ادائیں ہیں۔ ان کے وہ افعال جو رب العزت کو پسند آگئے، وہ سب مسلمانوں پر فرض  
 کر دیئے گئے۔ فجر کی دو رکعت آدم علیہ السلام نے پڑھی۔ ظہر کی چار اور اہم خلیل اللہ نے دہرائیں۔  
 اس لئے ہمیں بھی حکم دیا گیا کہ اتنی ہی رکعتیں پڑھیں طیب کے نسخے میں دو آیتوں کی مختلف  
 مقدار ہوتی ہے۔ جو طیب اپنی حکمت و دانائی کی بنا پر قائم کرتا ہے۔ اسی طرح نماز کی رکعتیں  
 روحانی نسخہ ہیں جو طیب مطلق رب العزت جل مجدہ نے مقرر فرمائی ہیں۔ اور ان میں حکمتیں  
 ہیں جن کے ادراک سے عقل انسانی قاصر ہے۔ صاحب روح البیان نے یہ بھی لکھا ہے لاکہ  
 کے بازو مختلف ہیں کسی کے دو کسی کے تین کسی کے چار تو اللہ نے نمازوں کی رکعتیں بھی مختلف  
 رکھیں کیونکہ یہ بھی روح کے بازو ہیں۔

قبلہ کی تعیین کی یہ حکمت ہے کہ کعبہ معظمہ زمین کی جڑ ہے کیونکہ زمین  
**قبلہ کی تعیین** | وہیں سے پھیلی ہے۔ لہذا حکم دیا گیا ہے کہ نمازی اسی کی طرف منہ کر لے۔  
 تاکہ نمازی کا جسم اپنے اجسام کی اصل کی طرف رہے۔

بہر حال یہ امر اور حکمتیں وہ ہیں جو انسان نے سمجھیں اور بیان کر دیں۔ ورنہ نماز کی  
 حکمت اور فلسفہ صرف یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ کا حکم ہے۔ مانو گے اس کی خوشنودی حاصل کرو گے  
 اور نہ مانو گے تو عذاب کے مستحق ہو گے اور بس

صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ نہیں پڑھی؟  
**حضور کی نماز جنازہ** | اس کتابچہ میں اس الزام کا تحقیقی جواب درج ہے قیمت ۱۲ پیسے

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے خطبات جمعہ و عیدین کا مجموعہ جس  
**خطبات رضویہ** | میں خطبہ کے احکام و مسائل بھی درج ہیں قیمت پچاس پیسے۔

رسالہ رضوان کا خاص نمبر جس میں اسلام اور مسیحیت کے متعلق مضامین درج ہیں  
**اسلام اور مسیحیت** | تردید عیسائیت میں ایک لاجواب رسالہ ہے۔ قیمت پچاس پیسے

ملنے کا پتہ۔ مکتبہ رضوان۔ لاہور۔



# اقبوا الصلوة

واضح ہو کہ مامور بہ یعنی وہ کام جن کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ دو قسم پر ہیں۔ غیر موقت یعنی جن کا کرنا کسی خاص وقت کے ساتھ مقید نہ ہو۔ جیسے زکوٰۃ عشر نذر مطلق وغیرہ۔ زکوٰۃ کا سبب مالک نصاب ہونا ہے۔ اور اس کی شرط ایک سال گزرنا ہے۔ مگر اس کی ادائیگی کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ جب بھی ادا کی جائے گی ادا ہو جائے گی۔ دوسری قسم موقت ہے کہ جس کا تعلق ایک خاص وقت کے ساتھ ہے۔ اس وقت میں اس کو کیا جائے تو ادا ہے اور اس وقت مخصوص کے سوا اگر کیا جائے تو ادا نہ ہوگی بلکہ قضا ہوگی۔ اس کی مثال نماز ہے کہ اس کی ادائیگی کے لئے وقت مقرر ہیں۔ وقت پر نہ پڑھی گئی تو قضا ہو جائے گی۔

(۲) نماز کے اوقات۔ تعداد رکعات۔ شرائط و آداب کی پوری تفصیل تو قرآن مجید میں نہیں ملتی البتہ ان امور کا اجمالی ذکر ہے اور ان کے اصول قرآن نے بیان کئے ہیں۔ مثلاً سورہ بقرہ کی یہ آیت جس میں لڑائی کی حالت میں نماز ادا کرنے کا ذکر ہے اس سلسلہ میں ایک جامع آیت ہے۔

فَاِذَا اَقَمْتُمْ فَاذْكُرُوا لِلّٰهِ كَمَا  
عَلَّمْتُمْ مَالَكُمْ تَلٰوْا تَعْلَمُوْنَ (بقرہ)

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ نماز اور اس کے شرائط و آداب اللہ عزوجل نے اسی طرح تعلیم فرمائے ہیں جس طرح قرآن مجید کے اس اجمال کی تفصیل و تشریح سنت نبوی کے ذریعہ احادیث میں تحریراً اور مسلمانوں کے نسلاً بعد نسل متفقہ تو اتر عمل میں عملاً موجود ہے اور قرآن مجید میں اس کے عملی حوالے اور متعلقہ احکام بیان ہوئے۔

نماز کی پابندی اور اسکی نگہداشت  
نماز کی مداومت کے لئے قرآن مجید میں ایک  
خاص لفظ محافظت کا استعمال ہوا ہے جس کے

لفظی معنی نگرانی کے ہیں اور جس کی وسعت میں پابندی سے ادا کرنا۔ وقت پر ادا کرنا سب  
داخل ہیں۔ حَافِظُوا عَلٰی الصَّلٰوٰتِ نمازوں کی نگرانی رکھو۔

۱۵ مگر تاخیر سے گناہ کا ہوگا۔



وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ  
 وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ ذَاهِبُونَ  
 وہ جو اپنی نماز کی نگرانی رکھتے ہیں۔ (معالج ۱)  
 وہ جو اپنی نماز ہمیشہ ادا کرتے ہیں۔ (معالج ۱)  
 ان آیات میں سب سے پہلی ہدایت یہ دی گئی ہے کہ نماز ایک ایسا فرض ہے جو کسی مسلمان سے کسی حال میں معاف نہیں اور اس کو ہمیشہ پابندی وقت اور اس کے شرائط و آداب کے ساتھ ادا کرنا ضروری ہے ادا نماز کے لئے اوقات کے مقرر ہونے کی تصریح بھی قرآن نے کی۔

## قرآن میں نماز کے اوقات

إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ  
 كِتَابًا مَّوْقُوتًا  
 بے شک نماز مسلمانوں پر مقرر اوقات میں فرض ہے۔

اس سے واضح ہوا کہ فرض نمازوں کے لئے اوقات مخصوص ہیں۔ ادائے نماز کیلئے قرآن مجید نے زیادہ تر تین الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اقامت الصلوٰۃ، صلوٰۃ تسبیح، ذکر اللہ پہلا لفظ اقامت صلوٰۃ نماز کے لئے مخصوص ہے لیکن دوسرا اور تیسرا لفظ عام تسبیح و تحمید و یاد الہی اور نماز کے لئے بولا جاتا ہے۔ احادیث میں بھی تسبیح کے معنی نماز پڑھنے کے ہیں (مسلم باب صلوٰۃ) اور اشعار عرب اور لغت عرب سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ قرآن میں جب تسبیح کے ساتھ وقت کی تخصیص ہوگی، تو اس سے کسی شبہ کے بغیر نماز کے علاوہ کوئی اور چیز مراد نہیں ہو سکتی کیونکہ وقت مخصوص کے ساتھ اسلام میں نماز کے علاوہ کوئی عام تسبیح فرض نہیں ہے۔ البتہ اوقات کی تخصیص کے بغیر جہاں تسبیح کا حکم دیا گیا ہے اس اللہ عزوجل کی عام یاد و توصیف مراد ہو سکتی ہے قرآن پاک کی متعدد آیات میں پانچ وقت نماز پڑھنے کے اوقات کا بالتصریح اور بالاجمال ذکر ہے۔ مثلاً سورہ طہ کی صرف ایک آیت سے اوقات پنجگانہ کی تفصیل کا استدلال کیا جاسکتا ہے۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ  
 الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا وَمِنْ آنَاثِ  
 الْيَلِّ فَسَبِّحْ وَاطْرَافَ النَّهَارِ طَه  
 اور اپنے پروردگار کی حمد و تسبیح کر آفتاب نکلنے سے پہلے اور آفتاب کے ڈوبنے سے پہلے اور رات کے کچھ وقت میں تسبیح پڑھ اور دن کے کناروں میں



آفتاب نکلنے سے پہلے فجر ہے، ڈوبنے سے پہلے عصر ہے، رات کے کچھ وقت سے مراد عشا ہے اور دن کے کناروں میں نہر و مغرب ہے۔ اسی طرح علیحدہ علیحدہ آیتوں سے کبھی اوقات پچگانہ کا استدلال ہو سکتا ہے۔ مثلاً۔

۱۔ اَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ (سورہ اسراء ۹) زوال آفتاب کے وقت نماز قائم کر یہ ظہر کی نماز ہے۔  
۲۔ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ (ق. ۳۰) اور غروب آفتاب سے پہلے خدا کی تسبیح کر۔

وَ اذْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّ اَصِيلاً (دہر ۲) اور اپنے پروردگار کا نام لو صبح کو اور عصر کو یہ عصر کی نماز ہوئی۔ اسی کو وَالصَّلَاةَ الْوُسْطٰى — بیچ کی نماز سورہ بقرہ میں کہا گیا ہے۔ کیونکہ یہ دن کی نمازوں میں ظہر اور مغرب کے بیچ میں واقع ہے۔

۳۔ وَاَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النِّجَارِ (سورہ اہد ۱۱) اور دن کے دونوں ابتدائی اور انتہائی کناروں میں نماز قائم کر۔ دن کا ابتدائی کنارہ صبح اور انتہائی کنارہ مغرب ہے، یہ فجر اور مغرب کی نماز ہوئی۔

۴۔ سورہ نور میں ہے کہ صبح کی نماز سے پہلے بے آواز دیتے زمانہ مکان میں مت جایا کرو۔  
مِنْ قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ (نور ۴) اس سے نماز فجر کا عملی ثبوت بھی ملتا ہے۔

۵۔ پھر اسی میں یہ ہدایت بھی ہے کہ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ اور عشا کی نماز کے بعد کہ مسلمانوں کو عشا کی نماز کے بعد جو آرام کرنے اور کپڑے اتار دینے کا وقت ہے کسی مسلمان کے

مکان میں بلا اجازت نہ جانا چاہیے۔ یہ بھی نماز عشا کا عملی ثبوت ہے اور یہی پانچوں اوقات نماز میں

واضح ہو کہ فرضیت نماز کا سبب حقیقی امر الہی ہے اور سبب ظاہری

وقت ہے۔ صحت نماز کی چھ شرطیں ہیں کہ بے انکے ہوگی ہی نہیں

## نماز کی شرطیں

پہارت، ستر عورت، استقبال قبلہ، وقت، نیت تحریمیہ۔

اِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اور اللہ عزوجل نے فرمایا، بیشک نماز مسلمانوں

پر فرض ہے۔ وقت باندھا ہوا۔

كَلِمًا بَامَةٍ تَوَاتًا

52990



ہر نماز کے لئے وقت مقرر ہے  
اور اس کی محافظت فرض ہے

واضح ہو کہ شرع مطہر نے نماز کے لئے جدا وقت مقرر  
فرمایا ہے کہ نہ وقت سے پہلے صحیح نہ وقت کے بعد  
تاخیر جائز بلکہ فرض ہے کہ ہر نماز کو اپنے وقت پر ادا کیا جائے

زیر عنوان آیت کی تفسیر میں علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہ العزیز نے تحریر فرمایا۔  
یقتضی الکل صلاة وقتا یعنی مقتضاً آیت یہی ہے کہ ایک نماز کے  
وقت میں دوسری نماز ادا نہیں ہو سکتی۔  
علیحدۃ۔

اور یہ حکم عام ہے۔ مسافر و مقیم صحیح و مریض غرض کہ ہر مسلمان کے لئے یہی حکم ہے کہ وہ نماز کو اس  
کے وقت مقررہ میں ادا کرے۔ اللہ عزوجل نے محافظت و التزام اوقات کا حکم سات سورتوں میں  
نازل فرمایا۔ بقرہ، نساء، مریم، مؤمنون، معارج، ماعون۔ اس سلسلہ کی چند احادیث یہ ہیں۔  
نوع اول۔ وہ احادیث جن میں محافظت و وقت اور اس کی ترغیب اور اس کے ترک سے  
ترہیب ہے حضرت حنظلہ کہتے ہیں کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا۔

(۱) وَمَوَاقِيْتِهِنَّ وَعِلْمُ اَنْهَنْ حَقٌّ  
مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ (امام احمد)

جس نے ان پانچوں نمازوں کی محافظت کی اور یقین  
جانا کہ وہ اللہ عزوجل کی طرف سے ہیں جنت میں جائیگا۔  
(۲) اس مضمون کی حدیث کو مالک، ابو داؤد، نسائی و ابن حبان نے حضرت عبادہ بن صامت سے روایت کی  
(۳) ابو داؤد نے حضرت قتادہ سے (۴) ابو داؤد و طبرانی نے حضرت ابو درداء سے (۵) دارمی  
حضرت کعب بن عجرہ سے (۶) طبرانی نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے (۷) طبرانی نے انس بن مالک  
سے (۸) ابو داؤد نے حضرت فضالہ زبیرانی سے (۹) بخاری و مسلم، ترمذی و نسائی و دارمی نے  
حضرت عبداللہ بن مسعود سے (۱۰) بیہقی نے بطریق عکرمہ جناب فاروق اعظم سے (۱۱)  
امام مالک نے حضرت نافع سے روایت کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

نوع دوم۔ حدیث امامت جبریل جس میں انہوں نے ہر نماز کے لئے جدا وقت معین کیا جن  
کا مضمون یہ ہے کہ جبریل امین نے بعد تعین اوقات عرض کی۔

بھذا اہرت قال ہکذا امتی  
ما بین ہذین وقت صلاة  
اس کا حضور کو حکم دیا گیا ہے ایسا ہی حضور کو حکم  
دیا گیا ہے ان دونوں کے درمیان وقت نماز ہے



(۱) اس مضمون کی حدیثیں بخاری و مسلم، مالک، موطا و دارمی نے حضرت ابو سعید انصاری سے  
(۲) طحاوی ابو داؤد ترمذی ابن جبران حاکم نے حضرت عبداللہ بن عباس سے (۳) نسائی  
و احمد و اسحق و ابن جبران و حاکم نے جابر بن عبداللہ سے (۴) طحاوی نے حضرت ابو سعید  
خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیں۔

نوع سوم۔ وہ احادیث جن میں یہ ہے کہ سائل کے پوچھنے پر حضور نے امانتیں کرا کر ہر  
نماز کا اول و آخر وقت بتایا اور پھر فرمایا۔

وقت صلواتکم ما بین ما رأیتم نماز کا وقت اس کے درمیان ہے جو تم نے دیکھا۔

(۱) اس مضمون کی احادیث مسلم ترمذی نسائی ابن ماجہ طحاوی نے حضرت بریدہ سے (۲)  
مسلم طحاوی ابو داؤد و نسائی و ابن جبران نے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے (۳) مالک و نسائی و بزار  
نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیں۔

نوع چہارم۔ وہ احادیث جن میں حضور نے پیش گوئی فرمائی کہ کچھ لوگ وقت گزار کر نماز  
پڑھا کریں گے۔ تم ان کا اتباع نہ کرنا اور یہ بات مطلقاً ارشاد فرمائی سفر و حضر کی تخصیص نہیں

کی (۱) مسلم ترمذی نسائی ابو داؤد احمد دارمی حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی  
کہ حضور علیہ السلام نے میری ران پر ہاتھ مار کر فرمایا تیرا کیا حال ہوگا جب تو ایسے لوگوں میں رہ  
جائے گا۔ جو نماز کو اس کے وقت سے تاخیر کریں گے میں نے عرض کی حضور مجھے کیا حکم سے؟

قَالَ صَلِّ الصَّلَاةَ لَوَقْتِهَا۔ تو نماز کو اس کے وقت پر ہی پڑھنا۔

(۲) اس مضمون کی حدیث کو امام احمد و ابن ماجہ نے بسند صحیح حضرت عبادہ بن صامت سے  
(۳) ابو داؤد نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کیا۔

نوع پنجم۔ وہ احادیث جن میں حضور اقدس نے عاف و صریح طور پر ارشاد فرمایا کہ جب  
ایک نماز کا وقت آیا، تو دوسری کا جاتا رہا، قضا ہو گئی اور اسکی مخالفت و مذمت فرمائی۔

(۱) مسلم ابو داؤد نسائی و عیسیٰ بن ابان حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے راوی۔  
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

وقت الظہر یا المغرب یجوز العصر ظہر کا وقت جب تک ہے کہ عصر کا



ووقت المغرب ما لم يسقط ثور الشفق وقت نہ آنے اور مغرب کا وقت جب تک سورہ شفق نہ پڑھے

(۲) مسلم والبوداؤذ ابن ماجہ طحاوی و ابن حبان حضرت ابو قتادہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سوتے میں کچھ تقصیر نہیں، تقصیر تو جاگتے میں ہے۔

ان تو اخر صلوة حتی یدخل  
وقت صلاة اخرى۔  
کہ تو ایک نماز کو اتنا پیچھے ہٹائے کہ دوسری نماز کا وقت آجائے۔

(۳) امام طحاوی حضرت بن عباس سے راوی

قال لا تفوت صلاة حتى یجئ  
نماز فوت نہیں ہوتی جب تک دوسری نماز

وقت الاخری کا وقت نہ آجائے۔

یعنی جب دوسری کا وقت آیا۔ پہلی قضا ہو گئی۔

(۴) امام بزار و محی السنہ بغوی حضرت سعید بن ابی وقاص سے راوی کہ میں نے حضور علیہ السلام سے پوچھا وہ کون لوگ ہیں جنہیں اللہ عزوجل قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

الذین هم عن صلاتهم ساهون  
خرابی ہے ان نمازیوں کیلئے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں۔

قال هم الذین یؤخرون الصلوة  
حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو نماز

عن وقتها۔ کو اس وقت سے ہٹا کر پڑھیں۔

(۵) ابو قتادہ عدوی جو اجلہ اکابر و ثقوات تابعین سے ہیں بلکہ بعض نے انہیں صحابہ میں گنا

فرماتے ہیں کہ میں نے امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا فرمان سنا۔

ثلث من الکبائر الجمع بین الصلاتین  
کہ تین باتیں کبیرہ گناہوں میں سے ہیں دو نمازیں جمع

والفرار من الزحف و النهبة  
کرنا جہاد میں کفار کے مقابلہ سے بھاگنا اور کسی کا مال لوٹنا۔

واضح ہو کہ یہ حدیث موطا کی ہے جو اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے۔ اس کے سبب رجل اسمعیل بن ابراہیم

ابن علیہ سے اسخرت تک آئمہ ثقات عدول رجال صحیح مسلم سے ہیں۔

ان تمام آیات و احادیث سے آفتاب نیم روز کی طرح واضح ہوا کہ ہر نماز کے لئے خاص وقت

جدا گانہ مقرر ہے کہ نہ اس سے پہلے پڑھنا جائز اور نہ اس کے بعد تاخیر کی اجازت ہے (۲) ہر نماز کو

اس کے وقت میں ادا کرنا فرض ہے (۳) سوا ظہر بن عرفہ و عشا بن مزولفہ کے دو نمازوں کو قصداً



ایک وقت میں جمع کرنا سفرًا حضرت کسی طرح جائز نہیں رہا، نماز کے لئے تعین اوقات قرآن عظیم کی آیات اور حضور سید الغلین صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے قطعی الثبوت ہے اور اس کے خلاف کیسے دلیل دیسی ہی قطعی چاہیے۔ عصر عرفہ و مغرب مزولغہ کا اجماعی مسئلہ ورنہ یقینی کے مقابل ظنی مضحک

لغت میں صلوة کے معنی دعا کے ہیں۔ قرآن پاک میں فرمایا وصل علیہم اور حدیث میں ہے وان کان صائمًا فلیصل اس آیت اور

## صلوة کے معنی

حدیث میں صلوة کے معنی دعاء ہے۔ امام نووی نے فرمایا۔ صلوة کا اشتقاق صلویں سے ہے اور صلویں سُرین کی دو ہڈیوں کو کہتے ہیں۔ علامہ قسطلانی نے فرمایا۔ صلوة "صلی" سے مشتق ہے جس کے معنی بانس کو انگاروں پر رکھ کر سیدھا کرنے کے ہیں۔ بعض نے کہا۔ صلوة کے اصل معنی رحمت کے ہیں۔ لہذا صلوة کو صلوة اس لئے کہتے ہیں کہ یہ رحمت ہے۔ یا اسلئے کہ اس میں نمازی رکوع و سجود میں اپنے سرین ہلاتا ہے یا اسلئے کہ صلوة سے آدمی راہ راست پر آجاتا ہے۔ تو جس کی کجی نماز سے جاتی رہے۔ قیامت کے دن اسے آگ سے سیدھا کرنے کی ضرورت نہ رہے۔ علماء نے فرمایا صلوة کو صلوة اس لئے کہتے ہیں کہ مصلی امام کا تابع ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام کی نماز فاسد ہو تو مقتدی کی بھی نماز فاسد ہو جاتی ہے (دو لاکس)

سہو امام سے مقتدی پر بھی سجدہ سہو لازم آتا ہے۔

مقتدی کو امام سے پہلے رکوع و سجود ممنوع ہے۔

امام کا سترہ مقتدیوں کے حق میں بھی کافی ہے۔

اس کے علاوہ ہر وہ عبادت جو تعظیم و خشیت خالق کے لئے ہو اس کو صلوة کہہ سکتے ہیں۔ اور اس معنی میں صلوة افراد انسانی کے ساتھ خاص نہیں رہتی بلکہ تمام مخلوقات کے لئے مشترک ہو جاتی ہے تو ہر چیز کی صلوة اس کے مناسب حال ہوگی۔ اسی لئے قرآن مجید میں فرمایا۔ کل قد علم صلاتہ وتسبیحہ اس آیت میں اشارہ ہے کہ تمام مخلوقات وظیفہ صلوة میں مشترک ہیں۔ البتہ اس کی نوعیت و صورت میں فرق ضرور ہے۔ جیسے سجدہ ہی کو لے لیجئے۔ تمام مخلوقات اپنے رب کے حضور سجدہ لہزہ ہے۔ واللہ یسجد من فی السموات والارض۔ لیکن سجدہ کی صورت میں فرق ہے۔ انسان کے سجدہ کرنے کی صورت یہ ہے کہ وہ اپنے سات



اعضاء پر سجدہ کرتا ہے۔ اور دوسری اشیاء کے سجدہ کی صورت اور ہے۔

حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے تو توحید کے بعد نماز کی اہمیت

سب سے پہلا حکم جو آپ کو ملا وہ نماز کا تھا۔ یا ایہا المدثر قم فانذرو ربك فکبر۔ یہی نماز کی بنیاد ہے۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ یہ نماز تکمیل کے مدارج طے کرتی ہوئی اس نقطہ پر پہنچ گئی جو روحانی معراج کی آخری سرحد ہے۔

قرآن پاک کی تصریح کے مطابق دنیا میں کوئی پیغمبر ایسا نہیں آیا جس نے اپنی امت کو نماز کی تعلیم نہ دی ہو۔ اور اس کی تاکید نہ کی ہو۔ خصوصاً ملت ابراہیمی میں تو اس کی حیثیت سب سے زیادہ نمایاں ہے حضرت ابراہیم، حضرت اسمعیل، حضرت شعیب، حضرت لوط، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت لقمان، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت زکریا ان سب جلیل القدر انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق قرآن پاک نے بتایا یہ سب کے سب نماز پڑھتے تھے۔ اپنے اہل و عیال اور اپنی قوم کو نماز کا حکم دیتے تھے۔ دیکھو سورہ مریم، ہود، انبیاء، لقمان، ابراہیم، طہ، یونس، مائدہ، آل عمران۔

قرآن و حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کے زمانہ میں بھی بعض یہودی اور عیسائی نماز پڑھتے تھے (آل عمران ۱۷) حضور علیہ السلام نے فرمایا یہودیوں کی طرح ننگے نماز نہ پڑھو۔

(کنز العمال ج ۲ ص ۱۱۴ تا ص ۱۱۵)

نماز اسلام کا سب سے اہم و اکرم فریضہ ہے۔ عبادات میں سب سے اشرف و افضل نماز ہی ہے قرآن پاک میں تقریباً سو مرتبہ سے زیادہ نماز کا ذکر اور اس کی بجا آوری کی تاکید آئی ہے اور اس کے ادا کرنے میں سستی اور کاہلی نفاق کی علامت اور اس کا ترک کفر کی نشانی بتائی گئی ہے۔ یہ وہ فرض ہے جو اسلام کے ساتھ ساتھ پیدا ہوا اور اسکی تکمیل اس شبستان قدس میں ہوئی جسکو معراج کہتے ہیں۔

واقبوا الصلوة ولا تکلونوا اور نماز قائم رکھو اور مشرکوں میں سے

من المشرکین (روم ۳) نہ ہو جاؤ۔

آیت بالا سے ایک تو توحید و ایمان کے بعد سب سے اہم چیز نماز ثابت ہوئی اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ ترک نماز سے کفر و شرک میں گرفتار ہو جانے کا اندیشہ ہے کیونکہ جب دل



کی کیفیت کو بیرونی اعمال کے ذریعہ نہ بڑھانے رہا جائے۔ تو خود اس کی کیفیت کے (ایمان، زائل ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے حضور علیہ السلام نے ہمیشہ خاص طور سے نماز پر زور دیا۔ اور اس کے تارک کے متعلق شرک و کفر کا ڈر ظاہر فرمایا ہے

روزِ محشر کہ جانِ گداز بود

اولین پریشش نماز بود

## تارکِ صلوٰۃ کافر ہے

حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کسی عمل کے ترک کو کفر نہیں جانتے تھے، سوا نماز کے۔ بہت سی

ایسی حدیثیں آئیں جن کا ظاہر یہ ہے کہ قصدِ انماز کا ترک کفر ہے اور بعض صحابہ کرام مثلاً حضرت فاروق اعظم، عبدالرحمان بن عوف، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، جابر بن عبداللہ، معاذ بن جبل، ابو ہریرہ، ابو درداء، رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ ہی مذہب تھا بعض ائمہ کرام مثلاً حضرت امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، عبداللہ بن مبارک و امام نخعی کا بھی یہ ہی مسلک ہے البتہ ہمارے امام ابو حنیفہ و دیگر ائمہ کرام نیز کثیر صحابہ کرام تارکِ صلوٰۃ کی تکفیر نہیں کرتے مگر کیا یہ کھوڑی بات ہے کہ ان جلیل القدر حضرات کے نزدیک تارکِ صلوٰۃ کافر ہے۔ اس مسئلہ کی مکمل بحث کے لئے اہل علم حضرات میل الاوطار نووی عینی کا مطالعہ کریں (۷) ہر مکلف یعنی عاقل و بالغ پر نماز فرض عین ہے۔ اس کی فرغیت کا منکر کافر ہے اور جو قصد اچھوٹے اگرچہ ایک ہی وقت کی وہ فاسق ہے اور جو نماز نہ پڑھتا ہو قید کیا جائے جیسا کہ تو بہ کرے اور نماز پڑھنے لگے۔ بلکہ ائمہ ثلاثہ مالک، احمد، شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک سلطانِ اسلام کو اس کے قتل کا حکم ہے (در مختار) (۳) نماز خالص عبادتِ بدنی ہے۔ اس میں نیابت جاری نہیں ہو سکتی یعنی ایک کی طرف سے دوسرا نہیں پڑھ سکتا (۴) فرغیت نماز کا سبب اصل امر الہی ہے۔ اور ظاہری سبب وقت ہے کہ اول وقت سے آخر وقت تک جب بھی پڑھے ادا ہو جائے۔ اور فرضِ ذمہ سے ساقط ہو جائے گا (۵) بچہ کی جب سات برس کی عمر ہو جائے۔ تو اس کو نماز پڑھنا سکھایا جائے اور جب دس برس کا ہو جائے (اور وہ نہ پڑھے) تو سختی سے پڑھوانی چاہیے۔



عبادت میں میانہ روی اختیار کی جائے | حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور مسجد نبوی میں آئے تو دیکھا کہ دو ستونوں کے درمیان ایک تسی لٹکی ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا یہ کیسی رسی ہے؟ صحابہ نے جواباً کہا۔ یہ حضرت زینب کی رسی ہے۔ وہ تہجد پڑھتی ہیں پس جب نیند آنے لگی ہے تو اس سے لٹک جاتی ہیں۔

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
لَا حُلُوهَا لِيُصَلَّ أَحَدٌ كُمْ نَشَاطُهُ  
فَإِذَا فَتَرَ فَلْيَتَّعِذْ

نبی علیہ السلام نے فرمایا نہیں اس کو کھول دو تم میں سے  
ہر ایک کو چاہیے کہ وہ اپنی طبیعت کی خوشی تک  
نماز پڑھے اور جب اکتا جائے تو بیٹھ جائے۔

مطلب حدیث یہ ہے کہ آدمی اسی قدر نفلی عبادت کرے جتنی کہ ذوق و شوق کے ساتھ کر سکے۔ کیونکہ ایسی ریاضت و عبادت جس سے آدمی اکتا جائے۔ وہ ہمیشہ نبھ نہیں سکتی۔ اور بہترین عمل وہی ہے جو ہمیشہ کیا جاسکے (۲) یہ خاتون خولہ بنت زینب تھیں جو ساری رات تہجد پڑھتی تھیں اور جب نیند آتی تو رسی سے لٹک جاتی تھیں حضور علیہ السلام نے ان کے اس فعل پر انکار فرمایا۔ اور یہ تعلیم دی کہ عبادت میں ایسی سختی اچھی نہیں ہے کہ وہ آدمی کے لئے بوجھ بن جائے۔

کیا کثرت عبادت ممنوع ہے؟ واضح رہے کہ وہ تمام حالتیں جن میں کثرت عبادت کی ممانعت آتی ہے تو یہ ہی صرف

ایسے افراد کے لئے آتی ہے جو عبادت و ریاضت میں ایسے مشغول و مصروف ہو جائیں کہ حقوق العباد تک تلف ہو جائیں۔ اور عبادت ان کیلئے بار ہو جائے لیکن وہ لوگ جنہیں کثرت عبادت میں وقت نہ ہو۔ بلکہ عبادت ان کی غذا بن جائے تو ایسے افراد کے لئے کثرت عبادت ممنوع نہیں ہے بلکہ محمود و مطلوب ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا۔

كَانُوا قَلِيلًا مِنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ

(۲) نبی علیہ السلام کی عبادت ایسی ہوتی تھی کہ آپ کے قدم مبارک متورم ہو جاتے تھے (بخاری) رمضان کے آخری عشرہ میں حضور ساری رات عبادت میں گزار دیتے تھے (مسلم) حضرت



عثمان غنی و حضرت عمر فاروق ساری رات عبادت میں مشغول رہتے تھے (ابن کثیر، غرضیکہ مطلقاً کثرت عبادت ممنوع نہیں ہے بلکہ ایسی کثرت جس کی طاقت نہ ہو اور طبع پر گراں ہو اسکی ممانعت آئی ہے چنانچہ اس باب میں حضور علیہ السلام کی اصولی ہدایت یہ ہے۔

عَلَيْكُمْ مَا تَطِيقُونَ مِنْ أَعْمَالٍ (بخاری) تم اتنے عمل کو لایزم پکڑو جس کی طاقت رکھتے ہو۔

ظاہر ہے کہ طبائع قوت و ضعف کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں بہت سے ایسے ہوتے ہیں

جو ایک شے کی طاقت رکھتے ہیں اور دوسرے اس کی طاقت نہیں رکھتے غرضیکہ حدیث ہذا میں ایسی کثرت عبادت کی ممانعت کی گئی ہے جو انسان کی برداشت سے باہر ہو چنانچہ حدیث زیر بحث کے آخری جملوں سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

لِيَصِلَ أَحَدُكُمْ نَشَاطَهُ  
ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اتنی نفلیں پڑھے جنہی

کہ خوش دلی کے ساتھ پڑھ سکے۔

جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ساری رات قیام کر سکے اور ساری رات کی

عبادت گزاری اس کو دشوار نہ ہو تو اس کی ممانعت نہیں۔

امام کو مسائل شریعت بتانا لازمی ہے | امام کے لئے ضروری ہے کہ حسب موقع و محل مقتدیوں کو نماز کے احکام و مسائل بتائے

مثلاً صف بندی کی تاکید، ارکان نماز کی حسب مسنون ادائیگی، خشوع و خضوع، رکوع، سجود، قومہ،

جلسہ، وغیرہ امور کو سنت کے مطابق ادا کرنے کی ہدایت کرتا ہے اور لوگوں کا فرض ہے کہ

وہ امام سے مسائل نماز سیکھیں حضور علیہ السلام کا یہ ہی طریقہ تھا کہ نماز کے بعد لوگ نمازیں

جو کوتاہی کرتے اس کی نشاندہی فرماتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام

نے فرمایا۔ هَلْ تَرَوْنَ قِبَلَتِي هَهُنَا  
کیا تم یہ سمجھتے ہو میرا قبلہ یہ ہے۔ بخدا مجھ پر نہ

فَوَاللَّهِ مَا يَخْفَى عَلَيَّ خَشُوعُكُمْ وَلَا  
تمہارا خشوع پوشیدہ ہے اور نہ رکوع میں تمکو

رَكَوعُكُمْ إِنِّي لَأَدَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي  
پس پشت سے دیکھتا ہوں۔

هل ترون قبلتي الخ استغمام انکاری ہے۔ مقصود یہ بتانا ہے کہ رویت جہت قبلہ کے

ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ تمام جہات میری پیش نظر ہیں۔ جمہور علماء نے فرمایا یہ بات



حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے کہ آپ جیسے آگے سے دیکھتے تھے اسی طرح چھپے کے حالات سے بھی باخبر رہتے تھے اور رویت سے مراد ادراک حقیقی ہے۔ اسی طرح امام بخاری نے اس حدیث کو علامات نبوت میں بھی ذکر کیا۔ بعض علماء نے فرمایا کہ نبی علیہ السلام کے دونوں ہاتھوں کے درمیان سوئی کے ناکے کی طرح دو آنکھیں تھیں جن سے چھپے کے لوگوں کو دیکھ لیتے تھے لیکن مونڈھوں کے درمیان آنکھوں کا ہونا غالباً شارحین کا قیاس ہے۔

اس کے علاوہ حدیث میں صرف چھپے کی طرف دیکھنے ہی کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ یہ بھی ہے۔ ولا خشوع عکرم مجھ پر تمہارا خشوع بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ خشوع دل کی کیفیت کا نام ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا۔ قد افلح المؤمنون الذین ہم فی صلاتہم خاشعون اور خشوع و خضوع ایسی چیز نہیں جو آنکھوں سے نظر آسکے مگر نگاہ نبوی سے قلوب کی کیفیات بھی پوشیدہ نہیں ہیں۔

اے فروغت صبح آثار و دیور چشم تو بینندہ مافی الصدر

اس حدیث سے واضح ہوا کہ حضور علیہ السلام کی مقدس آنکھیں عام آنکھوں کی طرح نہیں تھیں۔ حضور آگے چھپے اوپر نیچے یکساں دیکھتے تھے اور یہ کہ افعال و ارکان نماز کو مسنون طریقہ سے ادا کرنا چاہیے اور امام سے پہلے رکوع و سجدہ میں نہیں جانا چاہیے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا دا، مؤذنون کی گردنیں قیامت کے دن سب سے زیادہ دراز ہوں گی۔

## اذان و مؤذن کے فضائل و احکام

احمد و ابن ماجہ علامہ عبدالرؤف منادی نے تیسیر میں لکھا کہ یہ حدیث متواتر ہے اور معنی حدیث یہ ہیں کہ مؤذن رحمت الہی کے بہت امیدوار ہونگے کیونکہ جس کو جس چیز کی امید ہوتی ہے اس کی طرف گردن دراز کرتا ہے یا یہ معنی ہیں کہ ان کے ثواب بہت ہیں یا کہ وہ قیامت کے دن شرمندہ نہ ہوں گے۔ کیونکہ جو شرمندہ ہوتا ہے اس کی گردن جھک جاتی ہے۔ مؤذن کی جہاں تک آواز پہنچتی ہے۔ اس کیلئے مغفرت کر دی جاتی ہے اور ہر تر و خشک جس نے اس کی آواز سنی اس کی تصدیق کرتا ہے یا گواہی دیتا ہے۔ (احمد ۳) اذان دینے والا جو محض ثواب کیلئے اذان دیتا ہے۔ اس شہید کی طرح ہے جو خون میں آلودہ ہے۔ قبر میں اس کے کپڑے نہیں پڑیں گے۔ (طبرانی)



(۴) اذان دافع عذاب و بلا ہے (طبرانی) (۵) حضور علیہ السلام نے فرمایا اگر لوگوں کو یہ معلوم ہوتا کہ اذان کہنے میں کتنا ثواب ہے تو اس پر باہم تلوار چلتی (احمد) (۶) جس نے بارہ برس اذان دی جنت اس کے لئے واجب ہوگئی اور اذان کے بدلے ساٹھ نیکیاں اور اقامت کے بدلے تیس نیکیاں لکھی جائیں گی (ابن ماجہ و حاکم) (۷) جو سال بھر اذان کہے اور اجرت طلب نہ کرے وہ قیامت کے دن جنت کے دروازے پر کھڑا کیا جاوے گا اور اس سے کہا جائیگا کہ جس کے لئے تو چاہے شفاعت کر (ابن عساکر) (۸) اذان کے وقت دعا بہت کم رد ہوتی ہے (ابو شیخ عن اس) اس طرح کی بہت فضیلتیں احادیث میں ان مؤذنین کے لئے وارد ہوئی ہیں جو اللہ کی خوشنودی کے لئے اذان دیتے ہیں اور اجرت طلب نہیں کرتے رجب زمانہ ہے کہ ہمارے معاشرہ میں لوگ اول تو اذان کہتے نہیں اور جو خلوص کے ساتھ اذان دے بھی تو اس کا مذاق اڑاتے ہیں اور اس پر ملاکی پھینکتے ہیں اور یہ سب کچھ دین سے بے رغبتی اور بے تعلقی کی وجہ ہے۔

سُننے کا اقبال کون ان کو یہ انجمن ہی بدل گئی ہے  
نئے زمانے میں آپ ہم کو پرانی باتیں سنار ہے ہیں

**آذان کا جواب دینا واجب ہے** | حضور علیہ السلام نے فرمایا جب اذان سنو تو اللہ کے دعویٰ کا جواب دو (طبرانی) (۲) جب مؤذن اذان کہے تو سنو تو جو وہ کہتا ہے تم بھی کہو (ابن ماجہ) مومن کو بد بختی و نامرادی کے لئے کافی ہے کہ مؤذن کو تکبیر کہتے سنے اور جواب نہ دے (۳) حضور علیہ السلام نے مستورات سے فرمایا جب تم بلال کو اذان و اقامت کہتے سنو تو جس طرح وہ کہتا ہے تم بھی کہو اللہ تعالیٰ تمہارے برکلمے کے بدلے ایک لاکھ نیکی لکھے گا اور ہزار درجے بلند فرمائے گا اور ہزار گناہ محو کرے گا اور مردوں کیلئے دو گنا ثواب ہے (ابن عساکر) (۵) اذان کا جواب دینے والے کی مغفرت ہوگی وہ جنت میں داخل ہوگا مسلم و ابوالشیخ) ان احادیث سے واضح ہوا کہ اذان کا جواب دینا واجب ہے۔ مؤذن جو کلمہ کہے تو اسکے بعد سننے والا بھی وہی کلمہ کہے۔ مگر حی علی الصلوٰۃ و حی علی الفلاح کے جواب میں لا حی و لا قوۃ الا باللہ کہے (۶) جنسی بھی اذان کا جواب دے مگر حیض و نفاس والی عورت اور خطبہ سننے والے اور نماز جنازہ پڑھنے والے اور جو جماع میں مشغول یا قضا حاجت میں ہوں ان پر جواب



نہیں (۳) جب اذان ہو تو اتنی دیر کے لئے سلام کلام اور جواب سلام تمام اشغال موقوف کر دے اور بغور اذان سُنے اور جواب دے یہ پونہی اقامت میں بھی (۴) راستہ میں اذان کی آواز آئی تو رک جائے اور کھڑا ہو کر اذان سُنے اور جواب دے (۵) چند اذانیں سُننے تو پہلی ہی کا جواب دے مگر بہتر ہے کہ سب کا جواب دے، خطبہ کی اذان کا جواب زبان سے دینا مقتدیوں کو جائز نہیں ہے، جب اذان ختم ہو جائے تو مؤذن اور سامعین درود شریف پڑھیں اور اس کے بعد دعاء اللہ رب ہذا الدعوة پڑھیں۔ جیسا کہ آئندہ حدیث میں ہدایت موجود ہے (۶) جب مؤذن اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ کہے تو سنے والا درود شریف پڑھے اور انگوٹھوں کو بوسہ دیکر آنکھوں پر لگائے اور کہے قُرْءَةً عَيْنِي بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِي بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ لِبَعْضِ لَوْگ انگوٹھے چومنے کو بلا دلیل شرک و بدعت قرار دیتے ہیں۔ لیکن آپ یہ سوچئے کہ کیا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اقدس کی تعظیم کے لئے چومنا شرک یا بدعت ہو سکتا ہے نیز حضور نے فرمایا۔ مِنَ الْجَفَاءِ اِنْ تَسْمَعِ الْمُؤَذِّنَ ثُمَّ یہ بھی ظلم ہے کہ تو اذان سُننے اور جو مؤذن لا یقول مثل ما یقول (ابن ابی شیبہ) کہتا ہے تو نہ کہے۔

ظاہر ہے وعید ترک واجب پر ہوتی ہے اور مستحب کے تارک کو ظالم نہیں کہہ سکتے، عینی۔ جلد ۶ ص ۶۳۶) اسی طرح اقامت کا جواب دینا بھی مستحب ہے۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اذان سُن کر حضور کیلئے دعا کی جائے

ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ فَاِنَّهُ مِنْ صَلَاتِي صَلَاةٍ صَلَّيْتُ عَلَيْهَا عَشْرًا ثُمَّ صَلُّوا لِلَّهِ لِي الْوَسِيْلَةَ فَانَهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا يَنْبَغِي لِاحَدٍ اِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ وَارْجُو اِنْ اَكُوْنَ اَنَا هُوَ فَمَنْ سَأَلَ اللّٰهَ لِي الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ (مسلم) جس نے اللہ سے میرے لئے وسیلہ کی دعا کی اس کے لئے میری شفاعت اس کے لئے حلال ہو گئی۔ (مسلم۔ ابوداؤد و نسائی)۔

پھر مجھ پر درود پڑھو اور جو مجھ پر درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس جہنمیں نازل فرماتا ہے پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلہ طلب کرو۔ وسیلہ جنت میں ایک مقام ہے یہ مقام اللہ کے خاص بندے کو حاصل ہوگا اور مجھے امید ہے کہ اس مقام پر میں فائز ہوں گا۔ تو

جس نے اللہ سے میرے لئے وسیلہ کی دعا کی اس کے لئے میری شفاعت اس کے لئے حلال ہو گئی۔ (مسلم۔ ابوداؤد و نسائی)۔



**مقام محمود** | وہ جگہ ہے جس پر جلوہ گر ہو کر حضور شفاعت فرمائیں گے۔ تمام اولین و آخرین تلاش شفیع میں سرگڑاں ہونگے جلیل القدر انبیاء کرام تک اذہبوا لی غیری۔ فرمائیں گے۔ مگر صرف اور صرف حضور کی زبان پر انا لہا ہوگا حضور کی اس عظمت و رفعت بزرگی و شان کو دیکھ کر اولین و آخرین حضور کی ثنا کریں گے۔ اسی لئے اس مقام کو محمود کہتے ہیں۔ حدیث ابو ہریرہ میں حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

هو البقاع الذی اشفع فیہ لامتی یہ مقام وہ ہے جہاں میں اپنی امت کی شفاعت  
(یعنی ج ۲ ص ۲۴۱) کروں گا۔

ابن جوزی نے کہا مقام محمود سے مراد شفاعت ہے۔ بعض نے کہا عرش پر یا کرسی پر حضور علیہ السلام کا کھڑا ہونا مراد ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ مقام محمود وہ مقام ہے کہ اولین و آخرین اس وقت حضور کی تعریف کریں گے۔ اور کل عالم پر حضور کے فضل و شرف کا اظہار ہوگا۔

تسأل فتعطی تشفع فتشفع لیس مانگنے آپ دینے جائیں گے سفارش کیجئے وہ  
أحدًا لا تحت لوائل (یعنی ج ۲ ص ۲۴۱) قبول کی جائیگی۔ سبھی آپ کے بھنڈے تلے ہیں۔

(۲) سوال پیدا ہوتا ہے۔ مقام محمود تو حضور علیہ السلام کو حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ بھی فرمایا ہے۔ پھر اس کے لئے دعا کی کیا ضرورت؟ جواب یہ ہے۔ کسی حاصل شدہ نعمت کیلئے دعا کرنا یا کرنا یہ ہی شان عبادت ہے اور بعض اوقات حاصل شدہ نعمت کے دوم و بقا کے لئے بھی دعا کرتے ہیں۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ کسی دوسرے سے دعا کرانا اور اس کی دعا سے اپنی ضروریات میں استعانت کرنا۔ خصوصاً صالحین امت سے دعا کرنا، جائز ہے۔ (یعنی جلد ۲ ص ۲۴۱)

**اذان کے بعد مسجد سے نکلنا جائز نہیں** | بلا ضرورت شرعیہ آذان کے بعد مسجد سے

جائے۔ مثلاً بول و براز کی حاجت ہوگئی یا کوئی ضروری کام ہے اور واپسی کا ارادہ رکھتا ہے۔ یعنی قبل قیام جماعت واپس آنے کا ارادہ ہے یا دوسری مسجد کی جماعت کا منتظر ہے تو اسے



آذان کے بعد مسجد سے جانا جائز ہے (۵)، اسی طرح اگر کوئی اس وقت کی نماز پڑھ چکا ہے تو آذان کے بعد مسجد سے جاسکتا ہے مگر ظہر و عشاء میں اقامت ہو گئی تو نہ جائے نفل کی نیت سے شریک ہو جائے اور باقی تین نمازوں (فجر عصر و مغرب میں) اگر تکبیر ہو گئی اور یہ تنہا پڑھ چکا ہے تو باہر نکل جانا ضروری ہے۔ کیونکہ فجر و عصر و مغرب میں بطور نفل شریک نہیں ہو سکتا اور مسجد میں ٹھہرے رہنے میں لوگ بے تمیزی ہونے کا گمان کریں گے۔

ایک حدیث میں وارد ہوا ہے حضور نے فرمایا "اذان کے بعد مسجد نہیں نکلتا مگر شیطان"

آج کل عام رواج ہو چکا ہے کہ مسجد کے اندر کھڑے ہو کر اذان دیتے ہیں جو خلاف سنت اور مکروہ ہے

## اذان خارج مسجدی جائے

اذان خواہ نماز پنجگانہ کی ہو یا خطبہ جمعہ کی۔ بہر حال سنت یہ ہے کہ خارج مسجد دی جائے کہ مشائخہ تمام کتب فقہ میں موجود ہے۔

## وضو اور اس کے اہم مسائل

اگرچہ وہ آیت جس میں وضو کا بیان ہے مدینہ منورہ میں نازل ہوئی مگر وضو، اس سے پیشتر مکہ میں فرض ہو چکا تھا۔ انبیاء سابقین کی شریعتوں میں بھی وضو تھا، مگر یہ بات صرف امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الخیہ کی خصوصیات سے ہے کہ قیامت کے دن وضو کی وجہ سے ان کے چہرے، ہاتھ اور پاؤں چمکتے ہوں گے۔ وضو کے فضائل میں بہت حدیثیں وارد ہوئی ہیں جن میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔

- ۱۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن میری امت کے ہاتھ پاؤں اور منہ وضو کی وجہ سے چمکتے ہوں گے (بخاری و مسلم)
- ۲۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے جو کامل وضو کرے اور پھر اشہد ان لا الہ الا الخ تک پڑھے، اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔ (مسلم شریف)



۳۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ مسلمان بندہ جب وضوء کرتا ہے۔ تو کئی کرنے سے منہ کے گناہ ہاتھ دھونے سے ہاتھوں کے گناہ سر کا مسح کرنے سے سر کے گناہ اور پاؤں دھونے سے پاؤں کے گناہ دھل جاتے ہیں (نسائی)

۴۔ نیز فرمایا۔ اس پر ضرور نہ ہونا کہ گناہوں کا ارتکاب شروع کر دو۔ یہ سمجھتے ہوئے کہ وضو میں سب گناہ دھل جائیں گے۔

۵۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے بسم اللہ کہہ کر وضوء کیا، سر سے پاؤں تک اس کا سارا بدن پاک ہو گیا۔ (دارقطنی)

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کو یہ بصیرت حاصل تھی کہ آپ جب لوگوں کا آب وضوء دیکھتے تو بعینہ ان گناہوں کو پہچان لیتے، جو دھل کر پانی میں گرتے۔ ایک مرتبہ جامع مسجد کوفہ میں ایک نوجوان وضوء کر رہا تھا۔ اس کا پانی چوٹیکا تو امام نے فرمایا میرے بیٹے ماں باپ کو ایذا دینے سے توبہ کر۔ چنانچہ اس نے توبہ کی۔ ایک شخص کا دھوون دیکھ کر فرمایا۔ اے بھائی زنا سے توبہ کر۔ ایک شخص کا دھوون دیکھ کر فرمایا شراب پینے اور لہو و لعوب سے توبہ کر۔ چنانچہ ان سب نے توبہ کی بغرض کہ بزرگان دین اولیاء کرام آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ وضوء کے پانی سے گناہ دھلتے ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسُوا وُجُوهَكُمْ

تو اپنے منہ کو اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت

دھوؤ اور سر کا مسح کرو۔ پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھوؤ۔

قرآن پاک میں وضوء کے چار فرض بیان ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ قرآن کے شارح ہیں۔ آپ نے وضوء کرنے کا مفصل طریقہ امت کو بتایا۔ انہیں وضوء کی احادیث سے فقہاء کرام نے مندرجہ ذیل مسائل معلوم کئے جو آپ کے سامنے پیش کئے جا رہے ہیں۔

چار چیزوں کیلئے وضوء کرنا فرض ہے | (۱) ہر نماز کے لئے خواہ وہ فرض ہو۔ یا سنت یا نفل جبکہ بے وضوء ہو۔

(۲) قرآن شریف کے سجدہ کے لئے۔ (۳) نماز جنازہ کے لئے۔



۱۱۔ قرآن کریم کو چھونے کے لئے جبکہ غسل کی حاجت نہ ہو۔  
فائدا۔ طوافِ کعبہ کے لئے وضو کرنا واجب ہے۔

یعنی ان کے لئے وضو کرو تو ثواب ہے اور  
اگرچہ موجب  
ذکر ناپسندیدہ ہے۔

۱۲۔ اٹھ چیزیں جن کیلئے وضو کرنا سنت ہے

عذاب نہیں۔ (۱) اذان (۲) تکبیر (۳) جمعہ اور دونوں عیدوں کے خطبے کے لئے (۴) حضور اکرم  
صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کی زیارت کے لئے (۵) صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنے کے لئے  
(۶) عرفہ میں ٹھہرنے کے لئے (۷) غسل فرض سے پہلے (۸) جس شخص پر غسل فرض ہو اسے کھانا  
کھانے پانی پینے اور سونے سے پہلے۔

یعنی وضو کرو تو ثواب ہے اور نہ  
کرنے پر کچھ گناہ نہیں۔

۱۳۔ ۲۶۵۰ چیزیں جن کیلئے وضو کرنا مستحب ہے

- ۱۔ سونے سے پہلے۔
- ۲۔ سونے کے بعد۔
- ۳۔ مردے کو نہلانے کے بعد۔
- ۴۔ مردے کو اٹھانے کے بعد۔
- ۵۔ عورت سے صحبت کرنے سے پہلے۔
- ۶۔ جب غصہ آجائے اس وقت۔
- ۷۔ زبانی قرآن شریف پڑھنے کے لئے۔
- ۸۔ حدیث شریف اور علم دین پڑھنے اور  
پڑھانے کے لئے۔
- ۹۔ جمعہ اور دونوں عیدوں کے علاوہ  
اور خطبوں کے لئے۔
- ۱۰۔ دینی کتابیں چھونے کے لئے۔
- ۱۱۔ شرمگاہ چھونے کے بعد۔
- ۱۲۔ جھوٹ بولنے کے بعد۔
- ۱۳۔ گالی دینے کے بعد۔
- ۱۴۔ فحش لفظ نکلانے کے بعد۔
- ۱۵۔ کافر سے بدن چھو جانے کے بعد۔
- ۱۶۔ بغل کھجانے کے بعد جب اس میں بدبو ہو۔
- ۱۷۔ غیبت کرنے کے بعد۔
- ۱۸۔ علاوہ نماز کے قہقہہ لگانے کے بعد۔
- ۱۹۔ لغو شعر پڑھنے کے بعد۔
- ۲۰۔ اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد۔
- ۲۱۔ کسی عورت کے بدن سے اپنا بدن بے حائل  
مس ہو جانے کے بعد۔
- ۲۲۔ وضو ہوتے ہوئے کسی نماز کیلئے وضو کرنا۔
- ۲۳۔ ہمیشہ با وضو رہنے کے لئے۔



۲۳۔ سرگناہ کے بعد (۲۵) سرگناہ کے بعد وضو کرنا اگر چہ پیلے سے وضو ہو۔

## وضو کے چار فرض ہیں

**اول منہ دھونا** | شروع پیشانی سے یعنی جہاں سے بال جھننے کی انتہا ہو ٹھوڑی تک طول میں اور عرض میں ایک کان سے دوسرے کان تک منہ ہے۔ اس حد کے

اندہ جلد کے ہر حصہ پر ایک مرتبہ پانی بہانا فرض ہے۔

**فائدہ**۔ کسی عضو کو دھونے کا مطلب یہ ہے کہ اس عضو کے ہر حصہ پر کم سے کم دو بوند پانی بہ جائے۔ صرف عضو کو بھگدینے یا تیل کی طرح پانی سے چپڑ لینے یا ایک آدھ بوند پانی بہ جانے کو دھونا نہیں کہیں گے۔ نہ اس سے وضو و غسل ادا ہوگا۔ اس کا لحاظ ضرور کیجئے۔ بہت لوگ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ اور نمازیں اکارت جاتی ہیں۔

**مسائل فرض اول** | منہ دھونے میں امور ذیل کا خیال رکھنا ضروری ہے۔  
(۱) پانی ماتھے کے سرے پر پڑے۔

۲۔ بالوں کی لٹیں اٹھا کر پانی بہایا جائے۔

۳۔ جس شخص کے سر کے اگلے حصہ کے بال اڑ گئے یا اگے ہی نہیں اس پر وہیں تک منہ دھونا فرض ہے جہاں تک عادتاً عام طور پر بال ہوتے ہیں۔

۴۔ اگر عادتاً جہاں تک بال ہوتے ہیں۔ اس سے نیچے تک کسی کے بال اگے ہوں۔ تو ان زائد بالوں کا جڑ تک دھونا فرض ہے (درمختار)

۵۔ مونچھوں یا بھوڑوں یا بچی کے بال گھسنے ہوں کہ کھال بالکل دکھائی نہ دے۔ تو جلد کا دھونا فرض نہیں۔ بالوں کا دھونا فرض ہے اور اگر ان جگہوں کے بال گھسنے نہ ہوں تو جلد کا دھونا بھی فرض ہے۔

۶۔ اگر مونچھیں بڑھ کر لبوں کو چھپالیں تو اگر چہ گھنی ہوں تو مونچھیں ہٹا کر لب کا دھونا فرض ہے۔

۷۔ لبوں کا وہ حصہ جو عادتاً منہ بند کرنے کے بعد ظاہر رہتا ہے اس کا دھونا فرض ہے۔

۸۔ ڈاڑھی کے بال اگر گھسنے نہ ہوں۔ تو کھال کا دھونا فرض ہے اور اگر ڈاڑھی کے بال گھسنے



- ہوں تو گلے کی طرف دبانے سے جس قدر چہرے کے دائرے میں انہیں ان کا دھونا فرض ہے اور جڑوں کا دھونا فرض نہیں اور جو چہرے کے دائرے سے نکل جائیں ان کا دھونا ضروری نہیں۔
- ۹۔ اگر ڈاڑھی کے بال کچھ حصہ میں گھنے ہوں۔ وہاں کا دھونا فرض ہے اور جہاں چھیدے ہوں اس جگہ کی کھال کا دھونا فرض ہے (مختار)۔
- ۱۰۔ رخسار اور کان کے درمیان جو جگہ ہے جس کو کپٹھی کہتے ہیں۔ اس کا دھونا بھی فرض ہے لوگ اس کا خیال نہیں کرتے۔ کرنا چاہیے۔ ورنہ وضو نہ ہوگا۔
- ۱۱۔ نتھ کا سوراخ اگر بند نہ ہو تو اس میں پانی بہانا فرض ہے۔ اگر تنگ ہو تو پانی بہانے میں نتھ کو حرکت دیں۔ تاکہ پانی بہہ جائے۔ آنکھ کے کوٹے پر پانی بہانا اور پلک کے ہر ایک بال کا پورا پورا دھونا فرض ہے۔

وضو کا دوسرا فرض (۱) ہاتھ دھونا۔ یا درکھو ہاتھ کہنیوں سمیت دھونا فرض ہے کہنیوں سے ناخن تک اگر کوئی جگہ ذرہ بھر بھی دھلنے سے رہ جائیگی

تو وضو نہ ہوگا۔

- ۲۔ کلائی کے بالوں کی جڑیں اور پوسے بالوں پر پانی بہانا فرض ہے۔ اگر کسی ایک بال کی نوک بھی دھلنے سے رہ گئی تو وضو نہ ہوگا۔
- ۳۔ ناخن کے اندر کا میل معاف ہے۔
- ۴۔ انگوٹھیاں چوڑیاں، کنگن وغیرہ اگر اتنے تنگ ہوں کہ نیچے پانی نہ بہے تو ان کو اتار کر دھونا فرض ہے اور اگر ہلا کر دھونے سے پانی بہہ جائے تو ہلانا ضروری ہے اور اگر ایسے ڈھیلے ہیں کہ بغیر ہلانے جلد تک پانی بہہ جائے۔ تو ہلانا ضروری نہیں۔
- ۵۔ ہاتھوں کی آنکھوں گھاٹیاں انگلیوں کی کروٹیں۔ ناخنوں کے اندر جو جگہ خالی ہے۔ کلائی کا ہر بال جڑ سے نوک تک اور کہنی ان سب پر پانی بہہ جانا ضروری ہے۔ اگر ایک فلسہ بھر بھی رہ گیا یا ایک بال کی نوک بھی دھلنے سے رہ گئی تو وضو نہ ہوگا۔
- ۶۔ اگر پانچ کی جگہ چھ انگلیاں ہیں۔ تو سب کا دھونا فرض ہے۔
- ۷۔ کسی شخص کا کہنی تک ہاتھ کٹ گیا۔ مگر کہنی کا کچھ حصہ باقی ہے۔ تو اس کا دھونا ضروری ہے۔



اور اگر کہنی سمیت کٹا ہے۔ تو کٹی ہوئی جگہ کا دھونا ضروری نہیں۔ (بحر و موج)

۸۔ اگر کسی کے ہاتھ کے ساتھ دوسرا زائد ہاتھ بھی ہو اور وہ دونوں گرفت کا کام کرتے ہیں تو دونوں کا دھونا فرض ہے۔ (در مختار)

۹۔ اگر کسی کا ناخن اتنا بڑھ گیا کہ اس نے کچھ پورے کو گھیر لیا اور اس کے نیچے پانی نہ بہا تو ناخن کو کاٹ کر اس کے نیچے پانی بہانا ضروری ہے۔

**وضو کا تیسرا فرض** | چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے اور پورے سر کا مسح کرنا سنت ہے  
مسئلہ ۱۔ سر پر بال نہ ہوں تو کھال کی چوتھائی اور جو بال ہوں تو خاص  
سر کے بالوں کی چوتھائی کا مسح کرنا فرض ہے۔

مسئلہ ۲۔ سر سے بال لٹک رہے ہوں۔ ان کا مسح کرنے سے مسح نہ ہوگا۔ (اطحطاوی)

مسئلہ ۳۔ اگر کسی شخص نے مسح کرنے کے بعد بال منڈائے تو اس کو دوبارہ مسح کر نیکی حاجت نہیں (مراتی الفلاح)

مسئلہ ۴۔ پیشانی کی طرف سر کے مسح کو شروع کرنا سنت ہے (مراتی الفلاح)

مسئلہ ۵۔ اگر کسی شخص نے تین بار سر پر مسح کیا۔ ہر بار نیا پانی بھی لیا تو یہ مکروہ ہے (رد المحتار)

مسئلہ ۶۔ جس شخص نے پورے سر کا مسح کرنا چھوڑ دیا تو وہ گنہگار ہوگا۔ (در مختار)

مسئلہ ۷۔ عمامہ یا دوپٹے پر مسح کرنا کافی نہیں ہے۔ (بحر و موج)

ٹخنوں سمیت پاؤں کا دھونا۔

**وضو کا چوتھا فرض** | مسئلہ ۸۔ دونوں ٹخنوں کا دھونا فرض ہے (در مختار)

مسئلہ ۹۔ اگر کسی کے پاؤں کی انگلی ایک دوسری سے ملی ہوئی ہیں مگر ان کے درمیان پانی نہیں پہنچے

گا تو اس کو ان انگلیوں میں خلال کر کے پانی پہنچانا فرض ہے (در مختار)

مسئلہ ۱۰۔ بعض آدمی کسی بیماری کی وجہ سے انگوٹھوں میں بہت زیادہ کھینچ کر تاگا بانوہ

لیتے ہیں پانی کا بہانا درکنار تاگے کے نیچے بھی پانی نہیں پہنچتا۔ لہذا ان کو اس تاگے کو علیحدہ

کر کے اس جگہ پانی کا بہانا فرض ہے۔ (مراتی الفلاح)

مسئلہ ۱۱۔ عورتوں کے پاؤں میں چھلے اگر ایسے تنگ ہوں کہ ہلانے سے ان کے نیچے پانی بہہ

جائے گا تو ان کو ہلانا فرض ہے۔ ورنہ ان کو اتار کر اس جگہ پانی بہانا فرض ہے (مراتی الفلاح)



مسئلہ ۵۔ اگر پاؤں میں پھٹن ہے اور اس میں موم یا اور کوئی دوا لگا دی ہے۔ اور اس دوا پر پانی کا بہا دینا کافی ہے۔ (مراتی الفلاح)

مسئلہ ۶۔ اگر پاؤں کی پھٹن میں دوا پر ٹھنڈے پانی کا بہانا نقصان دیتا ہے۔ تو گرم پانی سے دھونا فرض ہے اور اگر دونوں نقصان دیتے ہیں تو صرف مسح کرنا کافی ہے۔

## وضو کی سنتیں سولہ ہیں

- ۱۔ وضو کی نیت کرنا۔
- ۲۔ وضو شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا۔
- ۳۔ گتوں تک ہاتھ دھونا۔
- ۴۔ مسواک کرنا۔
- ۵۔ کلی کرنا۔
- ۶۔ ناک میں پانی چڑھانا۔
- ۷۔ کلی اور ناک میں پانی دامنے ہاتھ سے چڑھانا۔
- ۸۔ بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔
- ۹۔ ڈاڑھی کا خلال کرنا۔
- ۱۰۔ ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا۔
- ۱۱۔ ہر دھلنے والی جگہ کو تین بار دھونا۔
- ۱۲۔ پورے سر کا مسح کرنا۔
- ۱۳۔ کانوں کا مسح کرنا۔
- ۱۴۔ اس ترتیب سے منہ دھونا کہ پہلے منہ پھر ہاتھ پھوس۔
- ۱۵۔ ڈاڑھی کے جو بال منہ کے دائرے سے نیچے ہیں۔ ان کا مسح کرنا۔
- ۱۶۔ دھلنے والی جگہ کا ایسے دھونا کہ پہلی جگہ سوکھنے نہ پائے۔

واضح ہو کہ اگر کسی نے وضو کی سنتوں پر عمل نہ کیا تو اس کا وضو تو درست ہو جائے گا مگر ایک آدھ دفعہ ایسا کرنا برا ہے۔ اور سنت پر عمل کرنا باعث اجر و ثواب ہے۔ لیکن سنت مؤکدہ کو چھوڑنے کی عادت ڈال لینا گناہ ہے۔

## مستحب وضو کے ۵۹ ہیں

- ۱۔ پہلے داہنی چیز کا دھونا۔
- ۲۔ دونوں زساروں کو ایک ساتھ دھونا۔
- ۳۔ دونوں کا ایک ساتھ مسح کرنا۔
- ۴۔ انگلیوں کی پیٹھ سے گرن تک مسح کرنا۔
- ۵۔ وضو کرتے وقت کعبہ کی طرف منہ کرنا۔
- ۶۔ وضو کیلئے اونچی جگہ بیٹھنا۔
- ۷۔ دھونے کی جگہوں پر پہلے تیل کی طرح پانی چھڑنا۔
- ۸۔ اپنے ہاتھ سے پانی بھرنا۔



۳۰۔ زبان سے بھی کہہ لینا کہ وضو کرتا ہوں۔

۳۱۔ وضو کی ہر چیز کے دھوتے وقت درود شریف پڑھنا۔

۳۲۔ بعد وضو کے اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَ

اجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ ۵ پڑھنا۔

۳۳۔ وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا۔

۳۴۔ آسمان کی طرف منہ کر کے یہ دعا، سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ

وَمَجْمَدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ

وَأَتُوبُ إِلَيْكَ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا

عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ اور کلمہ شہادت پڑھنا۔

۳۵۔ وضو کے بعد اِنَّا أَنْزَلْنَا پوری سورت پڑھنا۔

۳۶۔ اعضا کے پونچھنے میں کچھ تری چھوڑ دینا۔

۳۷۔ وضو کے بعد ہاتھ جھٹکنا۔

۳۸۔ وضو کے بعد میانی پر پانی چھڑک لینا۔

۳۹۔ وضو کرنے کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا۔

۴۰۔ بلا ضرورت دوسرے سے مدد نہ لینا۔

۴۱۔ کلی اور ناک میں پانی داسنے ہاتھ سے ڈالنا۔

۴۲۔ ہر عضو دھوتے وقت أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ

إِلَّا اللَّهُ اخیر تک پڑھنا۔

۴۳۔ پانی کے زیادہ یا بہت کم خرچ کرنے سے بچنا۔

۴۴۔ وضو میں ہر عضو دھوتے یا مسح کرتے وقت

نیت وضو کو ملحوظ رکھنا۔

۴۵۔ وضو کرتے وقت اپنا ستر نہ دیکھنا۔

۴۶۔ باوجود وضو ہونے کے پھر وضو کر لینا۔

۹۔ دوسرے وقت کے لئے پانی بھر کر رکھنا۔

۱۰۔ انگوٹھی کو حرکت دینا۔

۱۱۔ وقت آنے سے پہلے وضو کر لینا۔

۱۲۔ اطمینان سے وضو کرنا۔

۱۳۔ کپڑوں کو پکتے ہوئے پانی سے بچانا۔

۱۴۔ بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔

۱۵۔ وضو کا برتن مٹی کا ہونا۔

۱۶۔ تانبے وغیرہ کا قلعی دار ہونا۔

۱۷۔ لوٹے اور اسکی مانند چیز کا بائیں طرف رکھنا۔

۱۸۔ طشت اور اسکی مثل چیز کا دہنی طرف رکھنا۔

۱۹۔ بائیں ہاتھ کی چھنگلیا ناک میں ڈالنا۔

۲۰۔ پاؤں کو بائیں ہاتھ سے دھونا۔

۲۱۔ منہ دھونے میں ہاتھ پر پھسایا کر پانی ڈالنا۔

۲۲۔ دونوں ہاتھوں سے منہ دھونا۔

۲۳۔ ہاتھ پاؤں دھونے میں انگلیوں کی

طرف سے پانی بہانا۔

۲۴۔ چہرہ اور ہاتھ پاؤں میں جتنی جگہ کا

دھونا فرض ہے اس اور زیادہ دھونا لینا۔

۲۵۔ پوسے سر کا مسح کرنا۔

۲۶۔ کلمہ کی انگلی سے کان کا مسح کرنا۔

۲۷۔ انگوٹھے سے کان کے اوپر کا مسح کرنا۔

۲۸۔ ہر چیز کو دھو کر اس پر ہاتھ پھیرنا۔

۲۹۔ وضو بہت بھاری برتن سے نہ کرنا۔



۴۶۔ ہر عضو کے دھوتے یا مسح کرتے وقت

بِسْمِ اللّٰهِ اِشْرَاطُ رُحْمٰنَا۔

۴۸۔ کلی کے وقت اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ

وَذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ پڑھنا۔

۴۹۔ ناک میں پانی ڈالنے کے وقت اَللّٰهُمَّ اِرْحَمْنِيْ

اِمْحَاقَ الْجَنَّةِ وَلَا تُرْخِنيْ رَايْحَةَ النَّارِ پڑھنا۔

۵۰۔ منہ دھوتے وقت اَللّٰهُمَّ بَيِّضْ وَجْهِيْ يَوْمَ

تَبْيِيْضِ وُجُوْهِ وَاَسْوَدِ وُجُوْهِ پڑھنا۔

۵۱۔ داہنا ہاتھ دھوتے وقت اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِيْ كِتَابِيْ

بِيَمِيْنِيْ وَحَاسِبِيْ حِسَابًا يَسِيْرًا پڑھنا۔

۵۲۔ بائیں ہاتھ دھوتے وقت اَللّٰهُمَّ لَا تُعْطِنِيْ

كِتَابِيْ بِشِمَالِيْ وَلَا مِنْ وَّرَآءِ ظَهْرِيْ پڑھنا۔

واضح ہو کہ اگر کسی کو یہ دعائیں یاد نہ ہوں تو سب جگہ درو شریف پڑھے اور یہی افضل

ہے۔ دعاؤں کے اردو الفاظ یہ ہیں۔

۳۲۔ اپنی مجھے تو بہ کرنے والوں اور پاک لوگوں

میں کروے۔

۳۳۔ اے اللہ تو پاک ہے میں تیری حمد کرتا ہوں۔

گو اہی دیتا ہوں کہ تیرے سو کوئی معبود نہیں۔

تجھ سے معافی چاہتا ہوں اور تو بہ کرتا ہوں

اور شہادت دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم تیرے بندے اور رسول ہیں۔

۳۴۔ گو اہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سو کوئی معبود

نہیں اس کا کوئی شریک نہیں وہ اکیلا ہے

۵۳۔ سر کے مسح کے وقت اَللّٰهُمَّ اِظْلِمْنِيْ تَحْتِ

عَرْشِكَ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّ عَرْشِكَ پڑھنا۔

۵۴۔ کانوں کا مسح کرتے وقت اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ الَّذِيْنَ

يَسْتَمْعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اِحْسَنَةً پڑھنا۔

۵۵۔ گردن کا مسح کرتے وقت اَللّٰهُمَّ اَحْبِسْ رِقَبَتِيْ

مِنَ النَّارِ پڑھنا۔

۵۶۔ داہنا پاؤں دھوتے وقت اَللّٰهُمَّ ثَبِّثْ قَدَمِيْ

عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ تَنْزُلُ الْاَقْدَامُ پڑھنا۔

۵۷۔ بائیں پاؤں دھوتے وقت اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ ذُنْبِيْ مَغْفُوْرًا

وَسَعِيْبِيْ مَشْكُوْرًا وَتَجَارِقِيْ لَنْ تَبْعُوْا پڑھنا۔

۵۸۔ وضو کا پانی پاک جگہ گرانا۔

۵۹۔ مکروہات وضو سے بچنا۔

اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

۳۸۔ اے اللہ تو میری مدد کر کہ قرآن کی تلاوت کروں۔

تیرا شکر کروں اور اچھی عبادت کروں۔

۳۹۔ اے اللہ تو مجھے جنت کی خوشبو سنکھا۔ اور

جہنم کی بو سے بچا۔

۵۰۔ اے اللہ تو میرے چہرے کو اجالا کر۔ حسن دن

کہ کچھ منہ سپید ہوں اور کچھ منہ سیاہ ہوں۔

۵۱۔ اے اللہ میرا نامہ اعمال میرے دانے ہاتھ میں

دے اور مجھ سے آسان حساب کر۔



- ۵۲۔ اے اللہ میرا نامہ اعمال نہ ہائیں ہاتھ میں  
دے نہ پیٹھ کے پیچھے سے۔
- ۵۳۔ اے اللہ تو مجھے اپنے عرش کے سایہ میں رکھ۔  
جس دن تیرے عرش کے سایہ کے سوا کوئی سایہ  
نہ ہو۔
- ۵۴۔ اے اللہ میرے گناہ بخش دے میری کوشش  
بار آور کر میری تجارت ہلاک نہ ہو۔
- ۵۵۔ اے اللہ میری گردن جہنم سے آزاد فرما دے۔  
۵۶۔ اے اللہ میرا قدم پل صراط پر ثابت رکھ جس  
دن کہ اس پر قدم لغزش کریں گے۔
- ۵۷۔ اے اللہ میری تجارت ہلاک نہ ہو۔

## وضو میں مکروہات میں ان سے بچنا چاہیے

- ۱۔ عورت کے غسل یا وضو کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرے۔
- ۲۔ وضو کے لئے نجس جگہ بیٹھنا۔
- ۳۔ نجس جگہ وضو کا پانی گرانا۔
- ۴۔ مسجد کے اندر وضو کرنا۔
- ۵۔ وضو کرتے میں لوٹے میں قطرے پیکانا۔
- ۶۔ پانی میں رینٹھ کھنکار ڈالنا یا کلی کرنا۔
- ۷۔ دنیا کی بات چیت کرنا۔
- ۸۔ زیادہ پانی خرچ کرنا۔
- ۹۔ اتنا کم خرچ کرنا کہ سنت ادا نہ ہو سکے۔
- ۱۰۔ منہ پر پانی مارنا۔
- ۱۱۔ منہ پر پانی ڈالتے وقت پھونکنا۔
- ۱۲۔ ایک ہاتھ سے منہ دھونا۔
- ۱۳۔ گلے کا مسح کرنا۔
- ۱۴۔ بائیں ہاتھ سے کلی کرنا یا ناک میں پانی چڑھانا۔
- ۱۵۔ داپنے ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔
- ۱۶۔ اپنے لئے کوئی لوٹا خاص کر لینا۔
- ۱۷۔ تین نئے پانیوں سے تین بار سر کا مسح کرنا۔
- ۱۸۔ دھوپ کے گرم پانی سے وضو کرنا۔
- ۱۹۔ ہونٹ یا آنکھیں زور سے بند کرنا۔
- ۲۰۔ ہر سنت کا ترک کرنا مکروہ ہے۔

## متفرق مسائل وضو

- (۱) کلی میں غرغہ بھی کرنا چاہیے۔
- (۲) روزہ دار کو دن میں کلی کرتے وقت غرغہ نہیں کرنا چاہیے۔
- (۳) جس نے حج یا عمرہ کیلئے احرام باندھ لیا ہے سکوڑاڑھی میں خلال کرنا سنت نہیں ہے۔
- (۴) ایک شیطان ہے جو وضو میں وضو سے بچنے کے لئے احوذ



اور لاسول پڑھنی چاہیے۔

(۴) نابالغ بچوں پر وضو فرض نہیں مگر ان سے وضو کرانا چاہیے تاکہ ان کو عادت ہو۔  
اور وضو کا طریقہ آجائے۔

**ناخن کی سُرخی** | آج کل عام رواج ہو گیا ہے کہ مستورات ناخنوں پر سُرخی لگاتی ہیں۔ جو ایک قسم کا روغن ہے اور ذی جرم ہے جس کا پھڑانا وضو غسل میں ضروری ہے کہ بغیر پھڑانے وضو یا غسل کیا تو نہ ہوا اور جب غسل و وضو ہی نہ ہوا تو پھر نماز بھی نہ ہوتی لیکن عام طور پر لوگ اس مسئلہ سے غافل ہیں۔

### مذی کے نکلنے سے صرف وضو لوٹ جانا ہے

عَنْ عَجَلٍ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا مَسَدًا  
فَأَمَرْتُ الْبَيْتَ إِذَا أَنْ يَسْأَلَ  
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فَسَأَلَهُ فَقَالَ فِيهِ الْوَضُوءُ  
حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کہتے ہیں میں ایک  
مرد تھا بہت مذی والا میں نے مقداد سے کہا کہ وہ  
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق دریافت کریں  
پس انہوں نے حضور سے پوچھا آپ نے فرمایا  
مذی کے نکلنے پر وضو ہے (غسل نہیں)۔  
(بخاری شریف)

— مذی۔ اس لیسڈار رطوبت کو کہتے ہیں جو بوقت بوس و کنار شرمگاہ سے نکلتی  
ہے۔ مذی کے نکلنے سے شہوت ختم نہیں ہوتی اس کے برعکس منی گاڑھی ہوتی ہے اس میں  
بدبو بھی ہوتی ہے۔ جب یہ خارج ہوتی ہے تولدت آتی ہے اور منی کے نکلنے کے بعد کون ہو  
جانا ہے۔ اس حدیث میں بنایا گیا ہے کہ ابتدا میں جو رطوبت نکلتی ہے جس کو مذی کہتے ہیں۔  
صرف اس کے نکلنے سے غسل واجب نہیں ہوتا۔ البتہ وضو لوٹ جانا ہے۔ مذی و دی اور منی  
ناپاک ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد بھی تھے اسلئے انہوں نے  
خود اس مسئلہ کے پوچھنے میں شرم کی۔ اور حضرت مقداد کے ذریعے مسئلہ معلوم کرایا جس سے  
یہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی خود مسئلہ پوچھنے میں شرم کرے تو دوسرے کے ذریعے معلوم کرے اسی طرح



اگر عورتیں اپنے مخصوص مسائل کے خود معلوم کرنے میں شرم محسوس کریں۔ تو اپنے شوہروں کے ذریعہ مسائل شرعیہ سے واقفیت حاصل کریں۔

بواسیر کے مرض کے متعلق وضو کے مسائل | بواسیر کے مرض میں اور استیحاغہ میں جو خون نکلتا ہے اس سے وضو ٹوٹ

جائیگا۔ استیحاغہ اس خون کو کہتے ہیں جو عورت کی شرمگاہ سے کسی مرض کی وجہ سے آتا ہے۔ اب اگر استیحاغہ اس حد تک پہنچ گیا کہ اس کو اتنی مہلت نہیں ملتی کہ وضو سے فرض نماز ادا کر سکے تو نماز کا پورا ایک وقت شروع سے آخر تک اسی حالت میں گذر جانے پر اس کو معذور قرار دیا جائیگا۔ اب وہ ایک وضو سے اس وقت میں جتنی نمازیں (فرض) واجب قضا و نفل بچا، پڑھے۔ اس خاص صورت میں خون آنے سے اس کا وضو نہیں جائیگا۔ یہی حکم ہر اس شخص کا ہے جسکو کوئی ایسی بیماری ہے کہ ایک وقت پورا ایسا گذر گیا کہ وضو کے ساتھ نماز فرض ادا نہ کر سکا۔ وہ معذور ہے۔ جیسے قطرہ کا مرض ہو یا دست آنا یا ہوا خارج ہونا یا دکھتی آنکھ سے پانی گرنے یا پھوڑے یا ناسور سے ہر وقت رطوبت بہنا یا کان ناک سے ہر وقت رطوبت نکلنا کہ یہ سب بیماریاں وضو توڑنے والی ہیں۔ ان میں جب پورا وقت ایسا گذر گیا کہ ہر چند کوشش کی مگر وضو کے ساتھ نماز نہ پڑھ سکا تو عذر ثابت ہوا ایسے لوگ ہر نماز کے لئے وضو کریں اور اس ایک وضو سے جیت تک اس کا وقت موجود ہے اس میں جتنی نمازیں چاہیں پڑھ سکتے ہیں۔

وضو میں موزوں پر مسح کرنا جائز ہے اور اس کے ضروری مسائل

واضح ہو کہ وضو میں پاؤں کا دھونا فرض ہے مگر شریعت نے آسانی کیلئے موزوں پر مسح کرنے کو جائز قرار دیا ہے یعنی جو شخص موزہ پہنے ہوئے ہو اگر وہ وضو میں بجائے پاؤں دھونے کے موزوں پر مسح کر لے تو وضو درست ہو جائیگا۔ موزوں پر مسح کا جائز ہونا بکثرت احادیث سے ثابت ہے مگر اس کیلئے یہ بہت ضروری ہے کہ آدمی موزوں پر مسح کرنے کے مسائل سے واقف ہو۔ چند ضروری مسائل درج کئے جاتے ہیں۔



موزوں پر مسح کرنے کے متعلق ضروری مسائل۔ موزوں پر مسح کرنے کیلئے چند شرائط ہیں۔

۱۔ موزے چڑے کے ہوں یا کسی ایسی دبیز چیز کے بنے ہوتے ہوں کہ جن میں سے پانی نہ چھنے جیسے کونج و پلاسٹک وغیرہ۔

۲۔ یہ موزے ایسے ہوں کہ ٹخنے چھپ جائیں۔ اس سے زیادہ ہونے کی ضرورت نہیں اور اگر ایک انگل کم ہو کہ ٹخنے کا کچھ حصہ کھلا رہے تو بھی مسح درست ہے۔ مگر اس میں یہ شرط کہ ایڑی کھلی نہ رہے۔

۳۔ موزہ پاؤں سے چمٹا ہو کہ اسکو پہن کر آسانی کے ساتھ چل پھر سکیں

۴۔ وضو کر کے موزہ پہنا ہو۔ یعنی پہننے کے بعد اور حدث (وضو ٹوٹنے) سے پہلے ایک ایسا

وقت ہو کہ اس وقت میں وہ شخص با وضو ہو خواہ پورا وضو کر کے پہنے یا صرف پاؤں

دھو کر موزہ پہن لے۔ بعد میں وضو پورا کر لے۔ مسح میں دو فرض ہیں۔

اول یہ کہ ہر موزہ کا مسح ہاتھ کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر ہو۔

دوم۔ مسح موزے کی ٹیپ پر کیا جائے۔ تو اگر موزہ کے تلے یا کروٹ یا ٹخنے یا پنڈلی یا

ایڑی پر مسح کیا تو مسح درست نہ ہوگا۔

۵۔ موزہ پر مسح کی مدت مقیم کیلئے، ایک دن ایک رات ہے اور مسافر کیلئے تین دن اور تین رات

مسح کی مدت پہلی بار جو حدث ہوگا اس وقت سے شروع ہوگی جس کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ موزہ پہننے کے بعد پہلی مرتبہ حدث ہوا یعنی وضو جاتا رہا، اس وقت سے مدت کا شمار

ہوگا۔ فرض کیجئے صبح کے وقت موزہ پہنا اور ظہر کے وقت پہلا حدث ہوا تو مقیم دوسرے

دن کی ظہر تک مسح کرے گا۔ اور مسافر چوتھے دن کی ظہر تک مسح کرے گا۔

۲۔ جس پر غسل پر فرض ہو۔ وہ موزوں پر مسح نہیں کر سکتا۔

۳۔ جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے۔ ان سے مسح بھی جاتا رہتا ہے۔

۴۔ مدت پوری ہو جانے سے مسح جاتا رہتا ہے۔ اس صورت میں صرف پاؤں دھولینا کافی

ہے۔ پھر سے پورا وضو کرنے کی حاجت نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ پورا وضو کرے۔

۵۔ موزہ کے اتار دینے سے مسح ٹوٹ جاتا ہے مگر چھ ایک ہی اتارا ہو۔ یوں ہی اگر ایک پاؤں

آدھے سے زیادہ موزہ سے باہر ہو جائے۔ مسح جاتا رہا۔



۶۔ خوب یاد رکھئے کہ سوتی یا اونی موزوں پر مسح جائز نہیں ہے مان کو اتار کر پاؤں دھونا فرض ہے۔

۷۔ مندرجہ ذیل قسم کے موزوں پر مسح کر سکتے ہیں۔

۱۔ اول۔ پورا موزہ ہی چمڑے کا ہو جو ٹخنوں کو ڈھانپ لے یا صرف تلہ چمڑے کا ہو اور باقی حصہ کسی دہیز چیز کا بنا ہو۔ اس پر بھی مسح جائز ہے۔

منعل۔ پر بھی مسح جائز ہے۔ یعنی سوتی یا اونی جراب کا تلہ چمڑہ کا بنا لیا جائے اور اس کو

ساتھ ملا کر سی دیا جائے۔ حدیث میں جن جرابوں پر مسح کا ذکر ہے اس سے ایسا ہی موزہ مراد ہے۔

مجلد پر بھی مسح جائز ہے۔ یعنی اونی یا سوتی جراب پر چمڑہ کا پائتاہ چڑھا لیا جائے مگر اس میں

شرط یہ ہے کہ یہ پائتاہ جرابوں کے ساتھ ہی لیا جائے، اگر سیا نہیں گیا تو مسح جائز نہ ہوگا۔

**وضاحت** موزہ چمڑہ کا ہو یا کسی ایسی چیز کا بنا ہو، ہونا چاہیے جس میں سے پانی نہ

پھنے۔ جیسے پلاسٹک، کمرچ وغیرہ ایسا بوت جو ٹخنے کو ڈھانپ لے اس پر بھی مسح جائز ہے۔

یعنی اگر کسی نے بوت پہنے ہوں اور وضو کرتے وقت ان پر مسح کر لیا و ضرورت ہو گیا لیکن نماز

کے لئے یہ ضروری ہے کہ موزہ یا بوت ایسے نرم چمڑے کا بنا ہوا ہو کہ سجدہ کرنے میں پاؤں کی

انگلیاں مڑ سکیں اور انگلیوں کے پیٹ زمین سے چمٹ سکیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سجدہ میں

پاؤں کی ایک انگلی کے پیٹ زمین سے چمٹ جانا فرض ہے۔ اگر دونو پاؤں سجدہ میں اٹھے

ہے۔ بلکہ اگر صرف انگلی کی نوک زمین سے لگی جب بھی نماز نہیں ہوئی۔ اس مسئلہ سے لوگ

بہت غافل ہیں۔

**فیوض الباری** بخاری شریف کی اردو میں بے مثال شرح مع عربی متن از تصانیف

علامہ سید محمود احمد رضوی قابل مطالعہ کتاب ہے۔ قیمت حصہ اول آٹھ روپے حصہ دوم اول

سوم۔ آٹھ روپے۔ چہارم اور پنجم۔ آٹھ روپے۔ ششم اور ہفتم۔ آٹھ روپے۔ علاوہ معمول

ڈاک

ماننے کا پتہ۔ مکتبہ رضوان بیرون بھائی دروازہ لاہور



# مسواک کے مسائل و فضائل

مسواک کے متعلق ذیل کی احادیث قابل ذکر ہیں

۱۔ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بَطُّ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَنْ -  
حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گزار دی آپ نے (سو کر) آنکھ کر مسواک فرمائی۔

۲۔ عَنْ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَيْتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتُهُ يَسْتَنْ بِسِوَاكِ بَيْنَ يَدَيْهِ لَا يَقُولُ أَعْ أَعْ وَالسِّوَاكِ فِي فَيْهِ كَأَنَّهُ يَتَهَرَّأُ (بخاری)

۳۔ عَنْ ابْنِ حُدَيْفَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشْوِصُ فَاكًا بِالسِّوَاكِ (بخاری)

استننان کے معنی مسواک کرنے کے ہیں۔ یتہرع کے معنی قے کرنے کے ہیں لیکن تکلف کا مطلب یہ ہے کہ مسواک اس طرح فرمایا ہے تھے کہ قے کی سی آواز نکال رہی تھی جیسے حلق میں انگلی یا برش سے صفائی کرتے ہیں ماکہ منہ اور گلے منہ کی الٹاں خارج ہو جائے۔

یشووص کے معنی دھونے، صاف کرنے کے ہیں۔ ابن دقیق العید نے فرمایا کہ اس حدیث سے سو کر اٹھنے کے بعد مسواک کرنے کا استحباب ثابت ہوتا ہے نیند میں معدہ کے بخارات صعود کرتے ہیں۔ اسلئے سو کر اٹھنے کے بعد مسواک کرنے کی ہدایت دی گئی، تاکہ مسواک کے ذریعہ منہ ان الٹشوں سے پاک صاف ہو جائے۔ علامہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ یہ حدیثیں امر پر دال ہیں کہ مسواک کرنا سنت مؤکدہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر مواظبت فرمائی حتیٰ کہ اس کی اہمیت کا یہ عالم ہے کہ عین وفات شریف کے وقت بھی حضور علیہ السلام نے مسواک استعمال



فرمائی (بخاری) (۱) حضور علیہ السلام نے فرمایا اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میری امت پر شاق ہو گا تو میں ان کو ہر دھوکے ساتھ مسواک کرنے کا امر فرماتا۔ (طبرانی)

۲۔ حضرت عائشہ صدیقہ کا بیان ہے کہ حضور اکرم جب باہر تشریف لاتے تو پہلا کام آپ کا مسواک کرنا ہوتا (مسلم تشریف)۔

۳۔ مسواک کا التزام رکھو یہ سبب ہے منہ کی صفائی اور اللہ عزوجل کی رضا کا (احمد)۔

۴۔ دو رکعتیں جو مسواک کر کے پڑھی جائیں افضل ہیں بے مسواک کی ستر رکعتوں سے (ابونعیم)

۵۔ دس چیزیں فطرت سے ہیں یعنی ان کا حکم ہر شریعت میں تھا، مویں کترنا، ڈاڑھی بڑھانا،

مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، ناخن تراشنا، انگلیوں کی چھتیں دھونا، بغل کے بال

دور کرنا، موٹے زیر ناف مونڈنا، استنجا کرنا، کلی کرنا۔

کم سے کم تین مرتبہ دہنے، بائیں، اوپر نیچے دانتوں میں مسواک کرے اور ہر مرتبہ مسواک

کو دھوئے، مسواک نہ بہت نرم ہو اور نہ بہت سخت، ہیلو یا زیتون یا نیم وغیرہ کی کڑوی

لکڑی کی ہو۔ چھنگلیا کے برابر موٹی اور زیادہ سے زیادہ ایک بالشت لمبی ہو۔ اور اتنی چھوٹی

بھی نہ ہو کہ مسواک کرنا دشوار ہو جائے مسواک دہنے ہاتھ سے کرے اور اس طرح ہاتھ میں

لے کر چھنگلیا مسواک کے نیچے اور بیچ کی تین انگلیاں اوپر اور انگوٹھا سرے پر نیچے ہو اور ٹمھٹی

نہ بانڈھے۔ دانتوں کی چوڑائی میں مسواک کرے، لمبائی میں نہیں۔ چت لیٹ کر مسواک نہ کرے

پہلے داہنی جانب کے دانت مانجھے پھر بائیں جانب کے اوپر کے پھر داہنی جانب کے نیچے

کے پھر بائیں جانب کے نیچے کے جب مسواک کرنا ہو تو اسے دھو لے۔ یونہی فارغ ہونے کے

بعد دھو ڈالے اور زمین پر پڑی نہ چھوڑ دے بلکہ کھڑی رکھے۔ اور ریشہ کی جانب اوپر ہو

مسواک جب قابل استعمال نہ رہے تو اسے دفن کر دیا جائے یا کسی پاک جگہ رکھ دی جائے گندگی

میں نہ ڈالی جائے۔ — احناف کے نزدیک مسواک سنت و ضو ہے سنت نماز نہیں۔

ذیل میں غسل کے فرائض و مستحبات اور غسل کرنے

کا طریقہ بیان کیا جاتا ہے جس پر غسل واجب ہے

اس کیلئے اشد ضروری ہے کہ وہ ان مسائل کا خیال رکھے ورنہ غسل نہ ہو گا اور نماز بھی درست نہ ہو گی۔



## غسل کے فرائض | اول کلی کرنا۔ یعنی منہ کے ہر پیرزے گوشے، ہونٹ سے حلق کی جڑ تک ہر جگہ پانی بہہ جائے۔ غسل فرض میں جب تک اس طرح کلی نہ کی جائے

غسل نہ ہوگا۔ بعض لوگ صرف منہ میں تھوڑا سا پانی لے کر اگل دیتے ہیں۔ اور پانی زبان کی جڑوں اور حلق کے کناروں تک نہیں پہنچتا۔ اس طرح کلی کرنے سے غسل نہ ہوگا۔

دوم۔ ناک میں پانی لینا۔ یعنی دونوں نختوں کی جہاں تک نرم جگہ ہے۔ دھلنا ضروری ہے۔ پانی کو سونگھ کر اوپر چڑھانا چاہیے۔ تاکہ بال برابر جگہ بھی دھلنے سے نہ رہ جائے۔ ورنہ غسل ادا نہ ہوگا نیز ناک کے اندر کے بالوں کا دھونا بھی فرض ہے۔

سوم۔ تمام ظاہر بدن پر پانی کا بہہ جانا یعنی سر کے بالوں سے پاؤں کے تلوؤں تک جسم کے ہر پیرزے ہر رنگے ہر بال پر پانی بہہ جانا ضروری ہے۔ صرف پانی کو بدن پر چھڑ لینے سے غسل ادا نہ ہوگا۔ واضح ہو کہ تمام بدن کو دھونے اور اس پر پانی بہانے میں خاص احتیاط کی ضرورت ہے۔ مثلاً

۱۔ بھوٹوں، مونچھوں اور ڈاڑھی کے بالوں کا جڑ سے نوک تک اور ان کے نیچے کی کھال کا دھلنا۔ کان کا ہر پیرزہ اور اس کے سوراخ کا منہ تھوڑی اور گلیے کا جوڑ کہ بے منہ اٹھائے نہ دھلے گا۔ بغلیں بے ہاتھ اٹھائے نہ دھلیں گی۔ بازو کا ہر پہلو پیٹھ کا ہر ذرہ پیٹ کی بلٹیں اٹھا کر دھویں ناف کو انگلی ڈال کر دھویں۔ جبکہ پانی بہنے میں شک ہو۔ جسم کا ہر ذرہ جڑ سے نوک تک ران اور پیڑو کا جوڑ۔ ران اور پنڈلی کا جوڑ۔ جب پیٹ نہ ہائیں تو دونوں سرین کے ملنے کی جگہ کا دھونا کھڑے ہو کر نہانے میں رانوں کی گولائی۔ پنڈلیوں کی کرٹیں۔ ذکر و انٹیسین کے ملنے کی سطحیں بے جُدا کئے نہ دھلیں گی۔ شرمگاہوں کی سطح زیریں جوڑ تک۔ ان کے نیچے کی جڑ تک جس کا ختنہ نہ ہو۔ اگر کھال چڑھ سکتی ہو تو چڑھا کر دھونا ضروری ہے۔ اور کھال کے اندر پانی بہانے کی سطح مسنورا کے لئے ڈھکی ہوئی پستانوں کو اٹھا کر دھونا پستان و شکم کے جوڑ کی تحریر۔ شرمگاہ کے خارج حصہ کا ہر گوشہ دھونا ضروری ہے۔

۲۔ مرد کے سر کے بال اگر گندھے ہوں تو اس کے لئے ان کو کھول کر جڑ سے نوک تک باقی بہانا ضروری ہے۔ اور عورت کے لئے بالوں کی جڑوں کو تر کر لینا ضروری ہے۔ کھولنا ضروری نہیں ہے۔ ہاں اگر چوٹی اتنی سخت گندھی ہو کہ بے کھولے جڑ پر اترنہ ہوں۔ تو کھولنا ضروری ہے۔ کانوں



کے سوراخ اور ناک کے سوراخ میں پانی گزارنا بھی ضروری ہے۔ اس تشریح سے مقصود یہ بتانا ہے کہ غسل فرض تب ادا ہوگا جب کہ ظاہر بدن کے ہر حصہ ہر بال ہر دو ٹکٹے پر پانی بہ جائے

آیت ان کُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا میں تمام بدن کو پاک کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ لہذا بدن کا ہر وہ حصہ جہاں بغیر حرج کے پانی بہایا جاسکے۔ جہاں ضروری ہو اور جہاں پانی کا بہانا مشکل ہے جیسے آنکھوں کے اندر تو وہ جگہ اس حکم میں داخل نہیں رہتا اور ناک میں بلا حرج پانی پہنچایا جاسکتا ہے۔ اسی لئے امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ نے غسل جنابت میں کلی کرنے اور ناک میں پانی لینے کو واجب قرار دیا ہے۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جو شخص غسل جنابت میں بال برابر بھی جگہ بغیر دھوئے چھوڑے گا۔ اس کو عذاب دیا جائیگا حضرت فرماتے ہیں۔  
فَمِنْ ثَمَرِ عَادِيْتٍ رَّاسِيٍّ (مشکوٰۃ ابوداؤد) اسی وجہ سے میں نے اپنے سر کے بالوں کے ساتھ شمنی کی یعنی ان کو منڈوا دیتا ہوں تاکہ غسل جنابت میں کسی بال کے سوکھے رہنے کا احتمال نہ رہے۔

۳۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں جنسی کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا۔  
فَلْيُعِيدِ الْوُضُوْءَ بِالْمُضْمَضَةِ بھول گیا تو اسکو چاہیے کہ وضو کرنے میں ناک  
قَالَ اسْتِنَاقٌ (دارقطنی) میں پانی لے لے اور کلی کرے۔

۴۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

الْمُضْمَضَةُ وَالِاسْتِنَاقُ لِلْجُنُبِ جنسی کے لئے غسل میں کلی کرنا اور ناک میں پانی لینا  
فَرِيضَةٌ (دارقطنی و بیہقی) فرض ہے (فرض علی)

۵۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا جو غسل جنابت میں کلی کرنا اور ناک میں پانی لینا بھول گیا۔ پھر اس نے نماز ٹھہری۔ آپ نے جواب دیا۔

لَا يُعِيدُ الصَّلَاةَ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ نماز نہ لوٹائے مگر وہ شخص جو جنسی تھا یعنی جس نے  
جُنُبًا (بیہقی) غسل جنابت کیا اور کوئی حصہ بدن دھلنے سے رہ گیا۔

۶۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔



۷۔ اِنَّ تَحْتَ كُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةٌ فَاغْتَسِلُوا الشَّعْرَ وَاَنْقُوا الْجُنَابَةَ (ابوداؤد - ترمذی - ابن ماجہ) دھوؤ۔ اور بدن کو خوب اچھی طرح دھوؤ۔ ہر بال کے نیچے جنابت ہے۔ تو غسل میں بالوں کو حضور علیہ السلام نے فرمایا اگر تو غسل فرض میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھول جائے۔

۸۔ وَاَنْتَ جُنُبٌ فَاَعِدْ صَلَاتَكَ (دارقطنی ج ۱) اور تو جنبی ہو اور نماز پڑھ لے تو یہ نازد و بارہ پڑھ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ ایک شخص بھنور نبوی حاضر ہوا۔ عرض کی میں نے غسل جنابت کیا اور فجر کی نماز پڑھ لی۔ پھر مجھے معلوم ہوا کہ ناخن کے برابر جسم کے ایک مقام پر پانی نہیں بہا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

۹۔ لَوْ كُنْتَ مَسَّحْتَ عَلَيْكَ اجْرًا لَوْ كُنْتَ غَسَلْتَ اس جگہ پر پانی بہا لیتا تو کافی تھا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کیا ہم غسل حیض و جنابت کیلئے گندھے ہوئے بالوں کو کھولیں، فرمایا۔ تمہارے لئے اس کی ضرورت نہیں۔

۱۰۔ فَقَالَ لَا - رَسْمٌ حَتَّى تُبْلَغَ شَعْوَرًا سَهَائِمًا تَصَبَّ عَلَيْهِ الْمَاءُ (مسلم شریف) حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ عورتوں کے لئے یہ کافی ہے، کہ تو سر پر پانی ڈالے اور خوب ملے۔ یہاں تک کہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے۔ پھر اس پر پانی بہائے۔

۱۱۔ حَدِيثُ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَلِمَةٌ فِي غَسْلِ جَنَابَتِ كَرَى تَوَاسَّ كَيْلَ بَالٍ كَوْنًا ضَرُورِي نَهِي هِيَ۔ وَلَكِنْ قَصَبُ الْمَاءِ عَلَى صَوْلِي وَتَبْلُغُهُ (دارقطنی) لیکن عورت کیلئے بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچانا اور ان کو تر کرنا ضروری ہے۔

ان احادیث سے مذکورہ بالا مسائل پر روشنی پڑتی ہے اور امور ذیل کی وضاحت بھی ہوتی ہے۔

۱۔ غسل فرض میں کلی کرنا۔ ناک میں پانی لینا۔ جسم کے ہر حصہ پر پانی بہانا فرض ہے۔

۲۔ اگر کوئی شخص غسل فرض میں کلی کرنا یا ناک میں پانی لینا بھول گیا یا جسم کا کوئی حصہ خواہ وہ بال برابر ہی ہو۔ دھلنے سے رہ گیا۔ تو غسل نہ ہوگا۔ اس صورت میں از سر نو غسل کی ضرورت نہیں ہے۔



بلکہ جو چیز غسل میں ادا کرنا بھول گیا ہے اس کو ادا کر کے غسل پورا ہو جائے گا۔ مثلاً کئی کرنا بھول گیا تو اب کئی کر کے غسل صحیح ہو جائیگا۔ اگر بدن کا کوئی حصہ دھونے سے رہ گیا اور نماز پڑھ لی تو نماز نہ ہوگی دوبارہ پڑھے مثلاً کئی کرنا بھول گیا اور نماز پڑھ لی تو اب کئی کر کے دوبارہ نماز پڑھے پورا غسل دوبارہ کرینی ضرورت نہیں جو حصہ بھی پانی کے بہنے سے رہ گیا ہے۔ اس پر پانی بہانے غسل مکمل ہو جائے گا۔

**غسل کی سنتیں** | پہلے نیت کرے پھر دونوں ہاتھ گٹھوں تک دھوئے تین مرتبہ۔ پھر استنجے کی جگہ دھوئے۔ خواہ نجاست ہو یا نہ ہو۔ پھر بدن پر جہاں کہیں نجاست ہو اس کو دور کرے۔ پھر نماز کا سا وضو کرے۔ مگر پاؤں نہ دھوئے۔ ہاں اگر چوکی یا تختے یا پتھر پر نہا رہا ہے تو پاؤں بھی دھولے۔ پھر بدن پر تیل کی طرح پانی چھڑے خصوصاً جاڑے میں پھر تین مرتبہ دھونے موندھے پر پھر بائیں موندھے پر۔ پھر تین مرتبہ سر پر اور تمام بدن پر پانی بہائے۔ اب غسل کی جگہ سے الگ ہو جائے۔ اگر وضو کرنے میں پاؤں نہ دھوئے تھے تو اب دھولے نہانے میں قبلہ رخ نہ ہو تمام بدن پر ہاتھ پھیرے اور ملے۔ باپردہ نہائے۔ نہاتے وقت کسی قسم کی کلام نہ کرے۔ نہ کوئی دعا پڑھے نہانے کے بعد بدن کو تولیہ سے پونچھنا جائز ہے۔

## جنسی اور بے وضو کے احکام و مسائل

- ۱۔ غسل جنابت فی الفور واجب نہیں ہوتا، ہاں جب نماز کا ارادہ کر لے تو واجب ہے۔ اسی طرح اتنی دیر ہوگئی کہ نماز کا آخر وقت آگیا۔ تو اب فوراً نہانا فرض ہے۔ البتہ نہانے میں تاخیر نہ کرنی چاہیے۔ کہ حدیث میں فرمایا۔ جس گھر میں جناب ہو وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔
- فصول بقراطی میں ہے کہ جنابت سے غسل نہ کرنا مرض برص (دفر) پیدا کرتا ہے اور بحالت حیض جماع کرنے سے جذام کا خطرہ ہے۔
- ۲۔ مومن کے بدن پر جب تک کوئی حقیقی ظاہری نجاست مثلاً پاخانہ پیشاب وغیرہ نہ لگا ہو۔



وہ نجس نہیں ہوتا اور اس معاملہ میں مرد عورت کافر مسلمان زندہ مردہ سرب کا ایک حکم ہے۔  
 ۳۔ آدمی بے وضو ہو یا جنبی یہ نجاست اس کی حکمی ہے۔ لہذا اس کا پسینہ، لعاب دہن اور چھوٹا پاک ہے۔ جس پر غسل فرض ہے اسے بغیر ضرورت مسجد میں جانے کے لئے تیمم جائز نہیں۔ ہاں اگر مجبوری ہو جیسے ڈول اسی مسجد کے اندر ہے اور کوئی لانے والا نہیں ہے تو اس ضرورت سے تیمم کر کے جانے اور جلد سے جلد ڈول لے کر نکل آئے۔ اسی طرح مسجد میں سویا تو اختلام ہو گیا تو آنکھ کھلتے ہی جہاں سویا تھا وہیں فوراً تیمم کر کے نکل آئے۔ تاخیر حرام ہے۔

۴۔ جس کو نہانے کی ضرورت ہو (جنبی) اس کو مسجد میں جانا طواف کرنا قرآن مجید چھونا اگرچہ اس کا سادہ حاشیہ یا جلد یا چولی چھوٹے یا دیکھ کر یا زبانی پڑھنا یا کسی آیت کا لکھنا یا آیت کا تعویذ لکھنا یا ایسا تعویذ چھوننا یا ایسی انگوٹھی چھوننا یا پہننا ناجائز ہے جس پر حروف مقطعات ہوں یا ایسا تعویذ یا تختی پہننا جس پر آیات قرآن لکھی ہوں۔ حرام ہے۔

۵۔ جنبی کو اذان کا جواب دینا جائز ہے یونہی سلام کا جواب دینا اور تسبیح و تہلیل اور دو شریف پڑھنا بھی جائز ہے۔ مگر بہتر یہ ہے کہ وضو یا کٹی کر کے پڑھیں۔ صرف قرآن مجید کو دیکھنا اگرچہ حروف پر نظر پڑے اور الفاظ سمجھ میں آئیں اور زبان سے نہیں، بلکہ خیال میں پڑھے جائیں حرج نہیں۔ جنبی اور بے وضو کو فقہ و تغیر حدیث کی کتابوں کا چھونا مکروہ ہے۔ مگر جہاں کاغذ پر قرآن کریم کی آیت لکھی ہو اس پر ہاتھ رکھنا حرام ہے۔ قرآن پاک کا ترجمہ فارسی یا اردو یا کسی اور زبان میں ہو۔ اس کو بھی چھونے اور پڑھنے میں قرآن مجید کا سا حکم ہے۔ جنبی کو قرآن کریم کی کتابت کرنا حرام ہے یونہی بے وضو کو بھی کتابت قرآن کریم جائز نہیں ہے۔

۶۔ بے وضو شخص کو قرآن مجید کو ہاتھ لگانے بغیر پڑھنا۔ زبان یا اشارہ سے ذکر و اذکار درود شریف، تسبیح و تہلیل، درود وظائف میں مشغول رہنا۔ سلام کا جواب دینا اور چھینک کے جواب میں الحمد للہ کہنا یا یہ حکم اللہ سے جواب دینا یا اذان کا جواب دینا جائز ہے۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ ذکر و تسبیح، درود شریف وغیرہ با وضو ہو کر پڑھے۔

۷۔ جو شخص بے وضو ہے اس کو قرآن مجید یا اس کی کسی آیت کا چھونا حرام ہے۔ ہاں بغیر چھونے زبانی یا دیکھ کر پڑھے تو حرج نہیں۔



## حیض و نفاس والی عورت کے احکام

حیض و نفاس والی عورت کا قرآن مجید کو ہاتھ لگانا حرام ہے۔ اگرچہ قرآن مجید کی جلد یا چولی یا حاشیہ کو ہاتھ یا انگلی کی نوک یا بدن کا کوئی حصہ ہی لگے یہ سب حرام ہے۔

۲۔ اسی طرح کرتے کے دامن یا دوپٹے کے آنچل سے یا کسی ایسے کپڑے سے جس کو پہنے اور سے ہوئے ہو۔ قرآن مجید کو چھونا حرام ہے۔ ہاں جزوان میں قرآن مجید ہو۔ تو اس جزوان کے چھونے میں حرج نہیں۔ یونہی رومال وغیرہ ایسے کپڑے سے کپڑا جو نہ اپنا تابع ہو نہ قرآن مجید کا تو جائز ہے اور کرتے کی آستین، دوپٹہ کا آنچل یہاں تک کہ چادر کا ایک گوشہ نہ ہوتے ہو۔ دوسرے گوشے سے قرآن مجید کو چھونا اٹھانا حرام ہے۔ یہ چادر وغیرہ آدمی کے تابع ہے۔ جیسے چولی قرآن مجید کے تابع ہے حیض و نفاس والی عورت کو مسجد میں جانا طواف کرنا۔ قرآن مجید کو دیکھ کر یا زبانی پڑھنا یا کسی آیت کا لکھنا یا آیت کا تعویذ بنانا یا ایسا تعویذ چھونا یا ایسی انگوٹھی چھونا پہننا جس کے نیگنہ پر حروف مقطعات لکھے ہوں حرام ہے۔

۳۔ حائضہ و نفاس والی عورت کا پسینہ اور لعاب دہرا۔ اس کا جو ٹھنڈا پانی اور اس کے ہاتھ کی پکائی ہوئی روٹی وغیرہ پاک ہے۔

۴۔ اپنی حائضہ بیوی کا نیکہ لگا کر قرآن مجید کی تلاوت کرنا جائز ہے۔

۵۔ شوہر کو اپنی حائضہ بیوی سے مباشرت یعنی اس کے ساتھ سونا لیٹنا اگرچہ ایک ہی لحاف میں ہوں۔ اور بوس و کنار جائز ہے مگر جماع حرام ہے۔

۶۔ یہ مباشرت بھی اس کو جائز ہے جو اپنے نفس کو قابو میں رکھ سکے اور جماع نہ کر ڈالے۔

۷۔ بحالت حیض جماع کرنا حرام و ناجائز ہے اور حرام جان کر لیا تو سخت گنہگار ہوگا۔ تو بہ فرض ہے۔ اور حلال جانتا کفر ہے۔

۸۔ حیض وہ خون ہے جو عورت کو ماہوار آتا ہے۔ اور نفاس وہ ہے جو بچہ کی پیدائش کے بعد آتا ہے۔ یہ خون ناپاک ہے اور حیض و نفاس والی عورت نہ نماز پڑھ سکتی ہے اور نہ روزہ رکھ سکتی ہے۔ بحالت حیض کی نمازیں معاف ہیں۔ مگر پاک ہونے پر روزہ کی قضاء واجب ہے۔



# نماز کے فرائض و اجبات و مکروہات و مفسدت

نماز کے سات فرض ہیں | تکبیر تحریمیہ، قیام، قرأت، رکوع، سجدہ، قعدہ اخیرہ، خروج  
بعینہ نماز کے ان سات فرائض کی تفصیل سے تو آپ آگاہ

ہیں یہاں ہم صرف ان امور پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں جن سے نمازیوں کی اکثریت بے خبر رہ کر اپنی  
نمازوں کو برباد کر رہی ہے۔ یا ان کی نمازیں مکروہ تحریمیہ ہو رہی ہیں۔

تکبیر تحریمیہ | یعنی نماز کے شروع کرنے کے لئے اللہ اکبر کہنا۔ اس مسئلہ میں دو باتوں کا لحاظ  
رکھنا بہت ضروری ہے۔ اول یہ کہ مقتدی امام کی تکبیر کے بعد تکبیر کہے۔ اگر پہلے

کہہ لے گا تو نماز نہ ہوگی۔ دوم یہ کہ تکبیر تحریمیہ کھڑے ہو کر کہنا فرض ہے۔ بعض لوگ امام کو رکوع میں  
پا کر تکبیر کہتے ہوئے فوراً رکوع میں چلے جاتے ہیں اور جھک جاتے ہیں ان کی نماز نہیں ہوتی۔

قیام | کھڑے ہو کر نماز پڑھنا فرض ہے۔ یہاں بھی دو ضروری باتیں سمجھ لیجئے۔ اول یہ کہ کھڑے  
ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں پاؤں پر کھڑا ہو۔ بعض لوگ ایک پاؤں تو زمین پر

جما لیتے ہیں اور دوسرا اٹھا لیتے ہیں۔ یہ مکروہ تحریمیہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح جتنی  
نمازیں پڑھی گئی ہیں۔ اس کو دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ دوم یہ کہ عموماً دیکھا ہے کہ ذرا بخار،

نزہ ہو یا کوئی معمولی سی تکلیف ہوئی لوگ بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں، حالانکہ یہ ایسے نفس ہوتے ہیں جو  
سیر پھیلوں سے اترتے ہیں، مسجد تک چل کر آتے ہیں، راستہ طے کرتے ہیں، کوئی دوسرے بل جٹے

تو اس سے کھڑے کھڑے گفتگو بھی کر لیتے ہیں۔ مگر نماز بیٹھ کر پڑھتے ہیں۔ ان کی نماز نہیں ہوتی۔  
اس مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ اگر عصا یا خادم یا دیوار سے ٹیک لگا کر بھی کھڑا ہونے کی طاقت

ہے تو تکبیر کھڑے ہو کر کہے پھر بیٹھ جائے۔ مطلب یہ ہے کہ جتنی دیر بھی کھڑے ہونے کی طاقت ہے  
کھڑے ہو کر ہی نماز پڑھے۔ پھر جب طاقت نہ رہے بیٹھ جائے (اس مسئلہ سے عوام بہت لاپرواہ ہیں)

قرأت | مطلق قرآن کا پڑھنا نماز میں فرض ہے (۱) اس کا مطلب ہے کہ اتنی آواز سے پڑھے کہ ہر  
صدا فرض نماز و نرسنت ہو کہ وہ کھڑے ہو کر پڑھنا ضروری ہے۔ ہاں اگر عقد ہو تو اسکے مسائل آئندہ صفحات میں

آئے ہیں خوب غور سے پڑھیں۔



حرف علیحدہ علیحدہ ہو جائے (۲) اور پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ اتنی آواز سے پڑھے کہ خود اس کا نفس سن سکے۔ اب اگر اتنی سست آواز سے قرأت کی کہ خود بھی الفاظ قرآن نہ سن سکا، نماز نہ ہوگی۔

رکوع کا طریقہ یہ ہے کہ اتنا جھکے کہ ہاتھ گھٹنے تک پہنچ جائیں، یہ رکوع کا ادنیٰ درجہ ہے اور پورا رکوع یہ ہے کہ پیٹھ سیدھی بچھائے تاکہ سر سرین کے بالکل مقابل آجائے۔ اگر ادنیٰ درجہ کا رکوع نہ کیا نماز نہ ہوگی، بعض لوگ ذرا سا بھکتے ہی سجدہ میں آجاتے ہیں۔ ان کی نماز بالکل نہیں ہوتی۔

## رکوع

سجدہ کا طریقہ یہ ہے کہ ناک اور پیشانی زمین پر جم جائے۔ اگر صرف

## سجدہ

پیشانی یا ناک کی نوک زمین پر رکھی جائے تو نماز نہ ہوگی۔ ایک بہت ضروری

مسئلہ جس سے بڑے بڑے عالم و فاضل بھی لاپرواہی برت رہے ہیں اور اپنی اور عوام کی نمازوں

کو برباد کر رہے ہیں مسئلہ یہ ہے کہ سجدہ میں پاؤں کی ایک انگلی کے پیٹ کا زمین سے لگ جانا شرط ہے۔ اور

چھ انگلیوں کے پیٹ کا لگنا واجب اور دوسروں کا سنت مؤکدہ ہے۔ اب اگر ایک انگلی کا پیٹ

زمین سے نہ لگا، نماز قطعاً نہ ہوئی اور اگر چھ انگلیوں کا پیٹ زمین سے نہ لگا۔ واجب چھوٹ

گیا۔ نماز مکروہ تحریمی ہوئی، دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ اس مسئلہ کو عوام و خواص کی اکثریت بھول

چکی ہے۔ احتیاط کیجئے۔

سجدہ میں یہ بھی ضروری ہے کہ زمین کی سختی ناک اور پیشانی کو

## سجدہ کے ضروری مسائل

محسوس ہو۔ اب اگر کسی نرم چیز گھاس، روٹی، بومدق، قالین پر

سجدہ کیا اور پیشانی جم گئی۔ یعنی اتنی دبی کہ اب دوبارہ دبانے سے اور نہ دبے گی سجدہ ہو گیا۔ ورنہ

نہیں۔ ریل کے کمائی دار گدیوں پر سجدہ نہیں ہوتا۔ عمامہ کے بیچ پر سجدہ کیا کہ ماتھا خوب جم گیا۔

سجدہ ہو گیا۔ ورنہ نہیں۔ اسی طرح ایسی جگہ پر سجدہ نہیں ہو سکتا جو جگہ قدموں کی جگہ سے ۱۲-۱۱ انگل

سے زیادہ اونچی ہو۔

یعنی نماز کی تمام رکعتوں کے بعد اتنی دیر بیٹھ جانا کہ پوری التحیات

## قعدہ اخیرہ

رسولہ تک پڑھ لی جائے فرض ہے۔

یعنی اپنے کسی فعل کے ذریعہ نماز سے باہر آنا۔

## خروج بصدعہ



## نماز کی شرطیں

نماز کی صحت کے لئے چھ شرطیں ہیں جن کی ضروری تفصیل نظر ناظرین ہے

یاد رہے کہ جیتک ان شرائط پر عمل نہ ہوگا نماز نہ ہوگی۔

۱۔ طہارت نماز کی پہلی شرط ہے۔ یعنی نماز کا بدن کپڑے اور جس جگہ نماز پڑھ رہا ہے۔ وہ ہر قسم کی نجاست سے پاک ہو۔

۲۔ ستر عورت نماز کی دوسری شرط ہے۔ مرد کے لئے زیر ناف سے لے کر گھٹنوں تک اپنے بدن کو چھپانا ضروری ہے۔ ناف ستر میں داخل نہیں گھٹنے داخل ہیں۔ پھر یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ ایسا باریک کپڑا جس سے بدن کا وہ حصہ جس کا نماز میں چھپانا ضروری ہے نظر آئے۔ ایسے کپڑے سے نماز نہ ہوگی۔ بعض لوگ باریک تہ بند یا ساڑھی پہن کر نماز پڑھتے ہیں جن سے گھٹنے اور ران چمکتی ہے۔ اس طرح نماز نہیں ہوتی۔

## عورتوں کے لئے

نماز میں عورتوں کے لئے ہاتھ، کلائی، پاؤں، ٹخنوں تک صرف چہرہ کی ٹکلی کے سوا تمام بدن کا چھپانا ضروری ہے۔ لٹکتے ہوئے بال۔ گردن

کان یہ بھی چھپانے چاہئیں۔ اگر حالت نماز میں کان یا چوتھائی بازو یا کوئی عضو چوتھائی۔ بقدر ایک رکن سبحان ربی الاعلیٰ کہنے کی مقدار کھلا رہا تو نماز نہ ہوگی۔

## باریک دوپٹے

بعض عورتیں ایسا باریک دوپٹہ اور ڈھنتی ہیں جن سے بالوں کی سیاہی نظر آتی ہے یا ایسے باریک کپڑے پہنتی ہیں جن سے اعضا چمکتے ہوئے نظر

آتے ہیں۔ ایسے لباس سے ہرگز نماز نہیں ہوتی اسلئے عورتوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے تمام جسم کو سوانے چہرے، ہاتھ، کلائی اور پاؤں کے ایسے کپڑے چھپائیں کہ بدن نظر نہ آئے۔

۳۔ نماز کی تیسری شرط قبلہ کی طرف منہ کرنا ہے۔

۴۔ چوتھی شرط وقت ہے کہ صبح وقت میں پڑھی جائے۔ لوگ عصر کی نماز بہت جلد پڑھ لیتے ہیں یا بعض بالکل قریب غروب آفتاب پڑھتے ہیں۔ اس کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہئے۔

۵۔ پانچویں شرط نیت ہے۔ نیت دل سے کر لینا کافی ہے۔ زبان سے لمبی چوڑی عبارت ادا کرنا ضروری نہیں ہے۔ نیت کا مطلب یہ ہے کہ جب نماز سے پوچھا جائے کہ کونسی نماز پڑھ رہے ہو تو وہ بلا تردد بتا دے۔ ظہر کی عصر کی وغیرہ وغیرہ۔ ہاں زبان سے کہہ لینے میں بھی حرج نہیں۔



# واجبات نماز کا بیان

نماز میں کل ۳۳ واجب ہیں

- ۱۔ تکبیر تحریمہ میں اللہ اکبر کہنا۔
- ۲۔ فرضوں کی تیسری اور چوتھی رکعت کے سوا باقی نمازوں کی ہر رکعت میں الحمد پڑھنا۔
- ۳۔ سورۃ ملانا قرآن کی ایک بڑی آیت جڑ چھوٹی تین آیتوں کے برابر یا تین چھوٹی آیتیں پڑھنا۔
- ۴۔ فرضوں کی پہلی دو رکعتوں اور واجب سنت و نفل کی ہر رکعت میں الحمد پڑھنا اور ساتھ سورۃ ملانا۔
- ۵۔ الحمد کا سورۃ سے پہلے پڑھنا۔
- ۶۔ ہر رکعت میں سورۃ سے پہلے ایک ہی بار الحمد پڑھنا۔
- ۷۔ الحمد اور سورۃ کے درمیان کچھ اور نہ پڑھنا۔
- ۸۔ قرأت کے فوراً بعد رکوع کرنا۔
- ۹۔ ایک سجدہ کے بعد بلا فصل دوسرا سجدہ کرنا۔
- ۱۰۔ تعدیل ارکان یعنی رکوع سجود قومہ اور علیہ میں کم از کم ایک مرتبہ بحسن التذکین کے بقدر ٹھہرنا۔
- ۱۱۔ قومہ یعنی رکوع سے سیدھا کھڑا ہونا۔
- ۱۲۔ جلسہ یعنی دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا۔
- ۱۳۔ قعدہ اولے اگرچہ نفل نماز ہو۔
- ۱۴۔ فرض و وتر و سنن مؤکدہ میں قعدہ اولے میں شہد پر کچھ نہ پڑھنا۔
- ۱۵۔ دونوں قعدوں میں پورا شہد پڑھنا۔
- ۱۶۔ سلام پھیرتے وقت لفظ السلام دو بار واجب ہے اور لفظ علیکم واجب نہیں ہے۔
- ۱۷۔ وتر میں دعلثے قنوت پڑھنا۔
- ۱۸۔ تکبیر قنوت۔
- ۱۹۔ نماز عیدین کی چھوڑوں تکبیریں۔
- ۲۰۔ نماز عیدین میں دوسری رکعت کی تکبیر رکوع۔
- ۲۱۔ اور اس تکبیر کیلئے لفظ اللہ اکبر کہنا۔
- ۲۲۔ ہر چہری نماز یعنی مغرب و عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں اور فجر جمعہ عیدین تراویح اور رمضان شریف کے وتروں کی ہر رکعت میں امام کو بلند آواز سے قرأت کیے نا۔
- ۲۳۔ ظہر و عصر میں آہستہ پڑھنا۔
- ۲۴۔ ہر واجب فرض کا اسکی جگہ پر ہونا۔
- ۲۵۔ ہر رکعت میں رکوع ایک ہی بار کرنا۔
- ۲۶۔ سجدہ کا ہر رکعت میں دو ہی بار کرنا۔
- ۲۷۔ دوسری رکعت سے پہلے قعدہ نہ کرنا۔
- ۲۸۔ چار رکعت والی نماز میں تیسری رکعت پر قعدہ نہ کرنا۔
- ۲۹۔ آیت سجدہ پڑھی ہو تو سجدہ تلاوت کرنا۔
- ۳۰۔ سہو ہوا ہو تو سجدہ سہو کرنا۔



۳۱۔ دو فرض یا دو واجب و فرض کے درمیان ایک تسبیح کے بقدر وقفہ نہ کرنا۔

۳۲۔ جب امام قرأت کرے بلند آواز سے ہو خواہ آہستہ اس وقت مقتدی کا چپ رہنا۔

۳۳۔ قرأت کے سوا تمام واجبات میں امام کی پیروی کرنا یہ کل ۳۳ واجب ہیں۔ ان میں سے

اگما ایک بھی بھول کر ترک ہو گیا تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔ اگر سجدہ سہو کر لیا تو نماز پو

جائے گی۔ ورنہ نماز دہرانا واجب ہوگا۔

یہ ہے کہ قعدہ اخیرہ میں التحیات سجدہ و رسولہ تک پڑھ کر  
سجدہ سہو کا طریقہ | صرف دہنی جانب سلام پھیرے اور فوراً دو سجدے جس طرح

کہ سجدہ کرتے ہیں کرے پھر بیٹھ کر التحیات مع درود دعاء وغیرہ پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیرے۔

سنت مؤکدہ و وتر کی تعداد | فجر سے پہلے۔ دو رکعت۔

ظہر سے پہلے چار رکعت اور اس کے بعد دو رکعت۔

مغرب کے بعد۔ دو رکعت عشاء کے بعد۔ دو رکعت۔

عشاء کے بعد۔ تین وتر واجب ہیں۔

نماز جمعہ سے قبل چار عدد سنت نماز جمعہ کے بعد چار رکعت  
جمعہ کی سنت مؤکدہ | پھر دو رکعت یعنی جمعہ کی کل سنت مؤکدہ دس عدد ہیں۔

ان سنتوں کے ادا کرنے کی حضور علیہ السلام نے تاکید فرمائی ہے۔

چار رکعت یا دو رکعت کی نیت کر کے ہاتھ  
سنت مؤکدہ ادا کرنے کا طریقہ | باندھ لے۔ ثناء اٹھو ذر بسم اللہ شریف پڑھے

اس کے بعد کوئی چھوٹی یا بڑی سورت پڑھے یا کم از کم تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت

جو تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہو۔ پڑھے۔ اس کے بعد حسب دستور رکوع و سجود کر کے دوسری

رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے۔

دوسری رکعت میں اب صرف بسم اللہ پڑھے کر الھی شریف پڑھے اور سورت ملائے اور

رکوع و سجدہ حسب دستور کر کے قعدہ (اولیٰ) کے لئے بیٹھے اور اس میں التحیات صرف عبدک

و رسولہ تک پڑھے اور بغیر تاخیر کئے تیسری کے لئے کھڑا ہو جائے اور حسب دستور



قرأت و رکوع و سجدہ کر کے قعدہ اخیرہ کرے اور اس آخری قعدہ میں التحیات پورا پڑھ کر درود شریف و دعاء وغیرہ پڑھ کر سلام پھیرے اور اگر سنت مؤکدہ دو رکعتی ہو دوسری رکعت پوری کر کے قعدہ اخیرہ کرنا چاہیے اور اس قعدہ میں مکمل التحیات درود شریف اور دعاء وغیرہ پڑھ کر سلام پھیرے۔

**فرض نماز پڑھنے کا طریقہ** | فرض نماز بھی مذکورہ بالا طریقہ ہی سے ادا کی جائے گی مگر فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں الحمد شریف کے ساتھ سورۃ کا پڑھنا

واجب ہے۔ البتہ فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں صرف الحمد شریف یا تین مرتبہ سبحان کہہ کر رکوع کرے۔ یا اتنی دیر خاموش رہ کر رکوع کر لے تب بھی نماز پوری جائیگی لیکن فرض نماز کی تیسری چوتھی رکعت میں صرف الحمد شریف کا پڑھنا افضل ہے۔ اور الحمد شریف کے ساتھ سورۃ کا دلانا یا خاموش رہنا مکروہ ہے۔ البتہ اگر کسی نے فرض نماز کی تیسری یا چوتھی رکعت میں الحمد شریف کے ساتھ سورۃ ملائی تو سجدہ سہولاً لازم نہ ہوگا۔

**وتر سنت مؤکدہ اور نفل نماز کے متعلق بات** | یاد رکھئے کہ وتر سنت مؤکدہ اور محض نفل نماز کی ہر رکعت میں الحمد شریف کے ساتھ کسی سورۃ یا آیت کا پڑھنا واجب ہے۔ اگر ترک کریگا تو سجدہ سہولاً لازم آئے گا۔

(۲) سنت غیر مؤکدہ چار رکعتی کے بعد قعدہ میں بھی پوری التحیات اور درود دعاء وغیرہ کا پڑھنا ضروری ہے اور تیسری رکعت میں ثناء، تعوذ، بسم اللہ پڑھ کر الحمد شریف اور اسکے ساتھ کوئی سورۃ پڑھنی چاہیے۔ ان مسائل کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے۔

## فرض واجب آیت سجدہ اور اقتداء کے مسائل

- ۱۔ خوب یاد رکھئے فرائض نماز میں سے اگر کوئی بھولے سے یا قصداً چھوٹ جائے تو نماز نہ ہوگی۔ دوبارہ پڑھنی ضروری ہے۔
- ۲۔ واجبات نماز میں سے اگر کوئی واجب قصداً چھوڑ دیا تو نماز دوبارہ پڑھنی ضروری ہے۔
- ۳۔ اور اگر کوئی واجب بھولے سے چھوٹ جائے تو سجدہ سہولاً ضروری ہے۔ سجدہ سہولاً سے نماز درست ہو جائے گی۔



۴۔ امام و مقتدی کے درمیان اتنا چوڑا راستہ ہو جس میں بیل گاڑی گذر سکے تو اقتدا صحیح نہیں۔ جمعہ و عید کے موقع پر عوام و خواص اس مسئلہ کا خیال نہیں رکھتے اور لوگوں کی عید جمعہ کی نماز ادا نہیں ہوتی۔

۵۔ ایک نماز میں چند واجب ترک ہو جائیں تو سب کیلئے ایک سجدہ سہو کافی ہے۔

۶۔ واجب کی تاخیر رکن کی تقدیم یا تاخیر یا واجب کو مکرر کرنا واجب میں تغیر کرنے کی صورت میں بھی سجدہ سہو کر لینے سے درست ہو جائے گی۔

۷۔ نماز میں آیت سجدہ پڑھی۔ تو اس کا سجدہ نماز ہی میں کر لینا واجب ہے۔ بیرون نماز نہیں ہو سکتا۔ اور اگر قصداً نہ کیا تو گنہگار ہوا۔ تو بہ لازم ہے۔

بہت سخت گناہ ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ اس میں جو کچھ گناہ ہے اگر کرنے والا جانتا تو چالیس برس تک کھڑے

پہننے کو یا سو برس تک کھڑے رہنے کو یا زمین میں دھنس جانے کو نماز کے آگے سے گزرنے سے بہتر جانتا۔

ذیل میں چند وہ امور درج کئے جاتے ہیں جن سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ اور اس کو دوبارہ پڑھنا ضروری ہوتا ہے۔

## مفسدات نماز

— نماز میں قصداً یا سہواً یا خطائاً۔ کلام کرنے یا زبان سے سلام کرنے یا سلام کا جواب دینے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

— کسی کو چھینک آئی تو اس کے جواب میں نماز نے یہ جھک لٹک کہا یا خوشی کی خبر سن کر نماز میں الجھ لٹک کہا یا شیطان کا ذکر سن کر نماز میں اس پر لعنت بھیجی تو نماز فاسد ہو گئی۔

— مصلیٰ نے اپنے امام کے سوا دوسرے کو لقمہ دیا یا آہ۔ اوہ۔ آف۔ تف یہ الفاظ صریحاً مصیبت کی وجہ سے زبان سے نکلے۔ یا آواز سے رو یا اور حروف پیدا ہوئے۔ ان سب رتوں میں نماز جاتی رہی۔

**فانکلا**۔ اگر رونے میں صرف آنسو نکلے آواز و حروف نہیں نکلے تو حرج نہیں، اسی طرح مریض کی زبان سے بے اختیار آہ۔ اوہ۔ نکلی۔ چھینک کھانسی۔ جاہی اور ڈکار میں جتنے حروف مجبوراً نکلتے ہیں۔ معاف ہیں۔ یعنی ان صورتوں میں نماز فاسد نہیں ہوگی۔

— نماز کے اندر کھانا پینا مطلقاً نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔ قصداً ہو یا بھول کر۔ تھوڑا ہو یا زیادہ حتیٰ کہ اگر تل بغیر چبائے نگل لیا یا کوئی قطرہ اس کے منہ میں گرا اور اس نے نگل لیا۔ نماز جاتی رہی۔



— دانتوں کے اندر کوئی چیز رہ گئی۔ اگر وہ چنے برابر ہے۔ اس کو نکل گیا۔ نماز فاسد ہو گئی اور اگر چنے سے کہہ ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

— اگر نمازی کو کسی نے ایک دم بعد تین قدم کے کھینچ لیا یا دھکیل دیا تو نماز فاسد ہو گئی۔

— عورت نماز میں تھگی مرد نے بوسہ لیا یا شہوت کے ساتھ اس کے بدن کو ہاتھ لگایا تو نماز فاسد ہو گئی۔ اور اگر مرد نماز میں تھا اور عورت نے ایسا کیا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ جب تک مرد کو شہوت نہ ہو۔

— منہ کو قبلہ سے پھیرنا۔ پے در پے تین بال اپنے جسم کے کسی حصہ سے اکھیرنا۔ ایک رکن میں رشتہ سجدہ بار کوع یا قیام میں تین بار اس طرح کھانا کہ کھجا کر ہاتھ ہٹالیا، پھر کھجا یا پھر ہاتھ ہٹالیا، نماز فاسد ہو گئی۔

— اور اگر جسم کے ایک حصہ پر ہاتھ رکھ کر چند مرتبہ کھجا یا مگر ہاتھ اس حصہ جسم سے علیحدہ نہ کیا تو نماز فاسد ہوگی۔

— عمل کثیر سے بھی نماز فاسد ہو جاتی ہے جس کام کے کرنے والے کو دور سے دیکھ کر گمان غالب ہو کہ نماز میں نہیں تو وہ عمل کثیر ہے۔

— ناپاک جگہ پر سجدہ کرنا۔ قرآن مجید کو دیکھ کر نماز میں پڑھنا۔ قرآن مجید ایسا غلط پڑھنا کہ جس سے معنی بدل جائیں۔ نماز فاسد ہو جائے گی۔

— نمازی کے آگے سے کسی کا گزرنا نماز کو فاسد نہیں کرتا۔ خواہ گزر نیوالا مرد ہو یا عورت کتا ہو یا گدھا۔

ذیل میں نماز کے بعض وہ مکروہات تحریمیہ لکھے جاتے ہیں جنکی وجہ سے نماز مکروہ تحریمیہ ہوتی ہے اور نماز کو دوبارہ پڑھنا ضروری ہوتا ہے

## نماز کے مکروہات تحریمیہ

۱۔ کپڑے یا ڈاڑھی یا بدن کے ساتھ کھیلنا۔ کپڑا سمیٹنا مثلاً سجدہ میں جاتے وقت آگے یا پیچھے سے کپڑا اٹھالینا، اگر چہ گرد سے بچانے کے لئے کیا ہو۔ اور بلا وجہ ہو تو اور زیادہ مکروہ۔ کپڑا لٹکانا مثلاً سر یا مونڈھے پر اس طرح ڈالنا کہ دونوں کنارے لٹکتے ہوں۔ یہ سب مکروہ تحریمی ہیں۔

۲۔ رونال یا شمال یا رضنائی یا چادر کے کنارے دونوں مونڈھوں سے لٹکتے ہوں یہ مکروہ تحریمی ہے اور ایک کنارہ دوسرے مونڈھے پر ڈال دیا اور دوسرا لٹک رہا ہے۔ تو حرج نہیں اور اگر ایک مونڈھے پر ڈالا۔ اس طرح کہ ایک کنارہ پیٹھ پر لٹک رہا ہے اور دوسرا پیٹ پر جیسے عموماً اس

۳۔ یہ ایک فرضی صورت ہے اور مقصود صرف مسئلہ بتانا ہے۔



زمانہ میں ہونڈھوں پر رومال رکھنے کا طریقہ ہے تو یہ بھی مکروہ ہے۔

۳۔ لنگریاں ہٹانا مکروہ تحریمی ہے مگر جس وقت کہ پورے طور پر وجہ سنت سجدہ ادا نہ ہوتا ہو تو ایک بار کی اجازت ہے اور بچا بہتر اور بغیر ہٹائے واجب ادا ہوتا ہو تو ہٹانا واجب ہے۔ اگرچہ ایک بار سے زیادہ کی حاجت پڑے۔

۴۔ کوئی آستین ادھی کلائی سے زیادہ چڑھی ہوئی ہو۔ خواہ پیشتر سے چڑھی ہو یا نماز میں چڑھائی بہر صورت مکروہ تحریمی ہے۔ دامن سمیٹے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

۵۔ انگلیاں چٹخانا۔ انگلیوں کی قبیحی باندھنا یعنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا مکروہ تحریمی ہے۔

۶۔ مکر پر ہاتھ رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔ نماز کے علاوہ بھی مکر پر ہاتھ نہ رکھنا چاہیے۔

۷۔ نماز پڑھتے وقت ادھر ادھر منہ پھیر کر دیکھنا مکروہ تحریمی ہے۔ کل چہرہ پھر گیا ہو یا بعض اور اگر منہ نہ پھیرے صرف کنکھیوں سے ادھر ادھر بلا حاجت دیکھے تو کراہت تنزیہی ہے اور نادرا کسی غرض صحیح سے ہو تو اصلاح حرج نہیں۔ آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا بھی مکروہ تحریمی ہے۔

۸۔ تشہد یا سجدوں کے درمیان میں کتے کی طرح بیٹھنا یعنی گھٹنوں کو سیلنہ سے ملا کر دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھ کر سرین کے بل بیٹھنا مکروہ تحریمی ہے۔

۹۔ مرد کو سجدہ میں کلائیوں کو بچھانا بھی مکروہ تحریمی ہے۔

۱۰۔ کسی شخص کے منہ کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ یونہی دوسرے شخص کو نماز پڑھنے والے کی طرف منہ کرنا بھی ناجائز و گناہ ہے۔ یعنی اگر مصلی کی جانب سے ہو تو کراہت مبطلی پر ہے ورنہ اس پر ۱۱۔ کپڑے میں اس طرح لپٹ جانا کہ ہاتھ بھی باہر نہ ہو مکروہ تحریمی ہے۔ نماز کے علاوہ بھی بے ضرورت اس طرح کپڑے میں لپٹنا نہ چاہیے۔ اور خطرہ کی جگہ سخت ممنوع ہے۔

۱۲۔ اعتجار یعنی پگڑی اس طرح باندھنا کہ بیچ سر پر نہ ہو مکروہ تحریمی ہے نماز کے علاوہ بھی اس طرح عامہ باندھنا مکروہ ہے۔ یونہی ناک اور منہ کو پھپھانا اور بے ضرورت کھنکار نکالنا یہ سب مکروہ تحریمی ہیں۔

۱۳۔ نماز میں قصداً جلاہی لبنا مکروہ ہے اور خود آئے تو حرج نہیں مگر روکنا مستحب ہے مگر روکے



سے نہ رگ کے تو ہونٹ کو دانتوں سے دباٹے اور اس پر بھی نہ رگ کے تو داہنیا یا بائیں ہاتھ منہ پر رکھدے یا آستین سے منہ چھپالے۔ قیام میں داہنے ہاتھ سے ڈھانکے اور دوسرے مواقع پر بائیں سے۔

— مسئلہ۔ اُلٹا قرآن مجید پڑھنا کسی واجب کو ترک کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ مثلاً رکوع و سجود میں پیٹھ سیدھی نہ کرنا، یونہی قومہ اور جلسہ میں سیدھے ہونے سے پہلے سجدہ کو چلا جانا قیام کے علاوہ اور کسی موقع پر قرآن مجید پڑھنا یا رکوع میں قرأت ختم کرنا۔ امام سے پہلے مقتدی کا رکوع و سجود میں جانا یا اس سے پہلے سر اٹھانا۔

— صرف پاجامہ یا تہ بند پہن کر نماز پڑھی اور کرتہ یا چادر موجود ہے۔ تو نماز مکروہ تحریمی ہے۔ اور جود و سرا کپڑا نہیں تو معافی ہے۔

— امام کو کسی آنے والے کی خاطر نماز کا طول دینا مکروہ تحریمی ہے اگر اس کو پہنچانا ہو تو اس کی خاطر مد نظر ہو اور اگر نماز پر اس کی اعانت کے لئے بقدر ایک دو تسبیح کے طول دیا تو کراہت نہیں۔ جلدی میں صف کے پیچھے ہی سے الٹا کبر کہہ کر شامل ہو گیا۔ پھر صف میں داخل ہوا یہ مکروہ تحریمی ہے۔ زمین مخصوص یا پر اٹے کھیت جس میں زراعت موجود ہے یا جتنے ہوئے کھیت میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ قبر کا سامنے ہونا اگر مصیبتی و قبر کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو تو مکروہ تحریمی ہے۔ کفار کے عبادت خانوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے کہ وہ شیاطین کی جگہ ہیں اور ظاہر کراہت تحریم (بجر) بلکہ ان میں جانا بھی ممنوع ہے۔

— اُلٹا کپڑا پہن کر یا اور پڑھ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور ظاہر تحریم یونہی انگر کھے کے بند نہ بانڈھنا اور اچکن وغیرہ کے بٹن نہ لگانا اگر اس کے نیچے کرتہ وغیرہ ہے تو مکروہ تنزیہی۔

**تصویر کے احکام** | جس کپڑے پر جاندار کی تصویر ہو اسے پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے نماز کے علاوہ بھی ایسا کپڑا پہننا ناجائز ہے۔ یونہی نمازی کے سر پر یعنی چھت میں ہو یا معلق ہو یا محل سجود میں ہو کہ اس پر سجدہ واقع ہو تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ یونہی نمازی کے آگے یاد اہنے یا بائیں تصویر کا ہونا مکروہ تحریمی ہے پس لپیٹ ہونا بھی مکروہ ہے اگرچہ ان تینوں صورتوں سے کم اور ان چاروں صورتوں میں کراہت اس وقت ہے کہ تصویر آگے



پہچھے داہنے بائیں معلق ہو یا نصب ہو یا دیوار وغیرہ میں منقوش ہو۔ اگر فرش میں ہے اور اس پر سجدہ نہیں تو کراہت نہیں۔ اگر تصویر غیر جاندار کی ہے جیسے پہاڑ دریا وغیرہ کی تو اس میں کچھ حرج نہیں۔ مسئلہ۔ اگر تصویر ذلت کی جگہ ہو مثلاً جوتیاں اتارتے کی جگہ یا اور کسی جگہ فرش پر کہ لوگ اسے روندتے ہیں یا تکیے پر کہ زانو وغیرہ کے نیچے رکھا جاتا ہو تو ایسی تصویر مکان میں ہونے سے کراہت نہیں نہ اس سے نماز میں کراہت آئے جبکہ سجدہ اس پر نہ ہو۔ جس تکیہ پر تصویر ہو اسے دیوار وغیرہ پر نصب کرنا اعزاز تصویر میں داخل ہوگا۔ اور اس طرح ہونا نماز کو بھی مکروہ کرے گا۔ اگر ہاتھ میں یا اور کسی جگہ بدن پر تصویر ہو مگر کپڑوں سے چھپی ہو یا انگوٹھی پر چھوٹی تصویر منقوش ہو یا آگے پیچھے یا دہنے بائیں اوپر نیچے کسی جگہ چھوٹی تصویر ہو یعنی اتنی کہ اسکو زمین پر رکھ کر کھڑے ہو کر دیکھیں تو اعضاء کی تفصیل نہ دکھائی دے یا پاؤں کے نیچے یا سینے کی جگہ ہو تو ان سب صورتوں میں نماز مکروہ نہیں۔ سر بیدہ تصویر یا جس کا چہرہ مشابہ ہو مثلاً کاغذ یا کپڑے یا دیوار پر ہو اور اس پر روشنائی پھیر دی ہو۔ یا اس کے سر اور چہرہ کو کھریج دیا ہو۔ یا دھو ڈالا ہو۔ کراہت نہیں۔ اگر تصویر کا سر کاٹا ہو مگر سر اپنی جگہ پر لگا ہوا ہے۔ ہنوز جدا نہ ہوا تو بھی کراہت ہے۔ مثلاً کپڑے پر تصویر تھی۔ اس کی گردن پر سلائی کر دی کہ مثل طوق کے بن گئی۔

تصویر کے مٹانے میں صرف چہرہ کا مٹانا کراہت سے بچنے کے لئے کافی ہے۔ اگر آنکھ یا بھوڑ یا ہاتھ پاؤں جدا کر لئے گئے تو اس سے کراہت رفع نہ ہوگی۔

تھیلی یا جیب میں تصویر چھپی ہوئی ہو تو نماز میں کراہت نہیں۔ تصویر والا کپڑا اپنے ہونٹے سے لگا کر اس پر کوئی دوسرا کپڑا اور پہن لیا کہ تصویر چھپ گئی تو اب نماز مکروہ نہ ہوگی۔ تصویر جیب چھوٹی نہ ہو اور موضع اہانت میں نہ ہو۔ اور اس پر پردہ نہ ہو تو ہر حالت میں اس کے سبب نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔ مگر سب سے بڑھ کر کراہت اس صورت میں ہے جب تصویر نمازی کے آگے قبلہ ہو پھر وہ کہ سر کے اوپر ہو۔ اس کے بعد وہ کہ داہنے بائیں دیوار پر پھر وہ کہ پیچھے دیوار یا پردہ پر۔

نماز میں قہقہہ لگانے سے وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے اور نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے۔ واضح ہو کہ تبسم میں آواز نہیں ہوتی جس کو

مسکرا نا کہتے ہیں اور ضحکہ ہنسنا ہے جس میں آواز ہوتی ہے۔ مگر دوسرا نہیں سنتا۔ ضحک سے وضو،



نہیں ٹوٹتا۔ البتہ نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اور قہقہہ یہ ہے کہ ایسی آواز سے ہنسا جائے کہ خود بھی سنے اور ساختھی کو بھی آواز سنائی دے۔ قہقہہ سے نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے۔ اور وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ پھر چونکہ قہقہہ کا ناقص وضو کا ہونا خلاف قیاس ہے اور جو بات خلاف قیاس ہو وہ اپنے مورد پر بند ہوتی ہے۔ اسلئے سیدنا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ وہ نماز جس میں رکوع و سجدہ ہوتا ہے، اس میں اگر قہقہہ لگایا گیا تو نماز فاسد ہوگی۔ اور وضو بھی جاتا رہے گا۔ پس اگر نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت یا خارج نماز میں قہقہہ لگایا تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اسی طرح نابالغ نے اپنی نماز میں قہقہہ لگایا تو وضو نہیں ٹوٹے گا مگر نماز فاسد ہو جائے گی۔ صاحب ہدایہ نے اس کو علی ما قبل کے لفظ سے بیان کیا ہے، وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ اس مسئلہ کے متعلق امام عظیم سے کوئی روایت نہیں ملتی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ بالغ کا قہقہہ اتنی آواز سے ہنسی کہ آس پاس والے سنیں۔ اگر جاتے ہیں رکوع و سجدہ والی نماز میں ہو تو وضو ٹوٹ جائیگا۔ نماز فاسد ہو جائے گی (۲)، اگر نماز کے اندر سموتے ہیں یا جنازہ یا سجدہ تلاوت میں قہقہہ ہو تو وضو نہیں جائیگا مگر وہ نماز یا سجدہ فاسد ہوگا۔ (۳) اور اگر اتنی آواز سے ہنسا کہ خود اس نے سنا۔ پاس والوں نے نہ سنا تو وضو نہیں جائیگا۔ نماز جاتی رہے گی (۴) اگر نماز میں مسکرایا کہ دانت نکلے مگر آواز بالکل نہیں پیدا ہوئی تو اس سے نہ نماز جائے گی نہ وضو۔

**تشہیدیں انگلی اٹھانا** | اشہدان لا الہ الا اللہ جب لا پر پہنچیں تو داہنے ہاتھ کی بیچ کی انگلی اور انگوٹھ کا سر اٹھا کر حلقہ بنا لیں اور چھ انگلیاں اور اور اس کے پاس والی انگلیوں کو ہتھیلی سے ملا دیجئے۔ اور لا کے لفظ پر کلمہ کی انگلی اٹھائیے مگر اس کو حرکت نہ دیجئے، اور لا کے لفظ پر گرا دیجئے اور سب انگلیاں فوراً سیدھی کر لیجئے لا پر کلمہ کی انگلی اٹھانا مسنون ہے۔ اور اس میں حکمت یہ ہے لا الہ سے ہر معبود کی نفی ہوتی ہے تو زبان سے ابھی الا اللہ نہیں کہا کہ کلمہ کی انگلی اٹھا کر عمل سے ایک اللہ کے وجود کا اثبات کر دیا۔ کیا خبر کہ لا الہ یہ پہنچتے ہی جان نکل جائے اور زبان سے لا الہ کہنے کی نوبت ہی نہ آئے۔

**مسیوق التعمیات میں کلمہ شہادت کی تکرار کرے** | مسیوق وہ شخص ہے جو امام کے ایک یا دو







چاندی، سونے، پیتل، لوہے کے زنجیر دار بٹن پہن کر نماز پڑھنا مرد کیلئے مکروہ تحریمیہ ہے۔  
 اگر بٹن چاندی، سونے یا پیتل، لوہے کے ہوں مگر زنجیر دار نہ ہوں تو ان کو پہن کر نماز پڑھنا  
 درست ہے۔۔۔۔۔ مستورات کو چاندی سونے کے علاوہ کسی بھی دھات پر پیتل، تانبا، لوہا  
 رولڈ گولڈ کا زیور پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمیہ ہے۔

احتیاطی ضروری ہے یا نہیں، جمعہ کی سنتیں کتنی میں تفصیل

## احتیاط الظہر

سے بتائیں۔ جواب (۱) ہمارے آئمہ کے مذہب پر جمعہ کی صحت و  
 جواز کے لئے شہر شرط ہے۔ اور شہر کی صحیح تعریف یہ ہے کہ وہ آبادی جس میں متعادل محلے اور دواہی  
 بازار ہوں اور ضلع یا پرگنہ ہو۔ کہ اس کے متعلق دیہات ہوں اور اس میں کوئی ایسا حاکم موجود ظالم  
 سے ظلم کا بدلہ لے سکے۔ اگرچہ نہ لیتا ہو (غنیہ) لہذا چھوٹے چھوٹے قریوں میں جمعہ نہیں۔ وہاں ظہر  
 فرض ہے، اور جماعت واجب اور جمعہ پڑھنا مکروہ تحریمیہ ہے۔

دس ماہاں جمعہ کی شرائط میں شبہ ہو۔ وہاں جمعہ ضرور پڑھیں اور جمعہ کے بعد چار رکعت  
 احتیاطی اس نیت سے کہ سب سے کچھلی ظہر جس کو پایا اور ان چاروں میں الحمد کے بعد سورت بھی ملائیں  
 یہ احتیاطی خواص پڑھیں، عوام بے سمجھوں کو اس کی حاجت نہیں

(۲) جمعہ کے دن چار سنتیں جمعہ سے پہلے۔ پھر امام کے ساتھ دو فرض جمعہ پڑھیں، پھر چھ  
 سنت، پھر چار رکعت ظہر احتیاطی، پھر دو نفل بھی پڑھ لیں تو بہتر ہے۔

نماز جنازہ فرض کفایہ کی نیت کی جائے یا فرض کی  
 بعض لوگ کہتے ہیں کہ جو شخص نماز جنازہ پر حاضر ہو  
 جائے تو فرض عین ہو جاتی ہے۔ اس لئے فرض کفایہ نہ کہنا چاہیے۔

## نماز جنازہ فرض کفایہ ہے

جواب۔ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان مرد یا عورت نے بھی  
 پڑھ لی، تو سب بری الذمہ ہو گئے۔ ورنہ جس کو خبر پہنچی اور اس نے نہ پڑھی گنہگار ہوا، نیت کے  
 معنی پکا ارادہ کرنے کے ہیں۔ محض جاننا نیت نہیں تا وقتیکہ ارادہ نہ ہو (تنویر) یعنی اگر دل سے  
 مثلاً ظہر کا قصد کیا، اور زبان سے لفظ جنازہ یا عصر نکلا۔ ظہر ہو گئی، کیونکہ معتبر دل کا قصد و ارادہ ہے



زبان سے بھی نیت کے مطابق الفاظ کہنا مستحب ہے۔ واجب نہیں ہے۔ اور مختار روالمختار  
**مختلف اہم سوالات** | (۱) بدنما دانت پر سونے چاندی یا رولڈ گولڈ کا کور لگانا کیسا ہے  
 ہے۔ وضو یا غسل میں نقص آتا ہے یا نہیں۔

۲۔ عشا کی نماز میں وتر کے بعد نوافل یا قضا نمازیں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔ یا وتر سے قبل نوافل  
 وغیرہ ادا کر کے آخر میں وتر پڑھنا ضروری ہے؟

۳۔ کسی بدن مذہب کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اگر نماز فجر و عصر ایسے شخص کے پیچھے ادا کرے تو اسی  
 وقت اعادہ کر سکتا ہے یا نہیں؟

۴۔ نماز میں بلا عذر کھنکارنا کیسا ہے۔ اگر کسی کو بلغم کی شکایت سے کھنکارنے کی عادت ہو تو اس کا  
 عادتاً نماز کی حالت میں کھنکارنا کیسا ہے۔

۵۔ گھر میں خاوند نماز پڑھ رہا ہے۔ اس کی بیوی اسی مصلتے کے قریب نماز پڑھے تو کیسا ہے یہ عورت  
 اپنی نماز میں قرأت نہ کر کے خاوند کی قرأت کو سن لے تو نماز ہوگی یا نہ؟

۶۔ دعا آہستہ کرنا افضل ہے لیکن جماعت کے ساتھ امام کا زور سے دعا کرنا اور مقتدیوں  
 کا زور سے آمین کہنا درست ہے یا ان کو آہستہ دعا و آمین کہنا افضل ہے۔

**جواب** (۱) محض بدنما دانت پر چڑھانا جائز ہے غسل  
 میں فرض ترک ہونے کا اندیشہ ہے اور وضو میں سنت، لہذا نہیں چاہیے۔ ہاں اگر دانت درست  
 نہ ہو یا درد کرتا ہو۔ اس کے مضبوط کرنے کے لئے جائز ہے۔ اور غسل وغیرہ میں اس کا علیحدہ کرنا  
 ناممکن ہو تو نکالنا بھی ضروری نہیں۔

۲۔ نوافل اور تمام قسم کی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ صرف طلوع و غروب استوا ان وقتوں میں مطلقاً نماز  
 اور سجدہ ممنوع ہے۔ اور صبح صادق سے طلوع شمس تک کوئی نفل جائز نہیں۔ قضا شدہ نماز  
 پڑھ سکتے ہیں نیز عصر کے بعد سے غروب شمس تک کوئی نفل جائز نہیں۔ قضا میں پڑھ سکتے ہیں۔

۳۔ بدن مذہب کی بدن مذہبی اگر حد کفر تک پہنچتی ہے تو نہ اس کی نماز نماز اور نہ اس کے پیچھے جو نماز پڑھی  
 وہ نماز ہوئی۔ اس کو دوبارہ پڑھنا فرض ہے۔ اور اگر بدن مذہبی حد کفر تک نہیں بلکہ گمراہی  
 تک ہے تو وہ مکروہ تحریمی ہوئی۔ اس کا اعادہ اسی وقت کر لینا چاہیے۔



۴۔ بلا ضرورت کھنکا زنا ایسا کہ دو حرف پیدا ہو جائیں۔ جیسے ا ح تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر غرض صحیح یا کسی عذر معقول کی وجہ سے کھنکا رہتا ہے تو حرج نہیں اور محض عادتاً کھنکانے میں نماز کے فاسد ہونے کا اندیشہ ہے (در مختار رد المحتار)۔

۵۔ اگر شوہر امام ہے تو عورت تنہا اس کے پیچھے کھڑی ہو کر نماز پڑھ سکتی ہے اور محاذات عورت سے مرد کی نماز فاسد ہونے کے شرائط یہ ہیں۔ عورت اگر مرد کے محاذی ہو تو مرد کی نماز جاتی ہے گی۔ اس کے لئے چند شرطیں ہیں۔

(۱) عورت مشتہاتہ ہو یعنی اس قابل ہو کہ اس سے جماع ہو سکے اگرچہ ناہالغہ ہو اور مشتہاتہ میں سن کا اعتبار نہیں۔ نو برس کی ہو یا اس سے کچھ کم کی جب اس کا جہتہ اس قابل ہو اور اگر اس قابل نہیں تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ اگرچہ نماز پڑھنا جانتی ہو۔ بڑھیا بھی اس مسئلہ میں مشتہاتہ ہے۔ وہ عورت اگر اسکی زوجہ ہو یا خادما میں ہو جب بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۲) کوئی چیز انگلی برابر مونی اور ایک ہاتھ اونچی حالت نہ ہو۔ نہ دونوں کے درمیان اتنی جگہ خالی ہو کہ ایک مرد کھڑا ہو سکے نہ عورت اتنی بلندی پر ہو کہ مرد کا کوئی عضو اس کے عضو سے محاذی ہو (۳) رکوع سجود والی نماز میں یہ محاذات واقع ہوں۔ اگر نماز جنازہ میں محاذات ہوئی تو نماز فاسد نہ ہوگی (۴) وہ نماز دونوں میں تحریر مشترک ہو۔ عورت نے اسکی اقتداء کی ہو۔ یا دونوں نے کسی امام کی اگرچہ شروع سے شرکت نہ ہو تو اگر دونوں اپنی اپنی پڑھتے ہوں۔ تو فاسد نہ ہوگی مگر وہ ہوگی (۵) ادا میں مشترک ہو کہ اس میں مرد اس کا امام ہو یا ان دونوں کا کوئی دوسرا امام ہو جس کے پیچھے ادا کر رہے ہیں حقیقتاً یا حکماً مثلاً دونوں لاحق ہوں کہ بعد فراغ امام اگرچہ امام کے پیچھے نہیں۔ مگر حکماً امام کے پیچھے ہی ہیں اور سبق امام کے پیچھے نہ حقیقتاً ہے نہ حکماً بلکہ وہ منفرد ہے (۶) دونوں ایک ہی جہت کا متوجہ ہوں۔ اگر جہت بدل جائے۔ جیسے تار یک شب میں کہ پتہ نہ چلتا ہو کہ ایک طرف امام کا منہ ہے اور دوسری طرف مقتدی کا۔ یا کعبہ معظمہ میں پڑھے۔ جہت بدلی ہو تو نماز ہو جائے گی (۷) عورت عاقلہ ہو۔ مجنونانہ کی محاذات میں نماز فاسد نہ ہوگی (۸) امام نے امامت زناں کی نیت کر لی ہو اگرچہ شروع کرتے وقت عورتیں شریک نہ ہوں اور اگر امامت زناں کی نیت نہ ہو تو عورت کی ہی



فاسد ہوگی۔ مرد کی نہیں (۹) اتنی دیر تک محاذات ہے کہ کامل رکن ہو جائے یعنی بقدر تین بیچ کے  
 (۱۰) دونوں نماز پڑھنا جانتے ہوں مرد عاقل بالغ ہو درمختار ردالمحتار عالمگیری وغیرہ)۔  
 ۶۔ دعا آہستہ کہنی چاہیے۔ آمین بھی دعا ہے۔ لہذا آہستہ کہنی چاہیے ادعو ربکم

تضرعاً وخفیہ

امام کیسا ہو | سوال۔ امامت کس کس شخص کی جائز ہے اور کس کس کی ناجائز اور مکروہ اور  
 سب سے بہتر امامت کس کی ہے۔

جواب۔ جو قرأت غلط پڑھتا ہو جس سے معنی فاسد ہوں یا وضو صحیح نہ کرتا ہو یا ضروریات  
 دین میں سے کسی ضروری امر کا منکر ہو۔ ان کے پیچھے نماز باطل محض ہے ماورجس کی گمراہی حد کفر تک  
 نہ پہنچی ہو۔ ان کے پیچھے نماز کلامت شدید تحریمہ مکروہ ہے۔ کہ انہیں امام بنانا اور ان کے پیچھے  
 نماز پڑھنی گناہ اور جتنی پڑھی ہوں سب کا پھر پڑھنا واجب ادا نہیں کے قریب ہے۔ فاسق  
 معطن مثلاً ڈاڑھی منڈا یا خستہ خاصی رکھنے والا یا کترا کر حد شرع سے کم کر نیوالا یا کندھوں سے نیچے  
 عورتوں جیسے بال رکھنے والا خصوصاً وہ جو چوٹی گندھوٹے اور اس میں موباف ڈالے یا ریشمی کپڑا  
 پہنے یا مغرق ٹوپی کلاہ یا ساٹھے چار ماشے سے زائد کی انگوٹھی یا کٹی نمک کی انگوٹھی یا ایک  
 نمک کی دو انگوٹھی اگر چہ مل کر ساٹھے چار ماشے سے کم وزن کی ہوں یا سو و خوار ناچ دیکھنے والا  
 یا سینہ دیکھنے والا ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور جو فاسق معطن نہیں یا قرآن عظیم میں ایسی  
 غلطی کرتا ہے جو مفسد صلوة نہیں یا نابینا یا جاہل یا غلام یا ولد الزنا یا خوبصورت امر دیا جزامی مرض  
 برص والا غسل میت کا پیشہ کرے جس سے لوگ کلامت و نفرت کرتے ہوں۔ اس قسم کے لوگوں کے پیچھے  
 نماز مکروہ تنزیہی ہے۔ کہ پڑھنی خلاف اولیٰ ہے اور پڑھ لیں تو حرج نہیں۔ اور یہی قسم اخیر کے لوگ حاضرین  
 میں سب سے زیادہ مسائل نماز و طہارت کا رکھتے ہوں تو انہیں کی امامت اولیٰ ہے۔ بخلاف انکے پہلی  
 دو قسم والوں کے کہ اگر چہ عالم متبحر ہی ہوں حکم کلامت رکھتا ہے۔ مگر جہاں جمعہ و عیدین ایک ہی  
 جگہ ہوتے ہوں اور ان کا امام بدعتی فاسق معطن ہے اور دوسرا امام نزل سکتا ہو۔ وہاں ان کے  
 پیچھے جمعہ و عیدین پڑھنے چاہئیں۔ بخلاف قسم اول جو ضروریات دین کا منکر ہو نہ ان کی نماز  
 نماز ہے۔ نہ ان کے پیچھے نماز جائز بالفرض وہی جمعہ یا عیدین کا امام ہو اور کوئی مسلمان امام نزل سکتا



ہو۔ تو جمعہ و عیدین کا ترک فرض ہے۔ جمعہ کے بدلے ظہر پڑھے اور عیدین کا کچھ عوض نہیں۔

اھام ات رکھا جائے جو حنفی المذہب صحیح العقیدہ متبع سلف و صالحین صحیح الطہارت صحیح  
القرآنہ ہو۔ مسائل نماز و طہارت کا عالم غیر فاسق ہو۔ اس میں کوئی ایسا جسمانی یا روحانی عیب نہ ہو جس  
سے لوگوں کو نفرت ہو۔

چلتی گاڑی میں نماز کا حکم | لاری اور ریل گاڑی اور ریل میں نماز کس طرح پڑھی جائے جب  
ریل وغیرہ میں نماز کا وقت آجائے تو کیا کیا جائے۔

جواب۔ گاڑی کا جو جانور پر رکھا ہو گاڑی کھڑی ہو یا چلتی۔ اس کا حکم وہی ہے جو جانور پر نماز  
پڑھنے کا ہے۔ یعنی فرض واجب سنت بلا عذر جائز نہیں۔ اور جو جانور پر نہ ہو اور ریل کی ہوئی  
ہو تو نماز جائز ہے درمختار رد المختار، یہ حکم اس گاڑی کا ہے جس کے دو پیسے ہوں۔ چار پیسوں والی  
جب ریل کی ہو تو صرف جو جانور پر ہو گا۔ اور گاڑی زمین پر مستقر ہوگی۔ لہذا جب گاڑی کھڑی ہوئی ہو  
اس پر نماز جائز ہوگی۔ جیسے تخت پر۔ گاڑی اور سواری پر نماز پڑھنے کے لئے عندیہ ہیں۔ مینہ برس ہا  
ہو۔ اس قدر کچھ ہو کہ اگر نماز اتر کر پڑھے تو منہ دھنس جائیگا یا کچھ پیس سن جائے گا۔ یا کپڑا بچھائے گا  
تو وہ بالکل لٹھڑ جائیگا۔ اور اس صورت میں سواری ہو تو کھڑے کھڑے اشارے سے پڑھے۔ ساکتی چلے جائیں  
گے یا سواری کا جانور شریعہ ہے کہ سوار ہونے میں دشواری ہوگی اور مددگار کی ضرورت ہوگی اور مددگار  
موجود نہیں یا بوڑھا ہے کہ بخیر مددگار کے اتر کر چڑھ نہ سکے گا اور مددگار موجود نہیں اور یہی حکم  
عورت کا ہے یا مرض میں زیادتی ہوگی۔ جان یا مال یا عورت کو صنایع ہونے کا اندیشہ ہو (درمختار رد المحتار)  
چلتی ریل گاڑی پر بھی فرض و واجب سنت و فجر نہیں ہو سکتے۔ اس کو جہاز یا کشتی کے حکم  
میں تصور کرنا غلطی ہے کہ کشتی اگر کھڑائی بھی جائے۔ جب بھی زمین پر نہ کھڑے گی اور ریل گاڑی  
اور لاری ایسی نہیں یہ اختیاری ہے اور وہ غیر اختیاری اور کشتی پر بھی اسی وقت نماز جائز ہے  
جب وہ بیچ دریا کے ہو۔ کنارہ پر ہو اور خشکی پر آسکتی ہو۔ تو اس پر بھی جائز نہیں۔ لہذا جب اسٹیشن  
ریل گاڑی کھڑے اس وقت یہ نمازیں پڑھے اور اگر دیکھے کہ وقت جاتا ہے تو جس طرح بھی ممکن ہو  
پڑھ لے پھر جب موقع ملے اعادہ کرے کہ جہاں من جہتہ العباد کوئی شرط یا رکن مفقود ہو۔ اس کا یہی حکم ہے۔  
وضو کے بعد نفل | وضو کے بعد نفل اعضا کو سوکھا کر پڑھیں یا تر ہی رہنے دیں۔



جواب۔ نیتہ الوضوء کو وضو کے بعد اعضا خشک ہونے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنا مستحب ہے۔ صحیح مسلم میں ہے۔ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص وضو کرے اور اچھا وضو کرے اور ظاہر و باطن کے ساتھ متوجہ ہو کر دو رکعت پڑھے اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے" غسل کے بعد بھی دو رکعت نماز مستحب ہے۔ وضو کے بعد فرض وغیرہ پڑھے تو قائم مقام نیتہ الوضوء کے ہو جائیں گے (رد المحتار)

## نماز کے بعض اہم مسائل

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اذ ابداً اخرج الشمس فاخروا (۱) الصلاة حتی تبرأوا اذا غاب حاجب الشمس فاخروا الصلاة حتی تغيب (۲) فاذ انتصف النهار فاقصروا عن الصلاة تبیل الشمس (سہمی)

جب آفتاب کا کنارہ ظاہر ہو جائے تو نماز کو موقوف کر دو۔ یہاں تک کہ آفتاب پورا نکل آئے اور جب آفتاب کا کنارہ غروب ہو جائے تو بھی نماز نہ پڑھو یہاں تک کہ پورا آفتاب غروب ہو جائے۔

جب نصف النہار کا وقت ہو تو نماز نہ پڑھو یہاں تک کہ سورج زائل ہو جائے۔

واضح ہو کہ احناف کے نزدیک نماز فجر و عصر کے بعد نوافل ممنوع ہیں لیکن عصر و فجر کے بعد قضا نماز اور نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں یعنی طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک کہ اس کے درمیان سوا دو رکعت سنت فجر کے کوئی نفل نماز جائز نہیں ہے۔ حتیٰ کہ فجر کی سنتیں رہ جائیں تو ان کو بھی نماز فجر کے بعد نہ پڑھے۔ بلکہ جب سورج پورا نکل آئے تو ادا کرے۔ اسی طرح نماز عصر سے آفتاب زرد ہونے تک نفل منع ہیں۔

طلوع و غروب کے وقت کوئی نماز جائز نہیں ہے نہ فرض نہ واجب نہ نفل نہ ادا نہ قضا حتیٰ کہ

طلوع کے وقت مطلقاً نماز جائز ہے

سجدہ سہوا اور سجدہ تلاوت بھی جائز نہیں ہے۔ طلوع سے مراد آفتاب کا کنارہ ظاہر ہونے سے اس



وقت تک ہے کہ اس پر نگاہ خیرہ ہونے لگے جس کی مقدار کنارہ چمکنے سے ۲۰ منٹ تک ہے اور اس وقت سے کہ آفتاب پر نگاہ ٹھہرنے لگے۔ ڈوبنے تک غروب ہے۔ یہ وقت بھی ۲۰ منٹ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو طرح کے بیچنے دو طرح کے لباس اور دو وقتوں میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

فجر کی نماز کے بعد جب تک سورج نہ نکلے اور عصر کے  
 غلی عن الصلوة بعد الفجر حتى تطلع الشمس  
 بعد جب تک سورج ڈوب نہ جائے۔

**فجر و عصر کی نماز کے بعد نفل پڑھنا ممنوع ہیں** | نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک اسی طرح نماز عصر کے بعد سے غروب آفتاب

تک نفل پڑھنا ممنوع ہیں۔ البتہ قضا نماز اگر کوئی ہو تو پڑھ سکتے ہیں۔ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہؒ حسن بصریؒ سعید بن المسیبؒ علامہ بن زیادؒ حمید بن عبد الرحمنؒ امام نخعی اور ایک جماعت صحابہ کرام کا یہی مذہب ہے۔ (۲) علامہ بطلال نے فرمایا۔ فجر و عصر کی نماز کے بعد نوافل پڑھنے کی ممانعت پر احادیث متواتر ہیں۔

حضرت فاروق اعظم و حضرت خالد بن ولید ان لوگوں کو دتے لگاتے تھے جو فجر یا عصر کی نماز کے بعد نفل پڑھتے اور صحابہ کرام میں سے کسی نے حضرت عمر یا حضرت خالد کے اس فعل پر اعتراض نہیں کیا۔ (۳) وہ جو بعض احادیث میں آیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے عصر کی نماز کے بعد دو رکعت نفل ادا فرمائے۔ تو یہ حضور کے خصوصیات سے تھا۔ (یعنی ج ۲ صفحہ ۱۵۹)۔

**اگر شمار رکعت میں شک ہو تو کیا کرے** | واضح ہو کہ شک کے باب میں تین حدیثیں وارد ہیں۔ اول یہ کہ جب شک ہو تو ازیر نو نماز پڑھے۔

دوم۔ یہ کہ جب شک ہو تو تھری کرے۔ سوم۔ یہ کہ جب شک ہو تو یقین پر بنا کرے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ جب تمہیں شک ہو کہ کتنی رکعت پڑھی ہیں۔ میں یا چارہ فلیطرح الشک ولیبمن علی استیقن (مسلم) تو شک کو دور اور اس چیز پر عمل کرے جو یقینی ہے۔

سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ان تینوں حدیثوں میں جمع کی صورت یہ پیدا فرمائی۔ جس کو شمار رکعت میں شک ہو۔ مثلاً تین ہوئیں یا چار اور بلوغ کے بعد یہ پہلا واقعہ ہے تو







یہ ہے کہ اگر دوران نماز میں کوئی اور غلطی ہو جائے تو اس کی تلافی بھی ایک ہی سجدہ سے ہو جائے۔

ابن بطال نے فرمایا کہ اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہے اور اس

## کن صورتوں میں نماز توڑ سکتا ہے

کا جانور بھاگ جائے تو اس کو نماز توڑ دینا جائز ہے۔ دوبارہ پڑھ لے (۲) اسی طرح اگر کوئی مصیبت زدہ فریاد کر رہا ہو یا کسی شخص کو پکارتا ہو یا کوئی ڈوب رہا ہو یا آگ سے جل جائیگا یا اندھا راہگیر یا بچہ کنوئیں میں گر چکا ہوتا ہے۔ ان سب صورتوں میں نماز کو توڑ دینا واجب ہے جبکہ ان کو بچانے پر قادر ہو۔ اسی طرح کوئی اچانک آفت آجائے، مثلاً شیر بھیر یا اثر دہا یا ندی چڑھ آئے یا سیلاب آجائے تو نماز کو توڑ دینا جائز ہے اور جان کا بچانا فرض ہے۔ اور ان تمام صورتوں میں نماز دوبارہ پڑھی جائے گی۔ اگر بحالت نماز کسی کو اس کا جو پایہ ایک یا دو قدم کھینچ لے یا دھکیل دے اور نمازی بھی اس کو روکنے کے لئے ایک یا دو قدم آگے پیچھے ہو جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی لیکن اگر ایک دم بقدر تین قدم کے کھینچ لے یا دھکیل دے تو نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ یہ عمل کثیر ہے۔

وہ حدیث جس میں نماز کسوف پڑھنے کا ذکر ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضور نے فرمایا بحالہ نماز میں نے جنت کو دیکھا اور چاہا کہ جنت کے باغ سے ایک خوشہ توڑوں اسی لئے آگے بڑھا تھا اور جہنم کو دیکھا تھا۔ اسی لئے پیچھے ہٹا تھا۔ جس سے واضح ہوا کہ بضرورت بحالت نماز کسی چیز کو اٹھانے یا توڑنے یا ایک یا دو قدم آگے پیچھے ہونے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

**فائدہ** حضور علیہ السلام نے فرمایا میں نے بحالت نماز دوزخ کو دیکھا۔  
رَأَيْتُ فِيهَا عَمْرَو بْنَ لُحْيٍ وَهُوَ الَّذِي  
سَيَّبَ السَّوَابِثَ - (بخاری)  
پہلے بتوں کے نام پر ساند پھوڑنے کی رسم نکالی تھی  
عمر بن لُحْيٍ زمانہ جاہلیت کا ایک مشرک تھا جس نے بتوں کے نام پر زندہ جانور پھوڑنے کی رسم نکالی تھی مشرکین بتوں کے نام پر پھوڑے گئے۔ جانور کو محظوم سمجھتے تھے۔ اس کے آنے کے بعد کھانے پینے پر کوئی پابندی نہ تھی۔ جہاں چاہے آئے جائے کھائے۔ اس پر بوجھ بھی نہیں لادا جاتا تھا۔ یہ وہی ہے جو ہندوؤں میں آج تک موجود ہے۔

**فائدہ** بحالت نماز مٹھی یا مچھر کو پکڑ کر مسل دینا جائز ہے بضرورت ایک یا دو ضرب سے



سانپ یا بچھو کو مار دینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

نماز میں کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے  
**استقبال قبلہ سے عاجز ہوئی صورتیں**  
 را البتہ اگر عذر شرعی ہے تو پھر استقبال قبلہ

معاف ہے اور اس کی حسبِ اہل صورتیں ہیں (۱) جو شخص استقبال قبلہ سے عاجز ہو مثلاً مریض ہے کہ اتنی طاقت نہیں کہ قبلہ کی طرف رخ کرے اور نہ وہاں کوئی ایسا ہے جو اس کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے یا اس کے پاس اپنا یا امانت کا مال ہے جس کے چوری ہو جانے کا صحیح اندیشہ ہے یا کشتی کے تختہ پر بہتا چلا جا رہا ہے اور صحیح اندیشہ ہے کہ اگر قبلہ کی طرف منہ کرے گا تو ڈوب جائیگا یا شہر یا جانور پر سوار ہے کہ اترنے نہیں دیتا یا اترے تو جائیگا مگر بے مددگار سوار نہ ہونے دے گا یا یہ بوڑھا ہے کہ پھر خود سوار نہ ہو سکے گا اور ایسا کوئی نہیں جو سوار کر دے ان سب صورتوں میں جس رخ نماز پڑھ سکے پڑھے اور عادیہ بھی نہیں۔ ہاں اگر سواری کے روکنے پر قادر ہو تو روک کر پڑھے اور ممکن ہو تو قبلہ کی طرف منہ کرے۔ ورنہ جیسے بھی ہو سکے پڑھے۔ چلتی کشتی میں نماز پڑھتے وقت بوقت تکبیر تحریر قبلہ کو منہ کرے اور جیسے جیسے وہ گھومتی جائے یہ بھی قبلہ کی طرف منہ پھیرتا جائے۔ اگرچہ نفل نماز ہو غنیمہ۔

اگر کوئی شخص قید میں ہے اور حکام جیل قبلہ کی طرف منہ نہیں کرنے دیتے تو جیسے بھی ہو سکے نماز پڑھے مگر اس صورت میں جب موقع مل جائے وقت میں یا بعد میں اس نماز کو دوبارہ پڑھے۔

**سواری پر نفل پڑھ سکتا ہے**  
 احادیث سے واضح ہے کہ محمل سواری اور گاڑی پر نفل مطلقاً جائز ہے جبکہ تنہا پڑھے۔ اور نفل جماعت

سے پڑھنا چاہے تو اس کے لئے شرط یہ ہے کہ امام و مقتدی الگ الگ سواریوں پر نہ ہوں۔ بیرون شہر سواری پر بھی نفل پڑھ سکتا ہے۔ اس صورت میں قبلہ کی طرف منہ کرنا شرط نہیں بلکہ سواری جس رخ کو جا رہی ہو ادھر ہی منہ ہو اور اگر ادھر منہ نہ ہو تو نماز جائز نہ ہوگی اور نماز شروع کرتے وقت بھی قبلہ کی طرف منہ ہونا شرط نہیں۔ بلکہ سواری جدھر جا رہی ہو اسی طرف منہ ہو اور رکوع و سجود اثنائے سے کرے۔ اور سجدہ کا اشارہ بہ نسبت رکوع کے پست ہونا چاہیے۔ واضح ہو یہ حکم صرف نفل نماز کے لئے ہے۔



## نماز کیلئے ستر عورت شرط ہے اور اسکے ضروری مسائل

واضح ہو کہ صحت نماز کی چھ شرطیں ہیں۔ طہارت ستر عورت

استقبال قبلہ۔ وقت نیت۔ تحریمہ حنفیہ۔ شافعیہ اور اکثر فقہاء و محدثین کے نزدیک ستر عورت شرط نماز سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

خُنْ وَ اَزِيْنَتِكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ رِّجَالًا

ہر نماز کے وقت کپڑے پہنو۔

زمانہ جاہلیت میں عورتیں سنگی ہو کر طواف کرتی تھیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی تقریباً اس پر سب کا اتفاق ہے کہ زینت سے مراد کپڑے ہیں جن سے شرمگاہ وغیرہ ڈھکی رہے۔ اتنا باریک کپڑا جس سے بدن چمکتا ہو۔ ستر عورت کیلئے کافی نہیں۔ ایسے کپڑے کو پہن کر نماز پڑھی تو نہ ہوئی۔ یونہی اگر چاد یا دوپٹے سے عورت کے بالوں کی سیاہی چمکے تو نماز نہ ہوگی۔ بعض لوگ باریک ساٹھیل اور تہبند باندھ کر نماز پڑھتے ہیں۔ کہ ان چمکتے ہیں۔ ان کی نمازیں نہیں تو ہیں اور ایسا باریک کپڑا پہننا جس سے ستر نہ ہو سکے۔ علاوہ نماز کے بھی حرام ہے۔

۱۔ نماز میں ستر کے لئے پاک کپڑے کا ہونا ضروری ہے۔ یعنی اتنا نجس نہ ہو جس سے نماز نہ ہو سکے اور کپڑا اتنا دبیز ہونا چاہئے جس سے بدن نظر نہ آئے۔

۲۔ مرد کے لئے ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے نیچے تک ستر ہے۔ یعنی اس کا چھپانا فرض ہے۔ ناف اس میں داخل نہیں گھٹنے داخل ہیں۔ اور آزاد عورت کیلئے سارا بدن عورت ہے سوائے منہ کی ٹکلی اور ہتھیلیوں اور پاؤں کے تلوؤں کے سر کے لشکتے ہوئے بال اور گردن اور کلاٹیاں بھی عورت ہیں۔ ان کا چھپانا بھی فرض ہے۔

۳۔ جن اعضاء کا ستر فرض ہے ان میں سے کوئی عضو چوتھائی سے کم کھل گیا۔ نماز ہوگئی۔ اور اگر چوتھائی عضو کھل گیا اور فوراً چھپا لیا جب بھی ہوگئی اور اگر بقدر ایک رکن یعنی تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کے کھلا رہا یا بالقصد کھولا۔ اگرچہ فوراً چھپا لیا۔ نماز جاتی رہی۔ دوبارہ پڑھے۔

### عورتوں کیلئے نماز میں سارے بدن کو چھپانا فرض ہے اور اسکے ضروری مسائل

سوائے منہ کی ٹکلی اور ہتھیلیوں اور پاؤں کے۔ سر کے لشکتے ہوئے بال اور گردن اور کلاٹیاں بھی



عورت میں۔ ان کا پھپھانا بھی فرض ہے اور کپڑا ایسا ہونا چاہیے جس سے بدن کی زنگت نظر نہ آئے  
 اتنا باریک کپڑا جس سے بدن چمکے یا ایسا باریک دوپٹہ جس سے بالوں کی سیاہی چمکے عورت نے  
 اور صحت کرنا پڑھی نہ ہوگی۔ ہاں اگر اس باریک کپڑے پر کوئی ایسا کپڑا پہن لے جس سے بال وغیرہ کا رنگ  
 پھپھپ جائے تو نماز ہو جائے گی۔ ورنہ نہیں۔ بعض آثار اور اقوال فقہاء میں تصریح ہے کہ عورتیں  
 تین کپڑوں یا دو کپڑوں (قمیص، پاجامہ اور ٹھنی) میں نماز پڑھیں مگر یہ حکم استحباً ہی ہے اور ایک  
 کپڑے میں نماز پڑھنا جگہ اس سے پورا ستر ہو جائے۔ کافی ہے۔

سیدنا امام مالک و امام شافعی و احمد و اسحاق  
 نماز فجر اجالے میں پڑھنا مستحب ہے | رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا۔ نماز فجر غسل، اندھیرے

میں پڑھنا افضل ہے۔ لیکن یہ استدلال متحد و جود سے درست نہیں۔

اول۔ کوئی مرفوع قوی حدیث ایسی نہیں ہے جس میں حضور علیہ السلام نے فجر اندھیرے غسل میں  
 پڑھنے کا حکم دیا ہو۔ اس کے برعکس کثیر مرفوع متصل صحیح حدیثوں میں حضور علیہ السلام نے فجر کی نماز  
 (اسفار) اجالے میں پڑھنے کا حکم دیا اور اسی کو باعث اجر کثیر قرار دیا۔

اس سلسلہ میں چند حدیثیں یہ ہیں۔

- ۱۔ لا تنزل امتی علی الفطرۃ ما اسفرتا  
 بالفجر (طبرانی عن ابو ہریرۃ)
- ۲۔ اصبحوا بصلاة الصبح فانه  
 اعظم الاجر (نسائی ابن ماجہ)

اس مضمون کی حدیث کو ابو داؤد نے رافع بن خدیج سے روایت کیا۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث  
 حسن صحیح ہے۔ نیز ابن جبان، طبرانی، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا۔

- ۳۔ اسفرو بصلاة الصبح فانه اعظم  
 لاجر ربان

- ۴۔ یا بلال نوب بصلاة الصبح حتی یبصر  
 القوم مواقع نبلم رابوا و طیبای (طبرانی)

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ بلال! نماز فجر اتنے اُجالے  
 میں ادا کر دو کہ لوگ تیر گرنے کی جگہ کو دکھ لیں۔



ان مضامین کی احادیث کو حسب ذیل صحابہ کرام نے روایت کیا ہے۔

حضرت بلال (بزار)، حضرت انس (بزار)، قتادہ بن نعمان (بزار)، ابن مسعود (طبرانی)، ابو ہریرہ (ابن جابر)، ابو ہریرہ و ابن عباس (طبرانی)، ابو درداء (ابو اسحق)، حواء انصاریہ و کانت من البیابعات۔ (یعنی ج ۲ ص ۲۵۲ تا ۲۵۶)۔

یہ تمام قولی حدیثیں ہیں جن میں حضور علیہ السلام نے نماز فجر اجالے میں پڑھنے کا حکم دیا اور جب قولی و فعلی حدیث میں تعارض ہو تو قولی کو ترجیح دی جاتی ہے۔

۱۔ عامہ صحابہ کرام نماز فجر اجالے میں پڑھتے تھے۔

۲۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ ہم کو حضرت ابو بکر نے نماز پڑھانی۔ اور اس میں سورۃ آل عمران پڑھی۔ فقالوا کادت الشمس تطلع۔ تو لوگوں نے کہا سورج نکلنے کے قریب ہے (بیہقی)۔

۳۔ حضرت عبدالرحمن بن یزید کہتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعود کے ساتھ نماز پڑھتے فکان یسفر بصلوۃ الصبح تو آپ نماز فجر اجالے میں ادا کرتے تھے (طحاوی شریف)۔

۴۔ ابو عثمان نہدی سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت عمر فاروق کے پیچھے نماز پڑھی تو جب آپ نے سلام پھیرا تو عقل والے لوگوں نے خیال کیا کہ ان الشمس طلعت سورج نکلا ہی چاہتا ہے (بیہقی)۔

۵۔ علی ابن ربیعہ کہتے ہیں۔ میں نے علی المرتضیٰ کو کہتے ہوئے سنا۔  
یا قنبر اسفر اسفر۔ (طحاوی)  
اے قنبر اجالا کرو۔ اجالا کرو (یعنی نماز فجر اجالے میں پڑھی جائے)۔

ان آثار سے واضح ہوتا ہے کہ عامہ صحابہ کرام نماز فجر اجالے میں ادا کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ صحابہ کرام حضور علیہ السلام کے عمل کے خلاف متفق نہیں ہو سکتے صحابہ کا یہ عمل اس امر کی وضاحت کرتا ہے کہ افضل یہی ہے کہ نماز فجر اجالے میں پڑھی جائے اور غلغلہ اندھیرے میں پڑھنا گوجائز ہے مگر افضل نہیں بلکہ امام طحاوی علیہ الرحمۃ نے ان آثار پر بحث کرتے ہوئے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جن احادیث میں نماز فجر اندھیرے میں ادا کرنے کا ذکر ہے۔ وہ قولی حدیثوں سے منسوخ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام کا نماز فجر اجالے میں پڑھنے پر اتفاق ہے۔

امام طحاوی نے ابراہیم نخعی سے باسناد صحیح روایت کیا۔



قال ما اجتمع اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم على شئى كاجتماعهم على التنوير في الفجر  
 کہ حضور کے صحابہ کسی مسئلہ پر ایسے متفق نہ ہوئے  
 جیسے نماز فجر کو اجلے میں پڑھنے پر متفق ہوئے ہیں۔

غرض کہ صحابہ کرام کا اتفاق بھی اس امر پر دال ہے کہ نماز فجر کو اجلے میں پڑھنا افضل ہے۔

واضح ہو کہ فجر کی نماز اندھیرے یا اجلے میں پڑھنے کے متعلق جو اختلاف ہے وہ جواز و عدم جواز  
 کا نہیں — یعنی اگر کسی نے نماز فجر رطل غلے اندھیرے میں ادا کی تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ نماز نہ ہوئی کیونکہ  
 غلے میں پڑھنا بھی وقت ہی میں پڑھنا ہے۔ اختلاف محض اس بات میں ہے کہ نماز فجر کا جو وقت ہے اسکے  
 بالکل اولیں وقت (غلے) میں نماز ادا کرنا افضل ہے یا اسفار میں

تو احادیث و آثار کے غائر مطالعہ کے بعد نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ فجر کے وقت کے اولیں لمحہ میں نماز پڑھنا جو  
 جائز ہے۔ مگر افضل یہ ہے کہ اسفار میں پڑھے۔ جیسا کہ احادیث و قولیہ سے ثابت ہے۔

اور اسفار کا مطلب یہ ہے کہ اُجالا ہو۔ زمین روشن ہو جائے تو نماز شروع کرے مگر ایسا وقت  
 ہونا مستحب ہے کہ چالیس سے ساٹھ آیت تک تریبل کے ساتھ پڑھ سکے۔ پھر سلام پھیرے تو اتنا وقت  
 باقی رہے کہ اگر نماز میں فساد ظاہر ہو تو طہارت کر کے تریبل کے ساتھ چالیس سے ساٹھ آیت تک دوبارہ  
 پڑھ سکے۔ اور اتنی تاخیر مکر وہ ہے کہ طلوع آفتاب کا شک ہو جائے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی  
 اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی مسلک ہے۔

واضح ہو کہ سنتیں بعض مؤکدہ ہیں کہ شریعت میں اس پر  
 تاکید آئی اس کو بلا عذر ایک بار بھی ترک کرنا مستحق ملامت

### سنت مؤکدہ کے احکام اور تعداد

ہے اور ترک کی عادت بنالے تو فاسق ہے سنت مؤکدہ کو سنن الہدی بھی کہتے ہیں۔  
 دوسری قسم غیر مؤکدہ ہے جس کو سنن الزوائد بھی کہتے ہیں۔ کبھی اس کو مستحب و مندوب بھی کہتے  
 ہیں۔ ان کا حکم یہ ہے کہ پڑھو تو ثواب ہے نہ پڑھو تو حرج نہیں نیز نفل کا لفظ عام ہے سنت پر بھی  
 نفل کا اطلاق آیا ہے اور اس کے غیر کو بھی نفل کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فقہار کرام باب النوافل میں  
 سنن کا بھی ذکر دیتے ہیں۔

(۷) سنت مؤکدہ یہ ہیں۔ دو رکعت نماز فجر سے قبل۔ چار ظہر سے پہلے دو بعد دو مغرب کے بعد  
 دو عشاء کے بعد اور چار جمعہ سے پہلے



ابوداؤد و نسائی و مسلم و ترمذی کی حدیثوں میں حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے۔

- ۱۔ کان لا یدع اربعاً قبل الظہر۔
  - ۲۔ کان یصلی فی بیتی قبل الظہر اربعاً۔
  - ۳۔ اور حدیث ترمذی من روایتہ عاصم بن حمزہ عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے۔
- حضور ظہر سے قبل کی چار سنتیں نہیں چھوڑتے تھے۔  
حضور ظہر سے پہلے چار سنت پڑھے گھر میں ادا فرماتے تھے۔
- کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی قبل  
الظہر اربعاً و بعدھا رکعتین۔
- کہ حضور علیہ السلام ظہر سے پہلے چار رکعت اور ظہر  
کے بعد دو رکعت سنت پڑھا کرتے تھے۔

امام ترمذی نے فرمایا۔ حدیث علی حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کا اصحاب رسول سے اسی پر عمل ہے اور بعد کے لوگوں نے بھی اسی کو اختیار کیا کہ ظہر سے قبل چار اور بعد دو رکعت سنت پڑھی جائیں (یعنی چار رکعت جمعہ کے بعد حضور سے دو رکعت اور چار رکعت پڑھنا مروی ہے۔ اسلئے بہتر یہی ہے کہ جمعہ کے بعد چار رکعت پڑھے پھر دو۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جو تم میں سے جمعہ کے بعد نفل پڑھنا چاہے تو فلیصل اربعاً تو چار رکعت پڑھے۔ امام ترمذی نے فرمایا بعض اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ بہر حال افضل یہ ہے کہ جمعہ کے بعد چار رکعت پھر دو رکعت سنت پڑھ لی جائیں۔

نمازی کے آگے سے گزرنا سخت گناہ ہے | واضح ہو کہ نمازی کے آگے سے گزرنا سخت گناہ ہے۔ اس سلسلہ کی دو حدیثیں یہ ہیں۔

- (۱) حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کوئی نمازی کے آگے سے گزرنے کے گناہ کو جانتا تو سو برس کھڑے رہنے کو ایک قدم چلنے سے بہتر جانتا۔ (ابن ماجہ)
- (۲) کعب اجبار نے فرمایا نمازی کے سامنے سے گزرنے والا جانتا کہ اس پر کیا گناہ ہے تو زمین میں دھنس جانے کو گزرنے سے بہتر جانتا۔ میدان اور بڑی مسجد جیسے شاہی مسجد لاہور، مہمن مسجد کراچی، مسجد وزیر خاں لاہور، میں نمازی کے قدم سے موضع سجود تک گزرنا ناجائز ہے۔ موضع سجود سے مراد یہ ہے کہ قیام کی حالت میں سجدہ کی جگہ کی طرف نظر کرے تو جتنی دُور تک نگاہ پھیلے وہ موضع سجود ہے۔ اس کے سامنے سے گزرنا ناجائز ہے اور مکان اور چھوٹی مسجد میں قدم سے دیوار قبلہ تک کہیں سے گزرنا ناجائز نہیں۔



اگر نمازی سترہ قائم کر کے نماز پڑھ رہا ہے تو سترہ کے بعد سے گزرنے میں حرج نہیں۔  
 نمازی کے سامنے سترہ نہیں اور کوئی شخص گزرنا چاہتا ہے یا سترہ ہے مگر وہ شخص نمازی اور  
 سترہ کے درمیان سے گزرنا چاہتا ہے تو نمازی کو رخصت ہے کہ اسے گزرنے سے روکے اور گزرنے  
 سے روکنے کے طریقے احناف کے نزدیک حسب ذیل ہیں۔

(۱) اگر نماز چہری ہے تو زیادہ بلند آواز سے قرأت کر کے روکے اور اگر نماز سری ہے تو ہاتھ یا آنکھ  
 کے اشارے سے منع کرے یا سبحن اللہ اکبر کہہ کر منع کرے۔ اس سے زیادہ کی اجازت نہیں مثلاً کپڑا  
 پکڑ کر جھٹکنا یا مارنا بلکہ عمل کثیر ہو گیا تو نمازی جاتی رہی۔ اور حدیث میں قاتلہ کا لفظ  
 بھی آیا ہے کہ جو نمازی کے آگے سے گزے اس سے لڑو۔ لیکن احناف کے نزدیک یہ فعل قلبی پر محمول ہے  
 حسی پر نہیں یعنی (قاتلہ) کا مطلب یہ ہے کہ اشارہ یا تسبیح وغیرہ سے بھی کوئی گزرنے سے باز نہ  
 آئے تو نمازی اپنے دل میں اس سے گزرنے کو سخت و شدید طور پر برا سمجھے۔ یہ مطلب نہیں  
 ہے کہ اس سے ہاتھ پانی شروع کرے یا اس کے کپڑے وغیرہ گھسیٹے۔

نیز حضور علیہ السلام نے فرمایا نمازی کے آگے سے گزرنے والا شیطان ہے۔ یہ اس اعتبار سے کہ  
 گزرنے والے نے شیطان کا سا کام کیا۔ کیونکہ شیطان کا کام یہی ہے کہ نمازی کی نماز میں خلل ڈالے۔

نماز میں صفوں کو سیدھا رکھنا اور خوب  
 مل کر کھڑا ہونا ضروری ہے۔ اس سلسلہ

## نماز میں صفوں کو سیدھا رکھنا واجب ہے

کی چند حدیثوں کے خلاصے یہ ہیں (۱) حضور علیہ السلام نے فرمایا صفوں کو برابر رکھنا تمام نماز سے ہے  
 (۲) جو صف کو ملائیگا اللہ اس کو ملائیگا اور جو صف کو قطع کریگا۔ اللہ اسے قطع کریگا (رواہ الحاکم  
 علی شرط مسلم) (۳) اگلی صفیں پوری کرو اور مل کر کھڑے ہو۔ ملائکہ بھی اپنے رب کے حضور اسی طرح صف  
 باندھتے ہیں (مسلم و ابوداؤد) (۴) اللہ تعالیٰ اور فرشتے ان لوگوں پر درود بھیجتے ہیں جو صفوں کو ملاتے  
 ہیں (حاکم علی شرط مسلم) (۵) جو صفوں کو ملاتے اللہ اس کا درجہ بلند کریگا اور جنت میں اس کے لئے  
 گھر بنائے گا (طبرانی و ابن ماجہ) (۶) بوقت اقامت حضور صف کے ایک کنارے سے دوسرے  
 کنارے تک جاتے اور مقتدیوں کے مونڈھے یا سینے پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے مختلف کھڑے نہ ہو۔  
 کہ تمہارے دل مختلف ہو جائیں گے (۷) صفوں کو برابر کرو اور مونڈھوں کو مقابل کرو (طبرانی و احمد)



معلوم ہوا کہ صفوں کو سیدھا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مونڈھے دوسرے شخص کے مونڈھے کے برابر ہوں۔  
(۱) کشادگیوں کو بند کرو کہ شیطان بھیڑ کے بچے کی طرح تمہارے درمیان داخل ہو جاتا ہے۔

(۲) حضور علیہ السلام صحابہ کی صفیں تیر کی طرح سیدھی کرتے تھے (بخاری) حضور نے فرمایا۔

اَقِيْمُوا صُفُوْفَكُمْ وَتَرَا صُفُوْفًا بِنَائِي  
اَرَ اَكُم مِّنْ وَّرَاءِ ظَهْرِي (بخاری)

فرمایا صفوں کو برابر رکھو اور بل کر کھڑے ہو میں  
تکو اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔

تَرَا صُفُوْفًا کے معنی تَضَامُوا و تَرَا صُفُوْفًا کے ہیں یعنی بعض کا بعض سے مل جانا اس طرح کہ  
درمیان میں خلا نہ رہے۔ بنیان مرصوص کے بھی یہی معنی ہیں۔

لوگوں کی گردنیں پھانڈ کر گلی صف میں جگہ بنانا ممنوع ہے

آداب مجلس میں سے یہ بھی  
ہے کہ جہاں جگہ مل جائے

بیٹھ جائے۔ کو د پھانڈ کر لوگوں پر سے پھلانگ کر گلی صف میں جا کر بیٹھنا یا جو پہلے سے بیٹھا ہوا  
ہے۔ اس کو اٹھا کر اس کی جگہ خود بیٹھ جانا ممنوع ہے۔ بلکہ سنن و مسانید میں اس فعل کی ممانعت پر  
و عیدیں بھی آئی ہیں۔ اسی لئے بعض علمائے اس فعل کو گناہ کبیرہ میں شمار کیا۔ اور یہ حکم صرف جمعہ  
و عیدین کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ دیگر اجتماعات کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ مسند احمد کی حدیث  
میں ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن امام کے آجانے کے بعد لوگوں کی گردنیں پھانڈ کر آگے آجاتا ہے اور دو  
لے بیٹھے ہوؤں میں جدائی ڈالتا ہے۔ وہ دوزخ میں اپنی آنتیں گھسیٹے گا۔ ابن ماجہ کی حدیث میں ہے  
کہ اس فعل کا مرتکب شخص جہنم کا پل بنے گا۔ ابن ماجہ میں ہے کہ ایک شخص نے دوران خطبہ لوگوں کی  
گردنیں پھانڈ کر آگے بڑھنا چاہا۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

اجلس فقد اذیت  
اسی جگہ پر بیٹھ جاتو نے ایذا دی۔

اجتماعات میں لازم ہے کہ جہاں جگہ مل جائے وہیں بیٹھ جائے لوگوں کو تنگ کر کے آگے نہ بڑھے  
یہ ہی حکم قاضی و حاکم کے لئے ہے۔ الا یہ کہ کسی ضرورت سے ایسا کرنا پڑے یا خطیب امام ہو کہ  
اس کو مصطلے پر پہنچانا ہے یا کوئی ایسی شخصیت ہو کہ لوگ خود ہی اس کو اگلی صف میں بٹھانا چاہیں تو  
حرج نہیں۔



فرض نماز کی تکبیر ہو جائے تو کسی نفل کا پڑھنا جائز نہیں | حضور سید عالم نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک

شخص دیکھا کہ نماز کی تکبیر ہو جانے کے بعد دو رکعت پڑھ رہا ہے جب حضور نے سلام پھیرا تو لوگوں نے اس شخص کو گھیر لیا اور حضور نے فرمایا کیا صبح کی چار رکعتیں ہیں؟ (بخاری)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ جماعت قائم ہو جانے کے بعد نفل کا شروع کرنا جائز نہیں اور اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے بلکہ سنت فجر کے متعلق اختلاف ہے حضرت ابو ہریرہ و ابن سیرین و ابی ہبیم و عطاء و امام شافعی، احمد و اسحاق و ابو ثور کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نماز فجر کیلئے مسجد میں آیا اور جماعت کھڑی ہو گئی ہو تو اب اس کو سنت فجر پڑھنا مکروہ ہے اور دلیل ان حضرات کی حدیث زیر بحث ہے۔ لیکن امام اعظم ابو حنیفہ اور اوزاعی نے فرمایا کہ مذکورہ بالا صورت میں سنت فجر خارج مسجد اکرے جبکہ اسے یقین ہو کہ دوسری رکعت امام کے ساتھ پالیگا۔ امام اعظم علیہ الرحمۃ کا مذہب صرف اسی قدر ہے کہ فی الجامع الصغیر والبدائع۔

اور صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ مذکورہ بالا صورت میں مسجد کے دروازہ پر سنت فجر پڑھے تاکہ سنت اور جماعت دونوں کی فضیلت حاصل ہو جائے۔ ذخیرہ محیط میں ہے کہ سنت یہ ہے کہ سنت فجر گھر میں پڑھے اور اگر گھر میں نہیں پڑھی اور امام مسجد نماز فجر پڑھا رہا ہے تو مسجد کے دروازہ پر اگر کوئی جگہ قابل نماز ہو تو وہاں پڑھے۔ یہ بھی ممکن نہ ہو تو مسجد کے اندر کے حصہ میں جہاں ہوتی ہو تو باہر کے حصہ میں اور اگر باہر کے حصہ میں ہو تو اندر پڑھے۔ اور اگر اس مسجد میں باہر اندر درجے نہ ہوں تو ستون یا پیر کی آٹھ میں پڑھے تاکہ اس میں اور صف میں شامل ہو جائے۔ چنانچہ علامہ طحاوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ حدیث زیر بحث کا مطلب یہ ہے کہ سنت فجر اور نماز فجر ایک جگہ نہ پڑھی جائے۔ بلکہ دونوں میں فصل کیا جائے۔ اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ حضور علیہ السلام نے دیکھا کہ ابن جبینہ سنت فجر پڑھ رہے ہیں اس پر آپ نے فرمایا۔ لا تجعلوا ہذا الصلوٰۃ لصلوٰۃ الظهر واجعلوا بینہما فصلاً اس سے واضح ہوا۔ سبب کراہت یہی ہے کہ نفل و فرض دونوں ایک مقام پر پڑھے جائیں اور اس کا مقتضی یہ ہے کہ خارج مسجد یا مسجد کے کسی گوشہ میں پڑھنا مکروہ نہ ہو۔ چنانچہ حسب ذیل آثار سے امام طحاوی علیہ الرحمۃ کی تائید ہوتی ہے۔



(۱) حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جب اقامت ہو جانے تو کوئی نماز جائز نہیں۔ الا رکعتی الفجر۔ مگر فجر کی دو سنتیں امام بیہقی علیہ الرحمۃ نے اگرچہ خط کشیدہ استثناء کو بے اہل قرار دیا ہے اور اس کے راوی حجاج و عباد کو ضعیف کہا ہے۔ مگر علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یعقوب بن شیبہ نے کہا کہ میں نے ابن معین سے حجاج بن نصیر فسا طیبی بصری کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا وہ صدوق ہے اور ابن جبان نے بھی ان کو ثقہ قرار دیا ہے اور عباد بن کثیر صالحین سے ہیں (یعنی ج ۲ ص ۱۱۱)۔

(۲) ابو بکر بن ابی شیبہ اپنے مصنف میں شعبی سے اور مسروق سے مروی ہیں کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے اور لوگ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت مسروق نے فجر کی سنتیں نہیں پڑھی تھیں۔ فصلی ہسانی ناجیۃ المسجد ثم دخل مع القوم فی صلاتہم۔ تو انہوں نے مسجد کے ایک کونہ میں سنت فجر پڑھیں۔ اور پھر نماز میں شامل ہو گئے۔

(۳) حضرت سعید بن جبیر مسجد میں آئے اور امام نماز فجر میں مشغول تھا۔ آپ نے سنت فجر مسجد کے دروازہ پر پڑھیں۔ فصلی الرکتین قبل ان یلج المسجد عند باب المسجد۔

(۴) ابی عثمان الہندی کہتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں آیا اور حضرت عمر نماز پڑھا ہے تھے اس نے مسجد کے دروازہ پر دو رکعت سنت فجر پڑھیں۔ پھر جماعت میں شامل ہوا۔

(۵) مجاہد کہتے ہیں کہ جب تک مسجد میں داخل ہو اور نماز فجر ہو رہی ہو اور تو نے سنت فجر نہ پڑھی ہوں۔ فارکھما وان ظننت ان الرکعة الاولى تفوتک تو سنت فجر پڑھ لے اگرچہ تجھے فجر کی پہلی رکعت فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

(۶) ویرہ کہتے ہیں میں نے ابن عمر کو اسی طرح کرتے دیکھا اور ابو برداء کہتے ہیں کہ میں کبھی ایسے ہی کرتا ہوں۔ ان تمام روایتوں کو زبیدی نے اتحاف میں ذکر کیا ہے۔

(۷) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں آئے اور نماز فجر کی اقامت ہو چکی تھی۔ آپ نے ستون کی آڑ میں دو رکعت سنت فجر پڑھی اور اس وقت حضرت حذیفہ و ابی موسیٰ بھی موجود تھے۔ (۳) ابن بطال نے کہا کہ اسی طرح حضرت عمر بن الخطاب ابی الدرداء و ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے (۱) اور حضرت ابن عمر کے متعلق ہے کہ وہ مسجد میں آئے اور امام فجر کی نماز پڑھا رہا تھا۔ تو وہ حضرت حفصہ کے گھر میں داخل ہو گئے اور وہاں دو رکعت سنت فجر



پڑھیں پھر امام کے ساتھ نماز میں شامل ہو گئے (یعنی جلد ۲ ص ۱۱)

نیز صحیح ابن حزمیہ کی حدیث عن انس خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین اقیمت الصلوٰۃ فرأی ناساً یصلون رکعتین بالجملة فقال اصلاتان معاً؟ فنهی ان تصلیانی المسجد اذا اقیمت الصلوٰۃ۔ اس میں تصریح ہے کہ یہی مقتصر علی المسجد ہے۔ اور سنت فجر کی تخصیص کو مزید قوت ان احادیث سے بھی ہو جاتی ہے جس میں حضور نے "سنت فجر کے پڑھنے کی تاکید اکید فرمائی اور یہاں تک فرمایا کہ اگر تمہیں گھوڑوں کے پاؤں تلے روندے جانے کا خطرہ بھی ہو تو بھی سنت فجر کو چھوڑو"

سنت فجر کی اہمیت اور اس کے بعض ضروری مسائل | متعدد حدیثوں سے سنت فجر کی اہمیت کا اظہار ہوتا ہے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا (۱) رَكَعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِنْ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا رَسْمٌ  
فجر کی دو سنتیں دنیا اور آخرت کی تمام چیزوں سے بہتر ہیں۔

۲۔ لَهَا أَحَبُّ مِنَ الدُّنْيَا جَمِيعًا رَسْمٌ  
یہ دونوں رکعتیں ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہیں۔  
۳۔ لَا تَدْ عُوَا رَكَعَتِي الْفَجْرِ وَلَوْ طَرَّ  
فجر کی سنتیں نہ چھوڑو۔ اگرچہ گھوڑے سوار تم کو پا مال کر دیں۔  
دَتَّكُمْ الْخَيْلُ (ابوداؤد)

۴۔ آیت قرآنی وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ کی تفسیر میں ابن عباس سے مرفوعاً مروی ہے  
قال الرکعتان قبل الفجر (ترمذی) یعنی آیت میں سنت فجر مراد ہیں۔

۵۔ حضرت بلال فرماتے ہیں۔ میں صبح کی نماز کے لئے حضور علیہ السلام کو بلانے گیا اور عرض کی۔  
اصحت جدا۔ حضور آج تو بہت دیر ہو گئی ہے تشریف لائیے۔ آپ نے فرمایا۔  
لوا صحت اکثر منا اصحت  
اگلاس سے بھی زیادہ دیر ہو جاتی تو میں سنتیں  
لَو كَعْتَهُمَا رَابِدًا (یعنی ج ۲ ص ۶۱) پڑھے بغیر نہ آتا۔

۱۔ ان حدیثوں سے سنت فجر کی اشرافیت و اہمیت واضح ہوتی ہے۔ انہیں احادیث سے حنفیہ نے یہ استدلال کیا کہ اگر کوئی ایسے وقت میں مسجد میں پہنچے کہ نماز فجر کے لئے امام کھڑا ہو گیا ہو اور یہ خیال ہو کہ سنت فجر پڑھنے کے بعد جماعت مل جائے گی، اگرچہ قعدہ ہی میں شامل ہو سکے گا۔ تو سنت فجر پڑھ لے اور اگر فرض کی جماعت فوت ہو جانے کا خطرہ ہو تو نہ پڑھے اور جماعت میں شامل ہو جائے۔



(۲) واضح رہے کہ جب جماعت کھڑی ہو جائے تو کسی نفل کا پڑھنا جائز نہیں، البتہ سنت فجر پڑھ سکتا ہے کیونکہ سنت فجر تمام سنتوں سے قوی تر ہے حتیٰ کہ بعض اس کو واجب کہتے ہیں اور امام اعظم علیہ الرحمۃ کی طرف وجوب کی نسبت غلط ہے (کما صرح بہ صاحب التوضیح) اور سنت فجر کی مشروعیت کا اگر کوئی انکار کرے تو اگر شبہتہ یا براہ جہل ہو تو خوف کفر ہے، اور اگر دانستہ بلاشبہ انکار کرے تو اس کی تکفیر کی جائے گی لہذا فجر کی سنتیں بلا عذر نہ بیٹھ کر ہو سکتی ہیں نہ سواری پر اور نہ چلتی گاڑی پر ان کا حکم ان باتوں میں بالکل مثل وتر ہے (ردالمحتار و عینی)

(۳) سنن مؤکدہ میں سب سے زیادہ قوی تر سنت فجر ہے، اس کے بعد مغرب کی دو سنتیں پھر ظہر کے بعد کی دو، پھر عشاء کی بعد دو، پھر ظہر سے پہلے چار سنتیں اور صبح یہ ہے کہ سنت فجر کے بعد ظہر کی پہلی چار سنتوں کا مرتبہ ہے۔ کیونکہ حدیث میں خاص ان کے بارے میں فرمایا جو انہیں ترک کرے گا اسے میری شفاعت نہ پہنچے گی (ردالمحتار وغیرہ)

(۴) اگر فرض پڑھ لے اور سنت فجر قضا ہو گئیں، تو اب سنتوں کی قضا نہیں، البتہ امام محمد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ طلوع آفتاب کے بعد پڑھ لے تو بہتر ہے (غنیہ)

(۵) واضح ہو کہ سنت فجر جب قضا ہو جائیں تو ان کو طلوع آفتاب سے پہلے پڑھنا بالاتفاق ممنوع ہے، آجکل اکثر عوام بعد فرض فوراً پڑھ لیتے ہیں، یہ ناجائز ہے، پڑھنا ہو تو آفتاب بلند ہونے کے بعد زوال سے پہلے پڑھیں۔

(۶) فجر کی نماز قضا ہو گئی اور زوال سے پہلے پڑھ لی تو سنتیں بھی پڑھے، ورنہ نہیں علاوہ سنت فجر کے اور سنتیں قضا ہو گئیں، تو ان کی قضا نہیں ہے (ردالمحتار)

متعدد حدیثوں سے واضح ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے نمازوں میں قنوت نازلہ پڑھی ضرور ہے، مگر پھر اس کو

## قنوت فی الفجر منسوخ ہے

ترک فرما دیا۔ لہذا جب ترک فرما دیا تو پھر قنوت پڑھنے کا جواز کہاں رہا۔ نماز فجر میں ہمیشہ قنوت پڑھنے کے متعلق حدیث اس سے بھی استدلال کیا جاتا ہے جس کو امام عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں ابو جعفر رازی سے روایت کیا کہ حضور علیہ السلام نے نماز فجر میں ہمیشہ قنوت پڑھی ہے حتیٰ فارق الدنیا حتیٰ کتاب دنیا سے تشریف لے گئے معلوم ہوا کہ قنوت منسوخ نہیں ہوئی، بلکہ اس پر تو حضور علیہ السلام



نے اپنی حیات اقدس کے آخری لمحات تک عمل کیا۔ لیکن اس کے متعدد محققوں جو اب ہیں اولاً یہ کہ حضرت انس ہی فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے قنوت نازلہ صرف ایک ماہ تک پڑھی پھر اس کو ترک فرمادیا معلوم ہوا کہ مصنف کی حدیث یقینت رنی الفجر حتی فارق الدنيا کے جو الفاظ ہیں ان میں قنوت سے قنوت نازلہ مراد نہیں ہے بلکہ طول قیام و قرأت مراد ہے اور یہ ظاہر ہے کہ قنوت کا اطلاق متعدد معانی پر آتا ہے اگر یہ مراد نہ ہو تو پھر دونوں حدیثوں میں تعارض ہوگا۔

ثانیاً مصنف کی حدیث کے ایک راوی اباجعفر رازی ہیں جن کا نام عیسیٰ بن ہامان ہے ان کے متعلق ابن المدینی، ابن جہان یحییٰ، امام احمد ابو ذر عہ نے بہت کچھ کلام کیا ہے اور ابن جوزی نے کہا۔ ہذا حدیث لا یعمہ لہذا قابل استدلال نہیں ہے۔

علامہ کرمانی نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام کبھی صبح کی نماز میں اور کبھی مغرب کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے حتیٰ نزل لیس لك من الامر شئی فترک الا فی الصبح حتیٰ کہ آیت لیس لك نازل ہوئی تو آپ نے باقی نمازوں میں تو قنوت کو ترک کر دیا مگر نماز فجر میں جاری رکھا لیکن سوال یہ ہے کہ نماز میں قنوت کو جاری رکھنے پر کوئی دلیل ہے؟

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے صرف ایک ماہ قبیلہ زعل و ذکوان پر قنوت نازلہ پڑھی۔

فلما ظہر علیہم ترک القنوت (طحاوی) پھر جب آپ ان پر غالب آگئے تو آپ نے قنوت چھوڑ دی حضرت ابن مسعود بھی اپنی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے صرف دُتروں میں پڑھتے تھے۔ (طحاوی ج ۱ ص ۱۲۹ و مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۹۶)۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر جنہوں نے قنوت نازلہ کے پڑھے جانے کو روایت بھی کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب آیت لیس لك من الامر نازل ہوئی تو قنوت نازلہ کا پڑھنا منسوخ ہو گیا چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر بھی حضور کے وصال کے بعد قنوت نہیں پڑھتے تھے اور جو پڑھتا تو اس پر اعتراض

نہ دیا۔ مگر قنوت کا اطلاق متعدد معانی پر آتا ہے اطاعت، قیام، خشوع و خضوع، سکوت، جیسے ان آیات میں یا مریم اذتی قوموا لله قانتین کل لہ قانتون من یقنت منکن ان ابراہیم کان امۃ قانتا اللہ حیفاً من هو قانت انار اللیل اور حدیث میں آیا۔ فضل الصلاة طول القنوت۔



اعتراض کرتے تھے (طحاوی) حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر فرماتے ہیں کہ

۳۔ ان الله عزوجل نسخ ذلك بقوله آیت لیس لك من الامر ما نزل فرما کر

لیس لك من الامر شیء (یعنی ج ۳ ص ۴۲۵) اللہ تعالیٰ نے قنوت کو منسوخ فرما دیا۔

نیز حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ۔

۴۔ لم یقنت رسول الله صلى الله عليه وسلم کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر میں

فی الفجر الا شہراً دفع القنوت باب الوتر ہرگز قنوت نہیں پڑھی مگر ایک ماہ۔

ان تمام حدیثوں سے واضح ہوا کہ حضور علیہ السلام نے نماز فجر میں بھی قنوت کو ترک کر دیا تھا۔

اس حدیث میں تو نماز فجر کی تصریح بھی ہے کہ حضور علیہ السلام نے نماز فجر میں قنوت صرف ایک ماہ تک پڑھی معلوم ہوا کہ نماز فجر میں بھی قنوت مشروع نہیں ہے اور علامہ کرمانی کا یہ فرمانا کہ نماز فجر میں قنوت جاری رہی۔ غلط ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عباس۔ عبداللہ بن مسعود۔ عبداللہ بن عمر۔ ابن زبیر۔ سعید بن جبیر۔ حضرت عمر ایسے جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی نماز فجر میں قنوت کو منسوخ ہی جانتے تھے اور نہیں پڑھتے تھے (یعنی ج ۳ ص ۴۲۴)۔

## خلاصہ احادیث

(۱) حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضور نے صرف ایک مہینہ قنوت پڑھی (نسائی ج ۱ ص ۱۳۶) (۲) سالم کے والد فرماتے ہیں کہ حضور نے نماز فجر میں قنوت پڑھی تو اس پر آیت لیس لك من الامر ما نزل ہوئی (نسائی ج ۱ ص ۱۶۴)۔

(۳) حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضور نے قنوت کو ترک فرما دیا (نسائی ج ۱ ابو داؤد ج ۱ ص ۲۱۱ مسند ابو داؤد وطیلسی ج ۸ ص ۲۴) (۴) حضور علیہ السلام کے بعد خلفائے راشدین میں سے کسی نے بھی فرض نمازوں میں قنوت نازل نہیں پڑھی (نسائی ج ۱ ص ۱۶۴۔ مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۹۶) (۵) حضرت ابن عمر نے فرمایا انا کما سوت سے فارغ ہونے کے بعد تمہارا قنوت پڑھنے کے لئے قیام کرنا اور نماز میں رفیع بن کرمادوں کی بدعت میں مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۹۶) (۶) حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا ان القنوت فی صلوة الصبح بدعة۔ نماز فجر میں قنوت پڑھنا بدعت ہے (دارقطنی ص ۱۶۹)۔

یہ اور صفحات گذشتہ پر جو احادیث ہم نے ذکر کیں۔ ان سے واضح ہو گیا کہ قنوت نازلہ کا نماز فجر



میں پڑھنا بھی منسوخ ہے، اسی لئے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے قنوت  
فی الفجر کو بدعت قرار دیا۔

جب بیر معونہ پر ستر صحابہ کرام کو جو قاری تھے شہید کر دیا گیا تھا حضور علیہ السلام نے ان کفار پر  
بددعا فرماتے ہوئے قنوت نازلہ یعنی آفت و مصیبت کے وقت کی دعا پڑھی تھی۔

حدیث میں یسیراً کا لفظ آیا ہے جس کے  
معنی ہیں کچھ دن۔ دوسری حدیثوں میں اس  
ابہام کی وضاحت موجود ہے کہ آپ نے قنوط نازلہ صرف ایک مہینہ پڑھی تھی چنانچہ روایت ابو داؤد  
میں حضرت انس ہی سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے

قنوتاً شہراً شراً شرکاً  
ایک ماہ تک قنوت پڑھی تھی اسکے بعد ترک فرمادی۔

(۲) علامہ خطابانی نے کہا کہ تو کہہ کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے چار نمازوں میں قنوت نازلہ کو ترک دیا۔  
ولم یتروکہ صلوة الفجر یعنی نماز فجر میں قنوت کو ترک نہیں کیا۔ لیکن ظاہر ہے کہ نماز  
فجر کی تخصیص بلا دلیل ہے کیونکہ ترکہ کی عنبر اسی قنوت کی طرف راجع ہے جس پر لفظ قنوت دال ہے  
اور یہ عام ہے جمیع القنوت الذی کان فی الصلوات کو شامل ہے۔ لہذا جب تک فجر کی تخصیص  
پر کوئی دلیل نہ قائم ہو۔ اس وقت تک تخصیص فجر حکم محض ہے بغرض کہ ترکہ کا لفظ یہ بتا رہا ہے کہ  
حضور علیہ السلام نے نماز پنجگانہ میں قنوت نازلہ کو پڑھنا ترک فرمادیا تھا۔ اور ترک بعد از عمل  
منسوخ ہوتا ہے۔ لہذا قنوت نازلہ کا پڑھنا منسوخ ہوا۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ فرماتے  
ہیں کہ نفلی روزہ یا نماز شروع کرنے سے اس کا  
نقل شروع کرنے سے واجب جاتے ہیں

اتمام واجب ہو جاتا ہے۔ کیونکہ قرآن پاک میں "لا تبطلوا اعمالکم" اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔  
لہذا فرائض کے علاوہ اگر کسی نے نقل شروع کر لئے تو اس کو پورا کرنا واجب ہے۔ اور اگر اس نے نفلی روزہ  
شروع کر کے توڑ دیا تو اس کی قضا واجب ہے چنانچہ منہاج احمد میں حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت  
ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے اور حضرت حفصہ نے صبح کی ہم نفلی روزہ سے تھیں کہ اتنے میں ایک بکری  
بطور ہدیہ ہمیں دی گئی تو ہم نے روزہ افطار کر لیا اور بکری کا گوشت کھایا۔ حضور علیہ السلام کو اطلاع ہوئی



تو فرمایا۔ صَوْمًا يَوْمًا مَكَانَهُ رَحِمًا  
تم دونوں اس روزہ کی جگہ ایک روزہ رکھو۔

نیز دارقطنی میں ہے کہ حضرت جوہرہ نے نفلی روزہ رکھ کر توڑ دیا۔ حضور علیہ السلام نے حکم دیا کہ اس کی قضا کرو۔ اس سے واضح ہو گیا کہ نفلی روزہ شروع کرنے سے اس کا اتمام واجب ہوتا ہے اور اگر کسی وجہ سے اس کو فاسد کر دیا تو اس کی قضا واجب ہے۔ جن احادیث میں یہ آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نفلی روزہ رکھ کر افطار فرمایا۔ اس سے صرف اسی قدر ثابت ہوتا ہے کہ نفلی روزہ رکھ کر کسی عذر معقول کی وجہ سے اس کو افطار کر لینا جائز ہے۔ مگر جب افطار کر لیا تو اس کی قضا واجب ہے۔ واضح ہو کہ نفلی روزہ رکھ کر اس کو کسی عذر معقول کی وجہ سے توڑ دینا جائز ہے۔ گناہ نہیں ہے البتہ اس کی قضا ضروری ہو جاتی ہے۔

واضح ہو کہ ظہر کا وقت آفتاب ڈھلنے سے اس وقت تک ہے کہ ہر چیز کا سایہ علاوہ سایہ اصلی کے دو چن

ظہر ٹھنڈی کر کے پڑھی جائے

ہو جائے۔ سردیوں میں نماز ظہر جلدی پڑھنا اول وقت میں پڑھنا اور گرمیوں میں کچھ تاخیر سے پڑھنا کہ دوپہر کی تیزی کم ہو جائے۔ مستحب ہے جیسا کہ احادیث مذکورہ بالا سے واضح ہے۔ اسی طرح نماز جمعہ کا وقت بھی ظہر ہی کا وقت ہے۔ لہذا گرمیوں میں جمعہ بھی ظہر کی طرح تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے اور اول وقت میں پڑھنا خلاف سنت ہے اور حکمت اس میں یہ ہے۔ گرمیوں میں تاخیر سے ظہر پڑھنے میں ایک تو لوگوں کو آرام ملتا ہے۔ دوسرے سنت قبیلولہ سے محرومی نہیں ہوتی۔ تیسرے تھکنے سے اجتناب نہیں۔ اگر گرمیوں میں ظہر اول وقت یعنی سورج ڈھلنے کے فوراً بعد پڑھ لی جائے تو اس طرح سخت دھوپ اور لو میں مسجد میں آنا تکلیف کا باعث ہوگا۔ خصوصاً گرم ممالک میں اور وہاں جہاں مسجد دور ہو۔ اس کے علاوہ عام طور پر گرمیوں میں لوگ کھانا کھا کر سو جاتے ہیں جو سنت بھی ہے۔ اور اول وقت میں پڑھنے سے لوگ سنت قبیلولہ سے محروم ہو جائیں گے اور آرام کے وقت انہیں مسجد میں آنا بھی گراں ہوگا۔ اس سلسلہ کی چند حدیثیں یہ ہیں۔

۱۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام گرمیوں میں ظہر ٹھنڈی کر کے پڑھتے۔

وَإِذَا كَانَ الْبُرْدُ عَجَلًا (نسائی) اور جب سردی ہوتی تو جلدی پڑھ لیتے۔

۲۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی علیہ السلام کو دیکھا۔



يُجْلِهَانِي الشِّتَاءَ وَيُؤَخِّرُهَانِي  
الصيف (طحاوی)

آپ سردیوں میں ظہر کی نماز جلدی پڑھتے اور  
گرمیوں میں تاخیر سے پڑھتے

را، ہاتھ میں کوئی ایسا آلہ رکھنا (خصوصاً سفر میں) جس سے دشمن کو دفع کر  
سکے مستحب ہے امام و منفرد صحرا میں یا کسی ایسی جگہ نماز پڑھیں جہاں

## سترہ کے مسائل

سے لوگوں کے گزرنے کا اندیشہ ہو تو مستحب ہے کہ سترہ گاڑیں (۳) امام کا سترہ مقتدی کے لئے بھی  
بانی ہے۔ مقتدی کو حدید سترہ کی ضرورت نہیں اور سترہ بقدر ایک ہاتھ کے اونچا اور انگلی برابر موٹا  
ہو یا زیادہ سے زیادہ تین ہاتھ اونچا ہو۔ سترہ نزدیک ہونا چاہیے۔ سترہ بالکل ناک کی سیدھ پر نہ ہو  
بلکہ داہنے یا بائیں بھون کی سیدھ پر ہونا افضل ہے، اگر سترہ نصیب کرنا ناممکن ہو تو کوئی چیز آڑی  
رکھدے۔ یہ بھی نہ ہو تو خطی کھینچ دے۔ غرضیکہ جو چیز بھی آڑ بن سکے، وہ سترہ کے کام آسکتی ہے  
مثلاً لکڑی پتھر، رخت آدمی جانور وغیرہ۔ مگر آدمی کو اس حالت میں سترہ کیا جائے جب اس کی  
پیشہ مصلیٰ کی طرف ہو۔ کیونکہ مصلیٰ کی طرف منہ کرنا منع ہے۔ سترہ کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ  
اب سترہ کے آگے سے گزرنا جائز ہو جاتا ہے۔ اور اگر کسی نے بلا سترہ شارع عام پر نماز پڑھی اور  
عورت و مرد جانور وغیرہ آگے سے گزرے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

## مسجد کو گندگی اور گھٹن کی چیز پاک صاف رکھنا ضروری ہے

۱۔ مسجد کو ہر قسم کی گندگی اور گھٹن کی چیز جیسے بدن کا میل کچیل، تھوک، رینٹ، کھنگار وغیرہ سے  
پاک صاف رکھنا واجب ہے۔

۲۔ مسجد کی خبر گیری، متولی یا منتظم یا امام کے فرائض میں سے ہے۔

۳۔ آدمی کے فضلات، پسینہ، تھوک، رینٹ وغیرہ پاک ہیں اور بحالت نماز کپڑے میں بصورت  
لے لینے میں حرج نہیں۔

۴۔ مسجد میں وضو کرنا، کلی کرنا، مسجد کی دیواروں، چٹائیوں پر یا ان کے نیچے تھوکنا یا ناک سُکننا

۵۔ عون بن ابی جحیفہ کہتے ہیں میں نے اپنے باپ سے سنا کہتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو بطحا میں نماز پڑھانی (اور  
آپ کے سامنے برچی گڑھی ہوئی تھی، ظہر کے دو رکعتیں اور عصر کی دو رکعتیں اور آپ کے آگے سے عورتیں اور حمار گزر رہے تھے۔  
(بخاری)



منوع ہے۔ اور چٹائیوں کے نیچے ڈالنا اور پڑنے سے اور برا بے اور اگر ناک سنکنے یا تھوکنے کی ضرورت پڑ جانے تو کپڑے میں لے لے۔

۵۔ جب تھوکنے تو قبلہ کی طرف نہ تھو کے۔ ابو داؤد کی حدیث میں ہے حضور نے فرمایا۔ جو قبلہ کی جانب تھو کے۔ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کا تھوک دونوں آنکھوں کے درمیان ہو گا۔ اور امام احمد کی روایت میں ہے کہ مسجد میں تھو کنا گناہ ہے۔

اور اس سلسلہ کی احادیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قبلہ رخ تھو کنا کم از کم مکروہ تحریمی ضروری ہے۔ کیونکہ اس فعل پر وعید آئی ہے۔ اور ابو داؤد و ابن جہان میں سائب ابن خلد کی حدیث میں ہے کہ ایک امام کو حضور نے قبلہ رخ تھوکنے کی وجہ سے امامت سے معزول کر دیا۔ اور فرمایا۔

انک اذیت اللہ ورسولہ

تو نے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دی ہے

اور یہ ممانعت کا حکم مسجد و خارج مسجد دونوں کو شامل ہے۔ علامہ عینی علیہ الرحمۃ نے لکھا کہ مسجد میں بصورت بھی تھو کنا خطا ہے۔ تھو کنا پڑ جائے تو کپڑے میں لے لے (یعنی ج ۲ ص ۳۲۶)

دہنی طرف تھو کنا بھی اچھا نہیں کیونکہ دہنی طرف نیکیاں لکھنے والا فرشتہ ہوتا ہے۔ امام نووی نے فرمایا

دہنی طرف تھو کنا منع ہے

دہنی طرف تھوکنے کی ممانعت مطلق ہے خواہ نماز میں ہو یا غیر نماز میں مسجد میں ہو یا غیر مسجد میں۔ مصنف عبدالمزاق کی روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نماز کے علاوہ بھی دہنی طرف تھوکنے کو ناجائز قرار دیتے تھے۔ معاذ ابن جبل فرماتے ہیں جب سے میں مسلمان ہوا ہوں کبھی دہنی طرف نہیں تھوکا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز سے مروی ہے کہ وہ اپنی اولاد کو دہنی طرف تھوکنے سے مطلق منع فرماتے تھے۔

۶۔ علامہ خطابی نے فرمایا کہ بائیں طرف تھو کنا چاہیے لیکن اگر بائیں طرف کوئی اور نمازی ہو تو پھر نہ دہنی طرف تھو کے نہ بائیں طرف بلکہ اپنے بائیں قدم کے نیچے تھو کے یا کپڑے میں لے لے (یعنی ج ۲ ص ۳۲۶)۔

۱۔ نسائی کی حدیث میں ہے کہ مسجد میں قبلہ کی جانب تھو ک دیکھ کر حضور کا چہرہ اقدس سرخ ہو گیا ایک انصاری عورت نے اس کو کھڑج دیا اور وہاں خوشبو لگا دی۔ حضور نے فرمایا بہت اچھا کیا۔

۲۔ صحیح مسلم میں بروایت ابو ذر مروی آیا ہے کہ میں نے اپنی امت کی بد اعمالیوں میں یہ بھی پایا ہے کہ مسجد



میں تھوک ہو اور اسے نہ مٹایا جائے۔

۴۔ مسند احمد میں بروایت سعد بن ابی وقاص مرفوعاً آیا ہے کہ جس شخص کو مسجد میں کھنکار آجانے تو چاہیے کہ اسے دفن کر دے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی مسلمان کے بدن یا کپڑے پر ننگے کے باعث اسے ایذا ہو۔  
۵۔ مسند احمد و طبرانی میں بروایت ابو امامہ مرفوعاً آیا ہے کہ مسجد میں تھوک کر دفن نہ کرنا گناہ ہے۔ اور دفن کر دینا یعنی پونچھ دینا نیکی ہے۔

۵۔ سعید بن منصور کی روایت میں ہے کہ ابو عبیدہ بن الجراح ایک رات مسجد میں تھوک کر اسے صاف کرنا بھول گئے گھر جا کر یاد آیا تو آگ کا ایک شعلہ لے کر آئے۔ اس کی روشنی میں تھوک تلاش کر کے مٹی میں دبا دیا۔ اور فرمانے لگے اللہ تعالیٰ کے لئے تعریف ہے جس نے آج کی رات مجھے گناہ سے بچا لیا۔

## نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا جائز ہے

ان رَفَعِ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ حِينَ يَنْصَرِفُ  
النَّاسُ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ كَانَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ فرض نماز کے  
حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ فقرہ صحابہ نے بحضور نبوی عرض کی کہ اہل ثروت نے بلند آواز سے اور  
ہمیشگی کی نعمتیں مل کے سبب حاصل کر لیں جیسے ہم روزہ رکھتے اور نماز پڑھتے ہیں۔ اس پر مزید یہ  
کہ ان کے پاس مال بھی ہے جس سے وہ حج و عمرہ کرتے۔ جہاد میں شریک ہوتے اور صدقہ دیتے ہیں۔  
حضور علیہ السلام نے فرمایا میں تم کو ایسی بات نہ بتاؤں جس پر عمل کر کے تم سبقت کرنے والوں کو پالو اور  
تم کو کوئی نہ پاسکے اور تم اپنے ہم عمروں میں بہتر ہو جاؤ۔ مگر وہ جو وہی بات بجالائے۔

سبحان اللہ اور الحمد للہ اور اللہ اکبر نماز کے  
خَلْفَ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ  
بعد ۳۳-۳۳ مرتبہ کہہ لیا کرو۔

مغیرہ بن شعبہ نے ایک خط میں امیر معاویہ کے نام یہ لکھوایا کہ بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ  
ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ لا شریک ہے



لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ  
تَدْبِيرٌ اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا  
مُعْطَى لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ  
مِنْكَ الْجَدُّ (بخاری)

ملک اور حمد اسی کے لئے اور وہ ہر ممکن پر قادر  
ہے۔ الہی جس کو تو دینا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا  
اور جس سے تو روکنا چاہے اسے کوئی نہیں دے سکتا۔  
اور بندہ کی دولت وغیرہ تجھ سے بچا نہیں سکتی۔

ان احادیث سے واضح ہوا کہ فرض نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا چاہئے اور اس کی مانعت  
پر کوئی دلیل نہیں ہے اور احادیث میں متعدد اذکار اور دعاقل کا پڑھنا مذکور ہوا ہے، ان میں سے جو  
چاہے پڑھ سکتا ہے بعض شارحین نے یہ لکھا ہے کہ بلند آواز سے ذکر کرنا صحابہ کا ہمیشہ کا دستور نہ  
تھا، امام شافعی نے فرمایا کہ بلند آواز سے ذکر کرنے پر مداومت فرماتے تھے رفیع البخاری، لیکن مداومت  
اگر ثابت نہ بھی ہو تو فرض نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے کا جواز تو بہر صورت ثابت رہے گا۔

صحابہ میں امیر بھی تھے اور غریب بھی، ظاہر ہے کہ دولت مند فرائض کے علاوہ دوسرے امور خیر  
میں بھی حصہ لیتے تھے، مثلاً جہاد میں شرکت، فقراء و مساکین کی امداد و اعانت وغیرہ اور غربا بوجہ  
ناداری کے ان امور کو ادائیگی نہیں کر سکتے تھے، اس پر غرباء کو رشک ہوا کہ اہل ثروت نے دیگر امور خیر میں  
حصہ لے کر ہم سے زیادہ ثواب حاصل کر لیا، حضور علیہ السلام نے غرباء کو فرمایا کہ تم سُبْحَانَ اللَّهِ  
الْحَمْدُ لِلَّهِ اور اللَّهُ أَكْبَرُ ۳۳-۳۳ بار ہر نماز کے بعد پڑھ لیا کرو۔ اغنیاء دوسرے امور خیر  
میں حصہ لے کر جو ثواب حاصل کرتے ہیں تم کو بھی وہ مل جائے گا۔ مگر یہ کہ وہ بھی یہ وظیفہ پڑھنا  
شروع کر دیں چنانچہ مسلم کی روایت میں ہے کہ انہوں نے عرض کی حضور اصحاب ثروت نے بھی یہ  
وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا ہے۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ

۳۳ کا عدد | علامہ قسطلانی نے ۳۳ کے عدد پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اذکار ثلاثہ  
کے عدد میں مختلف روایتیں ہیں۔ حدیث بخاری عن ابی ہریرہ میں ۳۳-۳۳ بار، حدیث نسائی عن زید  
بن ثابت میں ۲۵-۲۵ بار اور اس میں ۲۵ بار کلمہ کا پڑھنا بھی مروی ہے، اور حدیث مرہ عن ابن عمر  
میں ۱۱-۱۱ بار، اور حدیث ترمذی عن انس میں ۱۰-۱۰ اور حدیث انس کے بعض طرق میں صرف ایک ایک بار  
اور حدیث نسائی عن ابو ہریرہ میں سو سو بار پڑھنا منقول ہے پس یہ اختلاف یا تو اوقات مختلفہ پر  
مبنی ہے یا احوال مختلفہ پر یا تخیر کے طرق پر وارد ہے کہ پڑھنے والے کو جیسے آسانی ہو اسی تعداد میں پڑھے۔



حدیث میں جو وظیفہ ہے اس میں وَلَا يَنْفَعُكَ إِذْ أُنْجِدَ مِنْكَ الْجُدُّكَ کے الفاظ بھی ہیں۔  
 (۱) جِدُّ بِالْكَسْرِ کے معنی کوشش کے ہیں۔ معنی یہ ہوں گے کہ مجرد اعمال صالحہ میں کوشش کرنا تیرے  
 ہاں نافع نہیں ہے۔ تاوقتیکہ اس کے ساتھ قبولیت نہ ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس عمل کو قبول نہ فرمائے  
 اور یہ قبولیت محض اللہ کے فضل و رحمت سے ہوتی ہے۔ اسی لئے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

لَا يَدْخُلُ أَحَدٌ مِنْكُمْ الْجَنَّةَ عَمَلَهُ الْخَيْرِ

علامہ نووی نے فرمایا صحیح اور مشہور جس پر جمہور ہیں یہ ہے کہ جِدُّ بِالْفَتْحِ ہے اور اس کے معنی  
 دنیاوی حظ کے ہیں خواہ وہ مال کے ساتھ ہو یا اولاد اور عظمت وغلبہ کے ساتھ ہو اور معنی یہ ہیں  
 بندہ کا حظ۔ مال و دولت اور عزت و حکومت دنیاوی تجھ سے اس کو بچا نہیں سکتی۔ اس کو تیرا  
 فضل و رحمت ہی نجات دے سکتا ہے۔ (فتح الباری)

## نمازِ مرض کا بیان

واضح ہو کہ فرض نماز سنتِ ثمودہ اور واجب نماز (وتر) بلا عذر بیٹھ کر نہیں پڑھ  
 سکتے کیونکہ قیام فرض ہے۔ ہاں اگر عذر ہو تو بیٹھ کر لیٹ کر حتیٰ کہ اشارے سے بھی پڑھ سکتا  
 یاد رہے کہ فرض نماز کسی حالت میں بھی سوائے چند نادری صورتوں کے معاف نہیں بلکہ حکم یہ  
 ہے کہ جس طرح ممکن ہو پڑھے بعض مسلمان ذرا بخارا یا یا کوئی پھٹا یا نکل آئی حتیٰ کہ نزلہ و زکام  
 ہو گیا نماز چھوڑ دیتے ہیں۔ ایسا کرنا سخت گناہ ہے۔ نماز کے متعلق تو حکم یہ ہے کہ جہتک اشارے  
 سے بھی پڑھ سکتا ہو ضرور پڑھے۔ ورنہ انہیں وعیدوں کا مستحق ہوگا جو تارک الصلوٰۃ کے لئے  
 احادیث میں بیان ہوئی ہیں۔

حضرت عطاء نے فرمایا جبکہ کسی میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کی بھی طاقت نہ ہو تو جدہر بھی اس کا  
 منہ ہو۔ ادھر ہی نماز پڑھ لے حضرت عمران بن حصین نے کہا کہ مجھے بوایبر کی بیماری تھی پس میں نے  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے بارے میں دریافت کیا۔

فَقَالَ صَلَّى قَائِمًا فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ تَوَأَّيْتُ فَرَأَيْتَ كَهْرًا هُوَ كَرَامًا پڑھ اور اگر کھڑے



فَقَاعِدًا فَإِن لَّمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَى جَنْبٍ  
 ہو کر پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھ اور اگر  
 بیٹھ کر پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو لیٹ کر پڑھ۔  
 (بخاری)

بیمار بیٹھ کر لیٹ کر اشارہ سے جیسے ممکن ہو نماز پڑھے | اس حدیث سے واضح ہوا کہ جو  
 شخص بوجہ بیماری کھڑے ہو کر نماز

پڑھنے پر قادر نہیں اور قادر نہ ہونے کی متعدد صورتیں ہیں مثلاً کھڑا تو ہو سکتا ہے مگر کھڑے ہو کر نماز  
 پڑھنے میں مرض بڑھ جائیگا یا دیر میں اچھا ہوگا یا سخت چکر آتا ہے یا کھڑے ہو کر پڑھنے میں سخت شدید  
 درد ناقابل برداشت پیدا ہو جاتا ہے یا بوجہ کمزوری کھڑا ہو ہی نہیں سکتا۔ تو ان سب صورتوں  
 میں بیٹھ کر رکوع و سجود کے ساتھ نماز پڑھے۔

— اگر مریض بیٹھنے پر بھی قادر نہیں تو لیٹ کر اشارہ سے نماز ادا کرے۔ خواہ داہنی یا بائیں کروٹ  
 پر لیٹ کر قبلہ کو منہ کر کے پڑھے۔ خواہ چپ لیٹ کر قبلہ کو پاؤں کرے۔ مگر پاؤں نہ پھیلائے بلکہ گھٹنے کھڑے  
 رکھے اور سر کے نیچے تکیہ وغیرہ رکھ کر ادباً کرے تاکہ منہ قبلہ کی طرف ہو جائے اور یہ صورت یعنی چپ لیٹ  
 کر پڑھنا افضل ہے۔

— مریض اگر قبلہ کی طرف منہ نہ اپنے آپ کر سکتا ہے نہ دوسرے کی مدد سے قبلہ کی طرف منہ کر سکتا ہے  
 تو جس طرف بھی منہ ہو سکے اشارہ سے نماز پڑھ لے اور صحت کے بعد اس نماز کا اعادہ نہیں۔

فائدہ۔ بیٹھ کر پڑھنے میں کسی خاص طور پر بیٹھنا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ مریض کو جس طرح آسانی ہو۔  
 اسی طرح بیٹھ کر نماز پڑھے۔ البتہ دوزالو بیٹھنا آسان ہو تو دوزالو ہو کر نماز پڑھنا افضل ہے۔

— اگر مریض بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہے۔ دوران نماز میں قیام پر قادر ہو گیا تو اب بقیہ نماز کھڑے ہو کر  
 پڑھے کیونکہ عذر جاتا رہا ہے اور قیام فرض ہے۔

— البتہ صورت مشلہ یہ ہوگی کہ اگر مریض جو قیام پر قادر نہیں ہے۔ وہ بیٹھ کر نفل پڑھ رہا ہے۔ اور  
 اب دوران نماز میں قیام پر قادر ہو گیا تو اس کو اختیار ہے کہ باقی نماز خواہ بیٹھ کر ہی پورا کرے یا کھڑے  
 ہو کر۔ کیونکہ نفل نماز بلا عذر بھی بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں۔ جیسا کہ جناب عائشہ سے مروی ہے۔

انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی لیلا طویلا قائما دلیلہ طویلة قاعدا (مسلم)

— اور اگر مریض جو قیام پر قادر نہیں ہے۔ فرض نماز بیٹھ کر پڑھ رہا ہے اور اب دوران نماز قیام پر



قادہ ہو گیا۔ تو باقی نماز کھڑے ہو کر پڑھے۔ کیونکہ قیام فرض ہے۔

کھڑے ہو کر بیٹھ کر لیٹ کر نماز نفل پڑھنے کے مسائل | نفل نماز کو بلا عذر اور بعد از بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے۔

۲۔ کھڑے ہو کر پڑھنے کی قدرت ہو۔ جب بھی نفل نماز بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے۔

۳۔ نفل نماز کھڑے ہو کر شروع کی تھی پھر بیٹھ گیا یا بیٹھ کر شروع کی تھی پھر کھڑا ہو گیا۔ دونوں صورتیں جائز ہیں۔ خواہ ایک رکعت کھڑے ہو کر پڑھی یا ایک بیٹھ کر۔ یا ایک ہی رکعت کے ایک حصہ کو کھڑے ہو کر پڑھا اور کچھ حصہ بیٹھ کر۔

۴۔ بلا عذر لیٹ کر نماز نفل پڑھنا جائز نہیں۔ اگر عذر کی وجہ سے لیٹ کر نفل نماز پڑھی تو جائز ہے۔ بیماری کی وجہ سے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی طاقت نہیں ہے یا کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں مرض کے بڑھنے یا دیر سے اچھا ہونے کا خطرہ ہے۔ تو وہ بیٹھ کر رکوع و سجود کے ساتھ نماز پڑھے۔

امام اگر کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھانے تو اس کی اقتدا میں صحیح و تندرست مقتدی کھڑے ہو کر ہی نماز ادا کریں۔ کیونکہ عذر امام کو ہے مقتدیوں کو نہیں ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور نے بیٹھ کر نماز پڑھی تو مقتدیوں نے بھی بیٹھ کر پڑھی۔ یہ منسوخ ہے۔ کیونکہ یہ مرض قدیم کا واقعہ ہے اور مرض وفات میں حضور نے بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ تو صحابہ نے کھڑے ہو کر پڑھی اور آپ نے ان کو بیٹھ کر پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔ لہذا حضور کے آخری عمل سے بیٹھنے کا حکم منسوخ ہو گیا۔

حضرت عمران بن حصین سے مروی ہے اور وہ بوا سیر کے مریض تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیٹھ کر نماز پڑھنے والے آدمی کے بارے میں دریافت کیا۔

فَقَالَ مَنْ صَلَّى قَائِمًا فَهُوَ أَفْضَلُ وَ  
مَنْ صَلَّى قَاعِدًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ  
وَمَنْ صَلَّى قَائِمًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَاعِدِ (بخاری)

پس آپ نے فرمایا کہ جو شخص کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہے وہ افضل ہے اور جو شخص بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے تو اس کو کھڑا ہو کر پڑھنے والے سے آدھا ثواب ملے گا اور جو شخص لیٹ کر پڑھے تو اس کو بیٹھ کر پڑھنے والے سے آدھا ثواب ملے گا۔

وضوح ہو کہ نفل نماز اگرچہ بلا عذر بھی بیٹھ کر پڑھ

سکتے ہیں مگر کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے۔ آج کل عام رواج پڑھ گیا ہے کہ نوافل بیٹھ کر پڑھتے ہیں۔



بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیٹھ کر پڑھنے کو افضل سمجھتے ہیں۔ ایسا ہے تو یہ خیال غلط ہے۔ وتر کے بعد جو نفل ہیں ان کو بھی کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے اور وہ جو حدیث میں آیا ہے کہ حضور نے وتر کے بعد بیٹھ کر نفل پڑھے تو یہ حضور کے خصوصیات سے ہے صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ میں نے حضور کو بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ سراقس پر ہاتھ رکھا کہ بیمار تو نہیں۔ ارشاد فرمایا کیا ہے عبداللہ؟ عرض کی یا رسول اللہ آپ نے فرمایا ہے کہ بیٹھ کر پڑھنے والے کی نماز کھڑے ہو کر پڑھنے والے کی نصف ہے) اور حضور بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں حضور نے فرمایا ہاں مگر میں تم جیسا نہیں ہوں (مسلم) امام ابراہیم حلبی و صاحب در مختار و صاحب رد المختار نے فرمایا یہ حکم حضور کے خصائص سے ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ نوافل کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہیں۔ گو کہ بلا عذر بیٹھ کر بھی پڑھ سکتے ہیں۔ ہاں اگر کسی عند کی وجہ سے بیٹھ کر یا لیٹ کر نفل نماز پڑھے تو ثواب میں کمی نہ ہوگی انشاء اللہ العزیز۔

مسئلہ فدک سے متعلق نہایت مدلل کتاب جس میں تمام اعتراضات و الزامات پر معقول جواب دیا گیا ہے۔ قیمت پچاس پیسے۔

## بارغ فدک

اس کتاب میں ایمان صحابہ و عدالت صحابہ کے عنوان پر مشہور و شیعہ رضوی گوجروی مکالمہ مبلغ مولوی اسماعیل گوجروی کے ساتھ دلچسپ مباحثہ کی روداد درج ہے۔ قیمت پچاس پیسے۔

اس کتابچہ میں بیعت رضوان کا واقعہ درج ہے اور ان تمام آیات قرآنیہ کا صحیح مفہوم بتایا گیا ہے جنہیں صحابہ کرام کے خلاف پیش کیا جاتا ہے۔ قیمت ۵۰ پیسے

## بیعت رضوان

مدیر رضوان کی تالیف جس میں حضور علیہ السلام کے مذہب و مقام کو کتاب و سنت کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ حاضر ناظر، علم غیب نبی امی، میلاد نبوی حیات النبی حضور کی علمی قوت۔ ایسے عنوانات پر ایمان افروز تبصرہ ہے۔ و اعظوں کیلئے بہترین سرمایہ ہے اور ایمان افروز باطل سوز مضامین مشتمل ہیں۔ قیمت تین روپے

## روح ایمان

واقعہ قرطاس پر محققانہ تبصرہ اور حضرت فاروق اعظم پر اس سلسلہ میں جو

## حدیث قرطاس

اعتراضات کئے جاتے ہیں انکا مدلل جواب دیا گیا ہے۔ قیمت ۳۷ پیسے

ملنے کا پتہ۔ مکتبہ رضوان، میلاد رام روڈ۔ لاہور۔



## مسافر کی نماز کا بیان

سیدنا امام اعظم علیہ الرحمۃ کا مسدک یہ ہے کہ ہر سفر کے لئے خواہ وہ عبادت کے لئے ہو یا تجارت وغیرہ کیلئے یا گناہ کیلئے مسافر پر واجب ہے کہ وہ نماز میں قصر کرے یعنی چار رکعت فرض کو دو پڑھے۔ اس کے حق میں دو ہی رکعتیں پوری نماز ہے۔ اور اگر قصداً چار پڑھیں اور دو رکعت پر قعدہ بھی کر لیا۔ تو فرض ادا ہو گئے اور پچھلی دو رکعتیں نفل ہوئیں مگر گنہگار ہوا کہ واجب کو ترک کیا۔ لہذا توبہ کرے اور اگر دو رکعت پر قعدہ نہ کیا تو فرض ادا نہ ہوئے۔ وہ نماز نفل ہو گئی۔ دو بارہ پڑھے۔

اگر ۱۵ دن ٹھہرنے کی نیت ہو تو قصر نہ کرے پوری

نماز پڑھے اور پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہو تو قصر کرے۔ قرآن مجید میں فرمایا۔

وَإِذَا اضْرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ  
جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ  
أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا۔

جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر اس کا گناہ نہیں  
کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر خوف ہو کہ کا فر تم کو فتنہ  
میں ڈال دیں گے۔

حضرت یعلیٰ ابن امیہ نے بحضور فاروق اعظم عرض کی کہ قرآن میں تو بحالت خوف قصر کا بیان ہے اور اب تو لوگ امن میں ہیں (یعنی امن کی حالت میں قصر نہ ہونا چاہیے) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اس کا مجھے بھی تعجب ہوا تھا تو میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا یہ ایک صدقہ ہے۔ اللہ عزوجل نے تم پر تصدق فرمایا۔ اس کا صدقہ قبول کرو۔ مسلم شریف اس سے واضح ہوا کہ نماز میں قصر خوف اور امن دونوں حالتوں میں مشروع ہے۔ ہے اور بحالت سفر قصر واجب ہے۔

**مسافر کی تعریف** | اول اخاف کے نزدیک شرعاً مسافر وہ شخص ہے جو تین دن کی راہ

تک جانے کے ارادہ سے بستی سے باہر ہوا چلنے سے معتدل چال مراد ہے کہ نہ تیز ہونہ سست خشکی میں آدمی اور اونٹ کی ذمیانی چال کا اعتبار ہے اور پہاڑی راستہ میں اسی حساب سے جو اس کے لئے مناسب ہو اور دریا میں کشتی کی چال اس وقت کی جبکہ ہوانہ لنگل



رُک کی ہونہ تیز ہو میل کے حساب سے اس کی مقدار  $\frac{1}{2}$ ، ۵ میل ہے۔ اس سلسلہ کی چند حدیثیں یہ ہیں۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا تَسَافِرُ الْهَرَاةُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا مَعَهُ ذِي رَهْمٍ رَجُلًا، عورت تین دن کی مسافت کا سفر بغیر ذی رحم کے نہ کرے۔

۲۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے۔

قَالَ جَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلِيَالِيَهُنَّ لِلْمَسَافِرِ وَ

يَوْمًا دَلِيلَةً لِلْمَقِيمِ (مسلم) اور تقیم کے لئے ایک دن رات۔

اس مضمون کی حدیث کو ابو داؤد، نسائی، ابن جبان، طحاوی، طبرانی و ترمذی نے حضرت حذیمہ ابن ثابت

انصاری سے دارقطنی نے حضرت ابوبکر سے ترمذی و نسائی نے حضرت صفوان بن عسال سے بھی روایت

کی ہے۔ حدیث اول سے معلوم ہوا کہ عورت کو تنہا سفر کرنا جائز نہیں ہے اور اس سفر کی مدت حضور نے تین دن

مقرر فرمائی۔ معلوم ہوا کہ سفر کی مسافت تین دن ہے۔

حدیث دوم سے معلوم ہوا کہ مسافر کو تین دن تک موزے پر مسح کی اجازت ہے اور یہ حکم مسافر کے

لئے عام ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ مدت سفر تین دن کی راہ ہے۔

امام محمّد علیہ الرحمۃ نے آثار میں حضرت علی ابن ربیعہ والبی سے روایت کی کہ میں نے حضرت عبداللہ

بن عمر سے پوچھا کتنی مسافت پر نماز کا قصر ہو سکتا ہے تو آپ نے فرمایا کیا تم نے مقام سویدا دیکھا ہے میں

نے کہا دیکھا تو نہیں سنا ہے۔

قَالَ هِيَ ثَلَاثُ لَيَالٍ تَوَاصِدُ فَاذَا خَرَجْنَا

إِلَيْهَا قَصَرْنَا الصَّلَاةَ

۳۔ دارقطنی نے حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کی کہ

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یا اهل مكة لا تقصر في الصلوة في

ادنى من اربعة برد من مكة الى عسفان

۴۔ امام محمد نے موطا میں حضرت نافع سے روایت کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکہ

والوچار برید سے کم سفر میں نماز قصر نہ کرنا۔ یہ

فاصلہ مکہ سے عسفان کا ہے۔



انہ کان یسافر مع ابن عمر البوید کہ وہ حضرت ابن عمر کے ساتھ ایک برید سفر  
فلا یقصر الصلوة کرتے تو قصر نہ فرماتے تھے۔

۴ برید تقریباً ۵ میل کا ہوتا ہے یعنی ۶ ۲ کو س تین منزلیں ان احادیث سے واضح ہوا۔  
سفر ۵ میل ہے۔

دوہر۔ محض نیت سفر سے مسافر نہ ہوگا۔ بلکہ مسافر کا حکم اس وقت سے ہے کہ بستی کی آبادی  
سے باہر ہو جائے۔ شہر میں ہے تو شہر سے گاؤں میں ہے تو گاؤں سے اور شہر والے کے لئے یہ بھی  
ضرور ہے کہ شہر سے اس پاس جو آبادی شہر سے متصل ہے۔ اس سے بھی باہر ہو جائے۔ اسٹیشن  
جہاں آبادی سے باہر ہو تو اسٹیشن پر پہنچنے پر مسافر ہو جائے گا۔ جبکہ مسافت سفر تک جانے  
کا ارادہ ہو۔ اس سلسلہ کی چند حدیثیں یہ ہیں۔

ان عبد اللہ بن عمر کان اذا خرج حاجاً حضرت عبد اللہ بن عمر جب حج یا عمرہ کیلئے مدینہ  
او معتماً قصر الصلوة بذی الحلیفۃ (موطا امام مالک) منورہ سے روانہ ہوتے تو ذی الحلیفہ پہنچ کر قصر پڑھتے۔  
ذی الحلیفہ مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب مسافت سفر تک جانے  
کا ارادہ ہو تو شہر کی آبادی سے نکل کر قصر نماز پڑھنا شروع کرے۔

عن ابن عمیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم کان یقصر الصلوة باحقیق (طبرانی فی الصغیر) کو لم جب سفر کیلئے جاتے تو حقیق پر پہنچ کر قصر پڑھ لیتے۔  
عن علی بن ربیعۃ قال خرجنا مع علی بن ربیعہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت علی کے ہمراہ سفر کیلئے  
فقصرنا الصلوة ونحن نری البیوت نکلے تو ہم نماز میں قصر کرتے تھے حالانکہ ہمارے مکانات  
ثم رجعنا فقصرنا الصلوة ونحن نری البیوت رہے تھے پھر جب ہم واپس ہوئے تو بھی ہم  
نری البیوت (حاکم) نماز میں قصر کرتے تھے اور اپنے مکانات ہکو نظر آتے تھے۔

عن ابی حریب ان علیاً خرج من بصرۃ حضرت ابی حریب سے مروی ہے کہ حضرت علی بصرہ سے  
فصلی الظهر بعائتم قال انا لوجا وانا هذا الخصر بصائنا رکعتین (ابن ابی شیبہ) چلے تو اپنے ظہر کی چار رکعت پڑھیں اور فرمایا اگر  
— کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ہم اس سے آگے نکل جاتے تو دو رکعتیں پڑھتے۔  
حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام جب



خُرُوجٍ مِنْ هَذِهِ الْمَدِينَةِ لَمْ يَنْزِلْ يُصَلِّي  
 رَكَعَتَيْنِ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَيْهَا (الْبُورِاقِ)

اس مدینہ سے سفر کرنے کے لئے چلے تو ہمیشہ اپنے  
 دو رکعتیں پڑھیں حتیٰ کہ واپس مدینہ آگئے۔

ان حدیثوں سے واضح ہوا کہ محض نیت سفر سے مسافر نہیں ہوتا بلکہ اس وقت ہوگا جبکہ بستی  
 کی آبادی سے باہر ہو جائے خواہ اس بستی اور شہر کے مکانات نظر بھی آئیں۔ اسی طرح جب واپسی ہو تو  
 اس وقت تک نماز میں قصر کیا جائے گا جب تک کہ اپنے شہر کی آبادی میں داخل نہ ہو جائے۔

(۱) آبادی سے باہر ہونے سے یہ مراد ہے کہ جد ہر جا رہا ہے۔ اس طرف آبادی  
 ختم ہو جائے۔ اگرچہ اس کی محاذات میں دوسری طرف ختم نہ

## مسائل ضروریہ

ہوئی ہو (غنیہ) (۲) سفر کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جہاں سے چلا وہاں سے تین دن کی راہ یعنی  
 $\frac{3}{5}$  میل جانے کا ارادہ ہو۔ تو اگر دو دن کی راہ کے ارادہ سے نکلا۔ وہاں پہنچ کر دوسری جگہ کا ارادہ  
 کیا کہ وہ بھی تین دن سے کم کا راستہ ہے۔ اسی طرح ساری دنیا گھوم گیا۔ مسافر نہ ہوگا۔ غنیہ درختا  
 (۳) یہ بھی شرط ہے کہ تین دن کا ارادہ متصل سفر کا ہو۔ اگر یوں ارادہ کیا کہ مثلاً دو دن کی راہ پر پہنچ  
 کر گا کرنا ہے۔ وہ کر کے پھر ایک دن کی راہ جاؤں گا تو تین دن کی راہ کا متصل ارادہ نہ ہوا۔ لہذا مسافر  
 نہ ہوا (فتاویٰ رضویہ) (۴) تین دن کی راہ کو تیز سواری مثلاً کاریا ہوائی جہاز وغیرہ سے دو دن کی  
 مدت یا اس سے کم میں طے کیا تو مسافر ہی ہے

مسافر اس وقت تک مسافر ہے جب تک اپنی بستی میں  
 پہنچ نہ جائے یا کسی آبادی میں پورے پندرہ دن ٹھہرنے

## نیت اقامت کے شرائط

کی نیت نہ کرے (۲) نیت اقامت صحیح ہونے کے لئے چھ شرطیں ہیں۔

اول۔ چلنا ترک کرے تو اگر چلنے کی حالت میں اقامت کی نیت کی تو مقیم نہ ہوگا۔ دوم وہ

جگہ اقامت کی صلاحیت رکھتی ہو۔ تو اگر جنگل یا غیر آباد ویران مقام میں اقامت کی مقیم نہ ہوگا۔ سوم پندرہ

دن ٹھہرنے کی نیت ہو۔ اس سے کم ٹھہرنے کی نیت سے مقیم نہ ہوگا۔ چہارم یہ نیت ایک ہی

جگہ ٹھہرنے کی ہو۔ تو اگر دو موضوعوں میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی۔ مثلاً لاہور میں دس دن

اور سیالکوٹ میں پانچ دن تو مقیم نہ ہوگا۔ پنجم اپنا ارادہ مستقل رکھنا ہو۔ یعنی کسی کا تابع



نہ ہو۔ ششم۔ اس کی حالت اس کے ارادہ کے منافی نہ ہو۔ اس سلسلہ کی چند حدیثیں یہ ہیں۔

ان انس بن مالک اقام بالشام شہرین  
حضرت انس بن مالک شام میں عبد اللہ کے ساتھ  
مع عبد الملك بن مران يصلي ركعتين ركعتين (بہت ہی) دو ماہ ٹھہرے دو دو رکعت ہی پڑھتے تھے۔

عن جابر ان النبي صلى الله عليه وسلم  
حضرت جابر سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام تنوک

اقام بتنوك عشرين يوماً يقصر الصلاة (البدن اذ ہوتی) میں بیس روز ٹھہرے نماز میں قصر کرتے تھے۔

عن ابن عباس قال اقام النبي صلى الله  
حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام خیبر

عليه وسلم بخيبر اربعين ليلة يقصر الصلاة (عند الفراق) میں چالیس رات ٹھہرے نماز قصر کرتے تھے۔

ان حدیثوں سے واضح ہوا کہ جب تک اقامت کی نیت نہ کرے۔ اس وقت تک مسافر ہی ہے

خواہ کسی جگہ بیس برس ہی کیوں نہ ٹھہرا ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عمر حضرت سعید بن

المسيب۔ وسعيد بن جبیر وابن عباس رضی اللہ تعالیٰ علیہم سے روایت ہے۔

اذا اقام المسافر خمس عشرة ليلة  
جب مسافر پندرہ راتیں ٹھہرنے کی نیت کرے تو

اتم الصلاة وما كان دون فليقصر  
پوری نماز پڑھے اور اگر اس سے کم ٹھہرے تو قصر

کرے (۲) جب ۱۵ دن ٹھہرنے کا ارادہ کرے تو

اب چار رکعت پڑھے۔ (۳) ابن جریر، موطا امام محمد ابن ابی شیبہ، طحاوی

مسافر پر واجب ہے کہ چار رکعت والے  
فرض کو دو پڑھے لیکن نماز مغرب کی تین رکعت

بحالت سفر فرض میں قصر کرے

پڑھے۔ اسی طرح و تراویح سنت مؤکدہ میں نہ قصر ہے اور نہ یہ سفر میں معاف ہیں اسی طرح نوافل

پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے۔ منع نہیں ہیں۔ اس سلسلہ کی چند حدیثیں یہ ہیں۔

عن ابی عمرانہ سئل عن الصلاة في  
حضرت ابن عمر نے حضور علیہ السلام سے سفر کی

السفر فقال رسول الله صلى الله عليه  
نماز کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا دو

وسلم ركعتين ركعتين الا المغرب والارواح  
رکعتیں دو رکعتیں مگر مغرب کی۔

حضرت نافع سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر سفر کی حالت میں۔

كان يصلي على راحيلته ويوتر بالارض  
اپنی سواری پر نفل پڑھتے تھے جب وتر کا ارادہ کرتے تو



ویرعمران رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کان یفعل کذا لک

زمین پر اتر کر ادا کرتے اور یہ گمان کرتے تھے

کہ نبی علیہ السلام بھی ایسے ہی کیا کرتے تھے۔

— عن ابن عباس قال أقام النبي صلته

الله عليه وآله وسلم تسعة عشر

يقصره فنحن إذا سافرنا تسعة عشر

قصرنا وإن زدنا أتممتنا (بخاری)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضور

علیہ السلام مکہ میں ۱۹ دن ٹھہرے قصر کرتے رہے

تو ہم سفر میں ۱۹ دن ٹھہریں تو قصر کرتے ہیں۔ اگر

اس سے زیادہ ٹھہریں تو پوری نماز پڑھتے ہیں۔

فوائد (۱) بخاری کی اس حدیث میں یہ ہے کہ حضور علیہ السلام مکہ میں ۱۹ دن ٹھہرے (دوسری روایت

میں ۱۷ دن ٹھہرنے کا ذکر ہے اور روایت ابو داؤد عن عمران بن حصین میں ۱۸ دن اور روایت نسائی

عن عراق بن مالک میں ۱۵ دن کا ذکر ہے تو یہ حدیثوں میں تعارض نہیں ہے کیونکہ جس راوی نے ۱۹

دن ذکر کئے۔ اس نے مکہ میں داخل ہونے اور مکہ سے واپس ہونے کے دنوں کو شمار کر لیا اور جس نے ۱۷

دن روایت کئے اس نے مکہ سے خروج و دخول کے دو دن ساقط کر دیئے۔ اور جس نے ۱۸ دن روایت

کے اس نے دخول و خروج میں سے ایک کو شمار کیا اور ایک کو ساقط کر دیا اور جس نے ۱۵ دن

روایت کئے اس نے اصل قیام صرف ۱۷ دن خیال کیا اور دخول و خروج کے دو دن ساقط کر دیئے

تو ۱۵ دن بیان کر دیئے۔ ہکذا اجمع البیہقی بین هذا الاختلاف۔ (تحفة الاحوذی ج ۱ ص ۲۸۵)

(۲) واضح ہو کہ احناف کا مسلک یہ ہے کہ جب تک مسافر کسی شہر یا گاؤں میں پندرہ دن

مستقل طور پر قیام کی نیت نہ کرے اس وقت تک مسافر ہی رہے گا۔ اور نماز میں قصر کرے گا۔

تو اگر کوئی شخص کسی شہر میں پندرہ دن سے زائد ٹھہرا مگر اس کا ارادہ مستقل نہ تھا۔ اسی تردد میں

رہا۔ کہ آج واپسی ہوگی کل واپسی ہوگی حتیٰ کہ سال دو سال بیس سال تک کسی ایک شہر میں اسی طرح

گذر گئے۔ تو ایسی صورت میں چونکہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہیں پائی گئی اس لئے نماز میں قصر کیا جائیگا۔

چنانچہ بخاری کی زیر بحث حدیث سے بھی یہی مسئلہ واضح ہوتا ہے حضور علیہ السلام مکہ میں

اس روایت کے بموجب ۱۹ دن ٹھہرے۔ مگر چونکہ آپ نے پندرہ دن مستقل طور پر ٹھہرنے کی نیت

نہیں فرمائی تھی۔ اس لئے آپ نے نماز میں قصر کیا یعنی ظہر و عصر و عشا کی چار رکعتی نماز کو دو دو

رکعت پڑھا چنانچہ اس معنی کی تائید و توثیق حدیث جابر بن عبد اللہ سے بھی ہوتی ہے بلکہ اس میں



خود حضور علیہ السلام نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ میں مسافر ہوں اس لئے قصر پڑھ رہا ہوں ملاحظہ کیجئے عن جابر قال اقامت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الفتح بمكة فاقام ثمان عشرة لا یصلی الا رکعتین ثم یقول لاہل البلد صلوا الربعا فاقام سفر (ابن ابی شیبہ)

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر میں حضور کے ہمراہ میں اٹھارہ دن ٹھہرا حضور دو رکعت پڑھتے تھے۔ اس کے بعد وہاں کے باشندوں سے فرماتے تم چار رکعت ہی پڑھو۔ کیونکہ ہم مسافر ہیں۔

دیکھئے اس حدیث میں خود حضور علیہ السلام نے یہ تصریح فرمادی کہ باوجود اسکے کہ میرا قیام مکہ میں ۱۸ دن ہو گیا ہے مگر اس کے باوجود میں مسافر ہوں۔ قصر پڑھتا ہوں اور جو لوگ مکہ کے رہنے والے تھے۔ ان کو حضور نے چار رکعت پڑھنے کی تاکید فرمائی۔ جس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اگر کوئی شخص کسی شہر میں ۱۸ دن کیا بلکہ سال میں سال تک بھی ٹھہرا ہے اور پندرہ دن ٹھہرنے کی مستقل طور پر نیت نہ کرے مگر وہی ہے کہ آج جانا ہے۔ کل جانا ہے تو اس صورت میں وہ مسافر ہی رہے گا۔ اور نماز میں قصر کریگا۔ اس سلسلہ کی چند حدیثیں یہ ہیں۔ ان پر غور کیجئے مذکورہ بالا مسئلہ ان حدیثوں سے واضح و ثابت ہے۔

(۱) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اقام بتبوك عشرین یوم یقصر الصلوۃ (ابوداؤد) تبوک میں بیس دن ٹھہرے آپ نماز میں قصر کرتے تھے علامہ نووی نے خلاصہ میں فرمایا یہ حدیث صحیح الاسناد اور بخاری و مسلم کی شرط پر ہے۔

(۲) عن ابن عباس قال اقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم بخيبر اربعین لیلة یقصر الصلوۃ (عبدالرزاق)

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام غزوہ خیبر میں چالیس رات ٹھہرے۔ نماز میں قصر کرتے تھے۔

(۳) حضرت نافع سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر آذربائجان میں چھ مہینے ٹھہرے نماز میں قصر کرتے تھے اور فرماتے تھے

اذا ازہعت اقامہ فاقم (عبدالرزاق) جب تم قیام کی نیت کر لو تو پھر پوری نماز پڑھو۔

(۴) مسور بن مخزوم کہتے ہیں کہ ہم حضرت سعد بن وقاص کے ساتھ شام کے ایک گاؤں میں



چالیس رات رہے۔

وکان یصلی رکعتین (بیہقی) تو وہ دو رکعت پڑھتے تھے۔

۵۔ حضرت عباس فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام مکہ میں پندرہ دن رہے۔

یقصر الصلوة (عبدالرزاق) تو نماز میں قصر کرتے تھے۔

۶۔ حضرت ہشام بن عروہ کہتے ہیں کہ انہوں نے سالم بن عبداللہ سے اس مسافر کے متعلق پوچھا۔

عن المسافر اذا كان لا يدري حته

یخرج یقول اخرج الیوم بل اخرج غداً

بل الساعة فکان کذا الی حتی یاتی علیہ

لیال کثیرة یقصر ام ما یصنع قال

یقصر ان تہادی بہ ذلک شہراً (موطا امام محمد)

فرمایا قصر پڑھے اگرچہ اس پر ایک مہینہ ہی کوئی گزر جائے۔

دیکھئے ان حدیثوں میں پندرہ دن چالیس دن بیس دن چھ مہینے ٹھہرنے کے ذکر کے ساتھ قصر کا بھی ذکر ہے جس سے واضح ہوا کہ جب تک پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کی جائے۔ اس وقت تک قصر ہی پڑھی جائے گی خواہ کتنے دن ہی ٹھہرنا ہو جائے جیسا کہ حدیث میں تو مسئلہ کو بالکل ہی واضح کر دیا گیا ہے۔ فافہم

## سفر میں قصر ضروری ہے؟

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ

عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ إِلَى قَوْلِهِ عَدَا بًا

مُهَيِّنًا

اور عزوجل نے فرمایا جب تم زمین میں چلو

یعنی مسافر ہو تو تم کو نماز کے قصر کرنے میں کوئی

گناہ نہیں۔ آخر آیت عذاباً مہینا تک۔

ان تقصیر واسے امام شافعی علیہ الرحمۃ نے یہ رائے قائم کی کہ بحالت سفر نماز کے قصر یا تمام کا اختیار دیا گیا ہے یعنی خواہ چار رکعتی نماز میں قصر کرے یا پوری پڑھے اور پوری پڑھنا افضل ہے۔



حضور علیہ السلام نے فرمایا

صَدَقَةٌ تَصَدَّقُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْكُمْ

چار رکعتی نماز میں قصر، اللہ تعالیٰ نے تم پر

صدقہ کیا ہے تو اس کو قبول کرو۔

فَاقْبَلُوا صَدَقَةَ رَسُولِ

تو قصر کو صدقہ فرمایا اور متصدق علیہ صدقہ کے قبول کرنے اور نہ کرنے میں مختار ہوتا ہے اور

سیدنا امام اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک سفر میں قصر عزیمت ہے۔ رخصت نہیں یعنی بحالت سفر چار

رکعتی نماز میں قصر کرنا ضروری ہے پوری پڑھنا جائز نہیں۔

۱۔ فرضت الصلاة رکعتین رکعتین

حضرت عائشہ سے روایت ہے حضور علیہ السلام نے

فرمایا اول نماز کی دو رکعتیں فرض ہوتی تھیں تو

سفر کی نماز دو رکعت ہی مقرر ہیں اور حضر کی نماز میں اضافہ ہوا

فاقرت صلاة السفر وزیدت

صلوات الحضر (بخاری و مسلم)

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ تمہارے نبی کی زبان

ببارک پر اللہ تعالیٰ نے حضر میں چار رکعت اور سفر میں

دو رکعت اور بحالت خوف ایک رکعت نماز فرض کی۔

۲۔ فرض الله الصلاة على اللسان

نبیکم فی الحضر اربع رکعات فی

السفر کعتان و فی الخوف رکعة رسول

حضرت عمر نے فرمایا کہ زبان محمد رسول اللہ

پر اللہ تعالیٰ نے سفر کی دو رکعت، عید

بقر عید اور جمعہ کی دو رکعت فرض کیں۔

۳۔ صلوة السفر کعتان وصلوة الضحی

رکعتان وصلوة الفطر کعتان وصلوة

الجمعة رکعتان تمام غیر قصر علی لسان

نبیکم محمد صلی اللہ علیہ وسلم نسائی و ابن ماجہ و ابن جان (پوری بغیر قصر کے۔)

یہ حدیثیں نص صریح ہیں کہ بحالت سفر چار رکعتی نماز دو رکعت ہی منجانب اللہ فرض کی گئی

ہیں۔ لہذا اس فرض پر زیادتی جائز نہیں ہوتی چاہیے۔ اور حدیث مسلم کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ

قصر کو حضور نے صدقہ فرمایا اور صدقہ کے قبول کرنے اور نہ کرنے کا اختیار ہوتا ہے مگر اس صدقہ

کے متعلق تو خود شارع نے یہ تخصیص فرمادی کہ اس کو قبول نہ کرنے کا اختیار ہی نہیں ہے چنانچہ

فرمایا۔ فاقبلوا صدقہ کہ اس صدقہ کو قبول کرو اور امر و وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ اور

یہاں عدم وجوب پر عمل کرنے کے لئے کوئی قرینہ بھی نہیں ہے۔ بلکہ وجوب پر مذکورہ بالا تینوں

حدیثیں دال ہیں۔



## نماز اشراق

حضرت سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص فجر کی نماز باجماعت پڑھے کر ذکر الہی میں مشغول رہا یہاں تک کہ آفتاب نکل کر بلند ہو گیا پھر اس نے دو رکعت نفل پڑھے تو اسے پورے حج و عمرہ کا ثواب ملے گا۔ نماز اشراق دو رکعت نفل میں جو فجر کی نماز کے بعد مسجد میں سورج کے ایک نیزہ بلند ہونے (یعنی سورج کے پورے نکل آنے پر) پڑھے جاتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیتہ الکرسی خالداً و نون تک پڑھے اور دوسری رکعت میں اَمِنَ الرَّسُولُ اٰخِرَتَكَ پڑھے۔ اگر یہ آیات یاد نہ ہوں تو جو یاد ہوں وہ ہی پڑھ لے اور اس کے بعد دعائے مستورات تمام نوافل و فرض اپنے گھر ہی میں ادا کریں مسجد کا ثواب انہیں گھر میں مل جائے گا۔ (ترمذی شریف)

## نماز چاشت

حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھیں اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں سونے کا محل بنائے گا اور جو چاشت کی ہمیشہ دو رکعتیں پڑھے اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگر سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں (ترمذی) و ابن ماجہ) نماز چاشت کی کم از کم۔ دو اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں۔ اس کا وقت آفتاب بلند ہونے سے زوال سے پہلے تک ہے (یعنی نصف النہار شرعی تک ہے)

## اوابین

یہ نفل مغرب کے فرض اور سنت کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ نماز اوابین کی زیادہ سے زیادہ بیس اور کم سے کم چھ رکعت نفل ہیں۔ یہ نوافل بھی باعث برکت و رحمت ہیں۔

## نماز تہجد

نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنت میں ایک محل ہے اور یہ اس کیلئے ہے جو تہجد پڑھے (حاکم) نیز فرمایا رات میں عبادت کرنے والے جنت میں بغیر حساب کے داخل ہونگے (خلاصہ حدیث) عشا کی نماز کے بعد سو کر اٹھیں اور نفل پڑھیں۔ یہ تہجد کے نفل کہلاتے ہیں۔ ان کیلئے عشا کے بعد سونا شرط ہے۔ تہجد کی کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ آٹھ یا بارہ رکعتیں ہیں جتنی توفیق ہو اتنی پڑھیے۔

درود شریف۔ صَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ الْأَرْمِيِّ وَالْآلِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةً وَسَلَامًا عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ۔ یہ درود شریف ایک سو بار جمعہ کی نماز کے بعد پڑھا جائے پھر درود شریف حصولِ فضیلِ عظیم و منافع کثیر کے لئے مجرب ہے۔



## جمعہ اور اس کے مسائل و فضائل

جمعہ میم کے پیش کے ساتھ مشہور ہے اور اعمش نے میم کے سکون کے ساتھ اور واحدی عن فرأ سے میم کا فتح اور زجاج سے میم کا کسرہ منقول ہے، ایام جاہلیت میں جمعہ کو عرب کہتے تھے۔ بلکہ ساتوں دنوں کے نام ان کے ہاں اور تھے۔ وہ (۱) سبت (ہفتہ) کو شبآسا (۲) یوم الاحد (اتوار) کو اول (۳) یوم الاثنين (پیر) کو اھون (۴) یوم الثلاثاء (منگل) کو جبتا (۵) یوم الاربع (بدھ) کو دبا (۶) خمیس (جمعرات) کو مونس اور (۷) جمعہ کو عرب کہتے تھے جمعہ کو جمعہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس دن ایک جگہ جمع ہو کر عبادت کی جاتی نماز پھر گانہ کو بھی باجماعت پڑھنا ضروری ہے مگر فرض نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص کسی وقت کی نماز باجماعت ادا نہ کر سکے تو تنہا بھی پڑھ سکتا ہے۔ مگر جمعہ کی نماز ایک ایسی عبادت ہے جس کیلئے جماعت شرط ہے اور جو بغیر جماعت کے ادا ہی نہیں ہوتی۔ اس سلسلہ کی چند احادیث یہ ہیں جن میں جمعہ کی اہمیت و فرضیت اور بلا عذر شرعی ترک جمعہ پر سخت و شدید وعیدیں ہیں۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

(۱) ان الله كتب عليكم الجمعة في

مقاهي هذا في ساعتي هذا في

شھری هذا انی یوم القیمة (طبرانی فی الاوسط)

۲۔ جس شخص نے جمعہ کی اذان سنی اور نماز کے لئے نہ آیا، پھر دوسرے جمعہ سنی اور نہ آیا، اسی

طرح مسلسل تین جمعہ تک کرتا رہا، تو اس کے دل پر مہر لگا دی جاتی ہے۔

طبع علی قلبہ فجعل قلب منافق (طبرانی) اور اس کا دل ایک منافق کا دل بنا دیا جاتا ہے۔

۳۔ لوگ جمعہ کی نمازیں ترک کرنے سے باز آئیں۔

اولنجمن الله علی قلوبہم ثم

لیکونن من الغافلین (مسلم)

ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر فرمادے گا

پھر وہ غفلت میں مبتلا ہو کر رہیں گے۔



۴۔ میں نے چاہا کہ اپنی جگہ کسی کو نماز پڑھانے کے لئے مقرر کروں۔

ثم احرق علي رحا ليختلفون عن

اور ان لوگوں کے گھروں کو آگ لگا دی جو

الجمعة بيوتهم مسلم واحمد

جمعہ کی نماز کے لئے نہیں آئے۔

۵۔ جو کوئی اللہ روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔ اس پر جمعہ کے دن نماز فرض ہے۔

فمن استغنى بلهوا وتجارة استغنى

پھر جو کسی کھیل تماشے یا تجارت کی وجہ سے بے پڑانی

اللہ عنه والله غنى حميد (دارقطنی)

بے تے اللہ اس سے بے نیازی بتے گا اور اللہ پاک سے نیاز

جمعہ کی فضیلت و اہمیت کے سلسلہ میں چند حدیثوں کے خلاصے یہ ہیں۔

## فضائل جمعہ

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (۶)، جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار

ہے۔ اللہ کے نزدیک عیدِ الفضحیٰ و عیدِ الفطر سے بھی اعظم ہے۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو

پیدا کیا۔ اسی میں ان کو زمین پر اتارا۔ اسی دن ان کو وفات دی۔ جمعہ کے دن ایک ایسی ساعت ہے

کہ بندہ اس وقت جس چیز کا سوال کرے۔ وہ اسے عطا فرمائے گا۔ جیتک حرام کا سوال نہ کرے اور

اسی دن قیامت قائم ہوگی (احمد و ابن ماجہ) (۷)، جمعہ کی کینوں کا حج ہے (ابن عساکر) (۸)، جمعہ کے

دن نیکی کرنے کا ثواب دگنا ملتا ہے (طبرانی) (۹)، جمعہ کے دن مرنے والا فتنہ قبر سے محفوظ ہے۔

ترمذی و احمد (۱۰)، جمعہ گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے (ابن ماجہ) (۱۱)، جمعہ افضل الایام ہے۔ اسی میں آدم

علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی میں انتقال کیا، نفخہ و صحقہ بھی اسی میں ہے۔ جمعہ کے دن مجھ پر درود کی

کثرت کرو۔ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے (نسائی و ابن ماجہ) (۱۲)، جمعہ کے دن مجھ پر درود

کی کثرت کرو کہ یہ دن مشہور ہے۔ اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں (ابن ماجہ) (۱۳)، جمعہ کے دن غسل

کرنا وضو و مسواک کرنا، ناخن ترشوانا، اچھے ستھرے کپڑے پہننا، عمامہ باندھنا، تیل و خوشبو لگانا۔

مستحب ہے۔ (طبرانی، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، موطا امام محمد)۔

قرآن مجید میں جمعہ کی فرضیت و اہمیت تو اس قوت کے

## وجوب جمعہ کی شرطیں

ساتھ بیان کی گئی ہے کہ جمعہ کے لئے سعی کرنے اور تمام کاروبار

چھوڑ دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ مگر جمعہ کی نماز کہاں اور کب پڑھی جائے کس پر جمعہ واجب ہے اور

کس پر نہیں۔ یہ سب امور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر چھوڑ دیئے گئے۔ پھر



ایک جمعہ ہی کیا قرآن مجید میں سوائے چند امور کے باقی پورے دینی نظام کے صرف اصول ہی بتائے گئے ہیں لیکن انکی جزئیات کی تبیین و تشریح حضور علیہ السلام کے قول و عمل پر مبنی قرار دی گئی ہے۔ چنانچہ جمعہ کے متعلق بھی تفصیلی امور میں حضور کے ارشادات اور آپ کے متواتر عمل سے ہی ملتے ہیں فقہاء کرام نے ارشادات نبوی سے جمعہ کے واجب ہونے کی حدیث ذیل شرائط اخذ کی ہیں یعنی جن افراد میں یہ شرطیں پائی جائیں۔ ان پر جمعہ کی نماز پڑھنا فرض ہے۔ اور اگر ان میں سے ایک بھی معدوم ہو تو جمعہ فرض نہیں ہے۔ وہ شرائط یہ ہیں۔

(۱) عاقل ہو مجنون نہ ہو (۲) بالغ ہو نابالغ نہ ہو۔ عاقل و بالغ ہونا خاص جمعہ ہی کیلئے نہیں۔ بلکہ ہر عبادت کے لئے شرط ہے (۳) شہر میں مقیم ہو مسافر نہ ہو (۴) صحیح و تندرست ہو بیمار یا معذور نہ ہو۔ مریض سے مراد وہ ہے جو مسجد جمعہ تک نہ جاسکتا ہو یا چلا تو جائیگا۔ مگر مرض بڑھ جائیگا یا دیر میں اچھا ہوگا۔ شیخ فانی مریض کے حکم میں ہے۔ اسی طرح نابینا پر بھی جمعہ فرض نہیں اور اپنا ج پر بھی۔ اگرچہ یہ دونوں خود مسجد تک جاسکیں یا کوئی انہیں پہنچا دے۔ کیونکہ یہ معذور ہیں۔ اسی طرح جس کو بادشاہ یا چور یا کسی ظالم کا خوف ہو۔ یا مینہ آندھی یا سردی ہو یعنی ایسی باتش یا آندھی یا سردی ہو کہ جس سے نقصان پہنچنے کا خوف صحیح ہو تو یہ بھی عذر شرعی ہے اور ایسی صورت میں بھی جمعہ فرض نہیں۔ یہ ہی حکم قیدی کا ہے (۵) آزاد ہو مملوک نہ ہو۔ (۶) مرد ہو۔ بچہ اور عورت پر جمعہ فرض نہیں۔

اور ان شرائط کا ماخذ حدیث ذیل ہے۔ طارق بن شہاب سے روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

۱۔ الجمعة حق واجب علی کل مسلم فی  
جماعة المسلمان پر جماعت کے ساتھ واجب  
جماعة الاربعة عبد مملوك او  
ہے۔ مگر یہ چار عبد مملوک۔ عورت۔ بچہ  
امرأة اوصی او مریض (ابوداؤد) اور مریض۔

۲۔ اور حضرت جابر سے روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

من كان يؤمن بالله واليوم الآخر  
جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے  
فعلیه الجمعة الا امرأة او مسافر او  
اس پر جمعہ واجب ہے۔ مگر عورت مسافر  
عبد او مریض۔ (دارقطنی و بیہقی)



۳۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

خمسة لأجبت علیہم المرأة و  
المسافر والعبد الصبی واهل البادية۔  
پانچ قسم کے لوگوں پر جمعہ نہیں عورت مسافر  
غلام بچہ اور دیہاتیوں پر (طبرانی فی الاوسط)

۴۔ حضرت ابن عمر سے روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

الجمعة واجبة الا ما ملکت ایمانکم جمعہ واجب ہے مگر ان پر نہیں جو تمہاری ملک  
او ذی علة (طبرانی فی الکبیر و بیہقی فی شعب الایمان) میں ہوں (غلام) یا بیمار ہو۔

**فائدہ ۱۰۔** جن افراد میں وجوب جمعہ کی شرطیں نہ پائی جائیں یعنی ان پر جمعہ فرض نہ ہو جیسے  
مسافر غلام مریض تو اگر یہ جمعہ میں شریک ہوں تو جمعہ ہو جائیگا۔ بلکہ مرد عاقل و بالغ کیلئے جمعہ  
فرض نہ ہونے کی صورت میں بھی جمعہ پڑھنا افضل ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا حدیث کا بھی یہی مطلب  
ہے کہ اگر مذکورہ بالا لوگ جمعہ کی نماز پڑھیں تو درست ہے چنانچہ عہد نبوی میں عورتیں اور غلام جمعہ  
میں شریک ہوتے تھے۔ حتیٰ کہ اندھوں اور پاہجوں کو بھی اگر کوئی مسجد میں پہنچا دیتا یا وہ خود کسی طرح  
پہنچ جاتے تو جمعہ کی نماز ادا کر لیتے تھے۔ ان میں سے کسی کو حضور علیہ السلام یا صحابہ کرام نے یہ نہیں فرمایا۔  
کہ تم پر جمعہ فرض ہی نہیں ہے۔ لہذا تم ظہر پڑھو۔ ورنہ ترک ظہر کی وجہ سے گنہگار ہو گے۔ اس بنا پر  
ہمائے فقہاء نے فرمایا کہ وہ لوگ جن پر جمعہ فرض ہی نہیں ہے۔ وہ جمعہ پڑھیں تو جائز ہے کیونکہ ان  
لوگوں سے فرض جمعہ کے سقوط کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اس نماز میں کوئی ایسی بات ہے جو ان کی شرکت سے  
مانع ہو۔ بلکہ ان کو تکلیف سے بچانے کے لئے مستثنیٰ کیا گیا اگر یہ اس تکلیف کو برداشت کر لیں تو پھر  
ادا نماز میں یہ بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ مساوی ہونگے (مبسوط ج ۲ ص ۲۴) ہاں جن کو رعایت دی  
گئی ہے یعنی غلام۔ مسافر مریض وغیرہ۔ وہ اگر اس رعایت سے فائدہ اٹھائیں اور جمعہ کی نماز  
میں شریک نہ ہوں تو نہ ان سے آخرت میں کوئی ہانپہر س ہوگی اور نہ اس دنیا میں ان پر زبان طعن  
درانہ کرنا جائز ہوگا کیونکہ جب خود شارع علیہ السلام نے انہیں رعایت دی ہے۔ تو کسی کو نہ تو  
اس رعایت کے پھینکنے کا اختیار ہے اور نہ رعایت سے فائدہ اٹھانے والوں پر اعتراض کا حق ہے۔  
یہ تو یقین وجوب جمعہ کی شرطیں جو مصلیٰ کی ذات میں پائی جاتی  
ضروری تھیں۔ دوسری قسم کی وہ شرائط ہیں جو ادائے جمعہ اور صحبت

**ادائے جمعہ کی شرائط**



جمعہ کے لئے جنہیں رکن قرار دیا گیا ہے یعنی جہاں یہ شرطیں پائی جائیں وہاں جمعہ پڑھا جائیگا۔ اور جہاں ان میں سے ایک بھی مفقود ہو وہاں جمعہ ادا ہی نہ ہوگا۔ وہاں کے لوگوں کیلئے ظہر پڑھنا فرض ہے۔ جمعہ کی نماز اگر پڑھیں گے تو وہ نفل قرار پائیں گی اور ظہر پڑھنا پھر بھی ان کے لئے فرض ہوگا۔ وہ شرط یہ ہیں۔

یعنی جو وقت نماز ظہر کے لئے مقرر ہے وہی جمعہ کے لئے ہے اور  
**اول وقت ظہر کا ہونا** دلیل اس کی حضور علیہ السلام کا عمل متواتر ہے کہ حضور علیہ السلام اور

صحابہ کرام نے جمعہ کی نماز ہمیشہ ظہر کے وقت پڑھی۔ لہذا جمعہ کا وقت ظہر کا وقت ہے۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام زوال کے بعد جمعہ ادا فرماتے تھے یصلی الجمعة حين تميل الشمس بخاری ترمذی۔ ابوداؤد

**دوم خطبہ** خطبہ بھی اٹھے جمعہ کی شرط ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام نے کبھی خطبہ کے بغیر جمعہ نہیں پڑھا۔ لہذا جمعہ کی نماز کے لئے خطبہ بھی ضروری ہے اور خطبہ کے لئے یہ امور بھی شرط ہیں۔ وقت میں ہو۔ نماز سے پہلے ہو۔ جماعت کے سامنے ہو جو جمعہ کے لئے شرط ہے یعنی خطیب کے سوا تین مردوں کا ہونا اور اتنی آواز سے ہو کہ پاس والے سُن لیں۔ اور دلیل اس کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا عمل متواتر ہی ہے (۲) خطبہ ذکر الہی کا نام ہے۔ اگرچہ ایک بار الحمد للہ یا سبحن اللہ یا لا الہ الا اللہ کہا۔ اسی قدر سے فرض ادا ہو گیا مگر اتنے پر اکتفا کرنا مکروہ ہے۔

**جمعہ کے خطبہ کے مسائل** خطبہ میں یہ چیزیں سنت ہیں خطیب کا پاک ہونا۔ کھڑا ہو کر خطبہ دینا۔ خطبہ سے پہلے خطیب کا بیٹھنا۔ خطیب کا منبر پر

ہونا۔ سامعین کی طرف منہ ہونا اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا۔ حاضرین کا متوجہ باہام ہونا۔ خطبہ سے پہلے اَعُوذ بِاللّٰهِ اَجْمَعًا پڑھنا۔ اتنی زور سے خطبہ پڑھنا کہ لوگ سن سکیں۔ الحمد سے شروع کرنا۔ اللہ عزوجل کی ثنا کرنا۔ اللہ عزوجل کی وحدانیت اور رسول کریم کی رسالت کی شہادت دینا حضور پر درود بھیجنا۔ کم از کم ایک آیت کی خطبہ میں تلاوت کرنا۔ پہلے خطبہ میں وعظ و نصیحت ہونا۔ دوسرے میں حمد و ثنا و شہادت و درود کا اعادہ کرنا۔ دوسرے خطبہ میں مسلمانوں کیلئے دعا کرنا۔ دونوں خطبے ہلکے ہونے۔ دونوں خطبوں کے درمیان بقدرتین آیت پڑھنے کے بیٹھنا۔



بہتر یہ ہے کہ منبر محراب کے بائیں جانب ہو۔ دوسرے خطبہ میں آواز بہ نسبت پہلے خطبہ کے  
پست ہو۔ اور خلفاء راشدین و عمین کرمین حضرت حمزہ و عباس رضی اللہ عنہم کا ذکر ہو۔ خطبہ  
میں بادشاہ اسلام کی ایسی تعریف جو اس میں نہ ہو۔ حرام ہے۔ جیسے مالک رقاب الامم کہ یہ محض جھوٹ  
اور حرام ہے۔

مذکورہ بالا مسائل حسب ذیل حدیثوں سے اخذ ہوئے ہیں۔

- ۱۔ عن السائب بن یزید قال کان یوذن  
بین یدی رسول اللہ اذا جلس علی  
المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد (ابوداؤد)
- ۲۔ کان یوذن بلال علی باب المسجد علی  
عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
وابی بکر وعمر (طبرانی وابن حزم)
- ۳۔ وعن ابن عمر قال کان رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم اذا اخرج یوم الجمعة  
فقد علی المنبر اذن بلال (الحاکم فی المستدرک)
- سائب بن یزید کہتے ہیں کہ ٹوذن حضور کے  
سامنے مسجد کے دروازہ پر جمعہ کے دن اس وقت  
اذان دیتا جبکہ حضور منبر پر جلوہ فرما جواتے۔  
ابن عمر سے مروی ہے کہ حضرت بلال حضور کے  
عهد مبارک میں اور حضرت ابو بکر و عمر کے زمانہ میں  
مسجد کے دروازہ پر اذان دیتے تھے۔
- حضرت ابن عمر فرماتے ہیں جب حضور جمعہ  
کے دن برآمد ہو کر منبر پر جلوہ فرما جاتے  
تو بلال اذان دیتے۔

ان احادیث سے واضح ہوا کہ خطبہ کی اذان خطیب کے سامنے ہو اور خارج مسجد ہو اور اذان  
اس وقت ہو جبکہ خطیب منبر پر بیٹھ جائے۔

- ۴۔ حضرت عطاء سے مرسل مروی ہے کہ جمعہ کے دن جب حضور علیہ السلام منبر پر جلوہ افروز ہوتے۔  
استقبل الناس بوجہہ (مصنف عبد الرزاق) تو اپنا چہرہ سامعین کی طرف رکھتے تھے۔
- ۵۔ حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام جب منبر پر جلوہ فرما ہوتے۔  
جلس قبل الخطبة جلسة خفيفة (بخاری) تو آپ خطبہ کیلئے کھڑے ہونے سے قبل ذرا دیر بیٹھ جاتے
- ۶۔ حضرت جابر بن سمرہ فرماتے ہیں حضور علیہ السلام جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرماتے۔  
یخطب قائمًا ثم یجلس ثم یرقوم  
فیخطب قائمًا (ابوداؤد و مسلم نسائی)  
تو کھڑے ہو کر خطبہ دیتے پھر بیٹھتے پھر کھڑے  
ہو کر خطبہ دیتے۔



- ۷۔ حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام کے جمعہ کے دن۔  
خطبتان مجلس بینہما یقرع  
القرآن ویذکر للناس (مسلم)  
دو خطبے ہوتے۔ دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھتے  
قرآن پڑھتے اور وعظ فرماتے۔
- ۸۔ جابر ابن سمرہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور کو جمعہ کے خطبہ دیتے ہوئے دیکھا۔  
یخطب یوم الجمعة قائمًا ثم یقع  
قد لا یتکلم ثم یقوم یخطب خطبة  
اخروی (سنائی)  
آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا پھر بیٹھ گئے۔  
(خاموش) پھر کھڑے ہوئے اور دوسرے خطبہ  
دیا۔
- ۹۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام جمعہ کے خطبہ میں  
یحمد الله ویثنی علیہ وقد علا  
الله کی حمد و ثنا فرماتے اور بلند آواز  
صوتہ (مسلم)  
سے خطبہ دیتے۔
- ۱۰۔ احمدیث سے واضح ہوا۔ جمعہ کے لئے دو خطبے دیتے جہاں میں۔ دونوں خطبوں کے درمیان  
ذرا دیر بیٹھا جائے اور خطبے اللہ کی حمد و ثنا اور وعظ و تذکیر پر مشتمل ہوں اور اس میں قرآن پاک  
کی کوئی آیت تلاوت کی جائے۔
- ۱۱۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔  
اذ قال لصاحبك انصت واکامام  
یخطب یوم الجمعة فقد لغوت۔  
(بخاری مسلم، ابوداؤد و ترمذی)  
جب تم نے اپنے ساتھی سے کہا خاموش رہو  
درال حالیکہ امام خطبہ دے رہا ہو تو اس  
نے لغو کام کیا۔
- ۱۲۔ ثم انصت حتی یفرغ الامام من  
خطبة ثم یصلی (مسلم)  
حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ جمعہ کا خطبہ  
خاموشی سے سنو۔ پھر نماز پڑھو۔
- ۱۳۔ اذ اقام علی المنبر استقبله  
الناس۔ (ابن ماجہ)  
حضور جب خطبہ کیلئے منبر پر جلوہ فرما ہوتے  
تو لوگ امام کی طرف متوجہ ہو جاتے۔
- ۱۴۔ امرنا رسول الله صلی الله علیہ  
وسلم باقصار الخطب (ابوداؤد)  
ہمیں حضور نے خطبہ کو مختصر رکھنے کا حکم دیا۔  
جابر ابن سمرہ کہتے ہیں کہ جمعہ کے دن حضور کا خطبہ



۱۵۔ انہاں کلماتِ پسیرات (اورداد) طویل نہیں ہوتا تھا بلکہ مختصر کلمات ہوتے تھے۔  
 ان احادیث سے واضح ہوا کہ خطبہ خاموش بیٹھ کر سنا جائے۔ بوقت خطبہ لوگ اماں کی طرف  
 توجہ ہوں خطبہ کے وقت سلام و کلام نہ ہو۔ خطبہ مختصر ہو۔ زیادہ لمبا خطبہ نہ ہو کہ لوگوں پر بار ہو  
 یعنی ادائے جمعہ کے لئے خطیب کے سوائے مردوں کا ہونا ضروری ہے۔

### سوم جماعت

اگر تین مرد غلام یا مسافر یا بیمار ہوں تو بھی جمعہ صحیح ہے۔ صرف عورتیں یا  
 بچے ہوں تو نہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

الجمعة واجب على كل مسلم في جماعة (دار تظنی) جمعہ ہر مرد مسلمان پر جماعت کے ساتھ واجب ہے

یعنی وہ جگہ ایسی ہو۔ جہاں ہر شخص کو بلا روک ٹوک آنے جانے کی اجازت  
 ہو تو اس کا دروازہ کھلا ہو جس کا جی چاہے آئے۔ کوئی روک ٹوک نہ ہو۔

### چہارم اذن عام

حتیٰ کہ اگر جامع مسجد میں جب لوگ جمع ہو گئے اور دروازہ بند کر کے جمعہ پڑھا۔ جمعہ نہ ہو گا۔ اسی طرح  
 بادشاہ نے اپنے مکان میں یا اپنی رہائش گاہ کی مسجد میں جمعہ قائم کیا اور دروازہ پر دربانوں کو بٹھا دیا  
 کہ لوگوں کو آنے نہ دے یا کارخانہ یا دفاتر کہ وہاں جمعہ ہو اور عام لوگوں کو اندر آنے کی اجازت نہ ہو۔ تو  
 ان سب صورتوں میں جمعہ نہ ہو گا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جمعہ کبھی پرائیویٹ مکانوں میں نہیں پڑھا  
 گیا۔ حضور علیہ السلام اور آپ کے صحابہ کرام نے ہمیشہ ایسی جگہ جمعہ پڑھا جہاں ہر مسلمان کو حاضر  
 ہونے کی عام آزادی ہو۔ لہذا جمعہ کے لئے اذن عام ضروری ہے۔

مگر یہ کوئی صحتِ جمعہ کے لئے لازمی شرط نہیں ہے کہ بادشاہ  
 شرط پنجم بادشاہ اسلام | ہی کی اجازت سے جمعہ قائم ہو سکے۔

اسی لئے ہمارے فقہاء نے یہ تصریح کی ہے۔ بادشاہ اسلام کی شرط شرط  
 اولویت ہے۔ شرط صحت نہیں ہے۔

(۶) جامع الرموز میں ہے کہ سلطان سے مراد حاکم اکبر ہے جس کے زیر دست باقی حکام ہوں۔  
 خواہ وہ عادل ہو یا ظالم اور اطلاق عبارت مشعر ہے کہ سلطان کا مسلم ہونا صحتِ جمعہ کیلئے  
 شرط نہیں۔

لان الاسلام ليس بشرط وهذا اذا یہ بھی اس صورت میں ہے جبکہ اس سے اجازت



امکن استیندانه والا فالسلطان  
لیس بشرط فاجتمعو علی رجل  
طلب کرنا ممکن ہو۔ ورنہ پھر جمعہ کیلئے سلطان شرط  
نہیں تو اگر لوگ متفق ہو کر ایک شخص کو امام مقرر کر لیں  
تو جمعہ جائز ہے۔

(۲۱) صاحب بذبح نے اس کی دلیل میں لکھا ہے کہ جب سیدنا عثمان غنی محصور ہو گئے تو مسلمانوں نے  
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو امام مقرر کر کے جمعہ کی نماز ادا کی تھی۔ ظاہر ہے کہ اس فتنہ کے موقع پر نہ تو  
حضرت عثمان سے اجازت طلب کرنے کی کسی کو بہت تھی اور نہ حضرت علی اس وقت خلیفہ اور امام  
مقرر ہوئے تھے۔ فعلم ان اقامة الجمعة غیر مشروطة عندہم بالاذن۔ اس واقعہ سے  
معلوم ہوا۔ سلطان کا ہونا صحت جمعہ کے لئے شرط نہیں ہے۔ ورنہ صحابہ کرام بلا اذن امام محض  
اپنی اجازت و اتفاق سے جمعہ نہ پڑھتے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں۔

ذکر الکرخی انه لا باس ان یجمع  
الناس علی رجل یصلی بہم الجمعة وھکذا  
امری عن محمد ذکرہ فی العیون  
کرخی نے ذکر کیا اس میں کوئی حرج نہیں کہ  
لوگ کسی ایک کو امام مقرر کر کے جمعہ پڑھ لیں امام  
محمد علیہ الرحمۃ سے بھی یہی روایت ہے (عیون میں)

اس علامہ بحر العلوم نے بھی رسائل الارکان میں مذکورہ بالا واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے شرط سلطان  
کو صحت جمعہ کی ضروری شرط ہونے کی نفی فرمائی ہے۔  
(۲) مولانا عبدالحی علیہ الرحمۃ نے عمدۃ الرعاہ میں تصریح کی۔

انما هو علی سبیل الاولیۃ حیث لا  
تتعدد الجمعة و حیث تعددت  
فلا حاجة الی ذلک  
شرط سلطان اولویت کی شرط ہے تاکہ جمعہ  
متعدد جگہ نہ ہو۔ مگر جب متعدد جگہ ہو تو اب  
اس شرط کی حاجت نہیں۔

(۵) حضرت شیخ محقق عبدالحی محدث دہلوی اشعة اللمعات وفتح المنان میں لکھتے ہیں شرط سلطان  
صحت جمعہ کے لئے نہیں۔ بلکہ قطع منازعت کے لئے ہے کیونکہ جمعہ و عیدین مجمع عظیم کے ساتھ ادا ہوتی ہے  
تو ممکن ہے کہ امامت پر جھگڑا ہو تو اگر حاکم ہو گا تو اس کا احتمال نہ رہے گا پھر صاحب مدایہ کی رائے  
لکھ کر فرماتے ہیں۔

وظاہرہ لا یفید الاولیۃ والاحتیاط  
کہ ظاہر یہ ہی ہے شرط سلطان اولویت کی شرط ہے



عقلًا لا لا اشتراط و عدم جوازا  
الصلوة بدونه شرعًا۔  
احتیاطاً و عقلاً نہ کہ شرعاً کہ سلطان کی اجازت  
کے بغیر جمعہ جائز ہی نہ ہو۔

(۷) علامہ بکر العلوم علیہ الرحمۃ نے رسائل الارکان میں مزید لکھا کہ

لم اطلع علی دلیل یفید اشتراط  
امر السلطان وما فی الهدایہ دای کا  
یثبت به الاشتراط لا طلاق  
نصوص وجوب الجمعة (رسائل اللکان)  
غرضیکہ سلطان اسلام کے حضور اور اذن کی قید محض احتیاطی و عقلی ہے اور رفع منازعت کے لئے  
ہے کسی نص صریح پر مبنی نہیں ہے۔ لہذا اگر سلطان اسلام نہ ہو یا وہ اقامت جمعہ کے فرائض ادا نہ کرے  
تو مسلمان متفق ہو کر کسی کو امام مقرر کر کے جمعہ پڑھ لیں تو جائز و درست ہے۔ جامع الرموز میں ہے۔

۱۔ فقہانے سلطان اسلام کی شرط جو بعض مصالح کی بنا پر مقرر کی ہے۔ اس کا ماخذ حسب ذیل احادیث ہو  
سکتی ہیں (۱) حضور علیہ السلام نے فرمایا جس نے جمعہ کو معمولی چیز اور ہلکا جان کر چھوڑ دیا۔ دراصل حالیہ کہ۔

۱۔ ولہ امام جائز او عادل فلا جمع  
اللہ شملہ ربدائع ج ۱ ص ۲۶۱  
۲۔ حضرت حسن بصری کا قول ہے۔

اربع الی السلطان منها اقامة  
الجمعة والعیدین (ابن ابی شیبہ)  
چار چیزیں سلطان سے متعلق ہیں۔ ان میں سے  
اقامت و جمعہ عیدین بھی ہے۔

ظاہر ہے حدیث مذکورہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ امام یا سلطان کے بغیر اقامت جمعہ جائز ہی نہ ہو۔ حدیث  
کا مطلب تو یہ ہے جہاں اسلامی نظام جماعت قائم ہو۔ وہاں جمعہ کا ترک کرنا اور بھی زیادہ شدید گناہ ہے۔ اسی طرح اثر  
حسن بصری کا مفہوم یہ ہے کہ ان چار چیزوں کا اہتمام سلطان کو کرنا چاہئے یا یہ کہ سلطان اگر موجود ہو تو ان  
چیزوں کے اہتمام کا حق اسکو ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں نکلتا کہ سلطان اسلام نہ ہو یا ہو تو محروم وہ  
ان چیزوں کا اہتمام ہی نہ کرے تو یہ کام بند ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ لڑکی کی شادی کرنا باپ کا کام ہے یا  
باپ کا حق ہے تو اس کا یہ مطلب نہ ہوگا کہ اگر باپ نہ ہو تو لڑکی بیٹھی رہے۔



کل مصر فیہ وال عن جہۃ کافر جاز ہر وہ شہر جس میں کافر کا مقر کردہ حاکم موجود ہو  
فیہ اقامۃ الجمعة والعیدین وہاں بھی جمعہ وعیدین کا قائم کرنا جائز ہے۔

یعنی صحتِ ادائے جمعہ کے لئے شہر یا فنا شہر کا ہونا شرط ہے اور اخلاف کے  
ششم مصر | نزدیک گاؤں میں جمعہ جائز نہیں ہے شہر کی تعریف میں فقہاء کے گو متعدد قول  
ہیں لیکن صحیح اور مفتی ہے اور معمول ہے تعریف سیدنا امام عظیم علیہ الرحمۃ کے نزدیک یہ ہے کہ شہر وہ جگہ  
ہے جس میں متعدد کوچے اور بازار ہوں اور وہ ضلع یا پرگنہ ہو اور اس کے متعلق دیہات گنے جاتے ہوں  
اور وہاں کوئی حاکم ہو جو اپنے دیدار و سطوت کے سبب مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے۔ یعنی  
انصاف پر قدرت کافی ہے۔ اگرچہ ناانصافی کرتا اور بدلہ نہ لیتا ہو۔

(۲) اور شہر کے اس پاس کی جگہ جو شہر کی مصلحتوں کے لئے ہو اسے فنا مصر کہتے ہیں جیسے قبرستان  
گھوڑ دوڑ کا میدان فوج کے رہنے کی جگہ کچھ یا اسٹیشن کہ یہ چیزیں شہر سے باہر ہوں۔ تو فنا شہر  
میں ان کا شمار ہے اور وہاں جمعہ جائز ہے۔ چنانچہ حضرت علی و حضرت حذیفہ بن الیمان حضرت عطا  
حسن بن ابی الحسن۔ ابراہیم نخعی مجاہد۔ محمد بن سیرین و سفیان ثوری و سیدنا امام عظیم علیہ الرحمۃ کا  
یہ ہی مسلک ہے کہ گاؤں میں جمعہ درست نہیں۔ جمعہ یا شہر میں پڑھا جائے یا قصبہ میں یا ان کی  
فنا میں اور جو جگہ شہر کی ضرورتوں کے لئے نہ ہو اور اس کے شہر کے درمیان کھیرت وغیرہ فاصلہ ہو  
تو وہاں جمعہ جائز نہیں لیکن اکثر ائمہ یہ کہتے ہیں کہ اگر اذان کی آواز وہاں پہنچتی ہو یا وہ جگہ شہر سے

نہ اس کا ماخذ حسب ذیل حدیثیں ہو سکتی ہیں۔ امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی۔

الجمعة علی من اوال اللیل الی اہلہ۔ جمعہ اس پر ہے جو رات تک اپنے اہل تک پہنچ سکے۔

مگر یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کے راوی سعید المقبری کو یحییٰ بن سعید القطان نے ضعیف قرار دیا۔ عراقی نے  
کہا انہ غیر صحیحہ فلا حجة فیہ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۲۶) لیکن یہ واضح ہے کہ اس حدیث سے دیہات میں اقامت  
جمعہ کی فرضیت تو درکنار جواز بھی ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر دیہات میں اقامت جمعہ جائز یا فرض ہوتا تو پھر بجائے  
مذکورہ فی الحدیث ہدایت کے یہ حکم دیا جاتا کہ یا تو شہر میں اگر نماز جمعہ پڑھو۔ ورنہ اپنے گاؤں ہی میں جمعہ قائم کر لو۔  
الجمعة علی من سمع النداء۔ جمعہ اس پر ہے جو اذان کی آواز سنے۔

لیکن یہ حدیث بھی مرفوع نہیں ہے نیز اسکی اسناد میں بھی کلام کیا گیا ہے اور حدیث بخاری جس کا مضمون یہ ہے۔

عہد نبوی میں دیہات کے لوگ جمعہ کے دن بیٹہ منورہ میں آکر جمعہ پڑھا کرتے تھے۔ مگر یہ واضح ہے خود علامہ ابن حجر نے  
تسلیم کیا ہے کہ اس حدیث سے دیہاتوں پر فرضیت جمعہ کا استدلال صحیح نہیں۔



دُور ہو مگر بلا تکلف واپس جاسکتا ہو۔ تو ان لوگوں کو جمعہ پڑھنا چاہیے۔ یعنی جو لوگ شہر کے قریب گاؤں میں رہتے ہیں انہیں چاہیے کہ شہر میں آکر جمعہ پڑھ جائیں۔ (در مختار و عالمگیری) **صحیح ادا جمعہ کیلئے مہر شرط ہے اور اسکے دلائل** چنانچہ ادا جمعہ کے لئے شہر کے شرط ہونے کے دلائل یہ ہیں۔

۱، ابو بکر بن ابی شیبہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کیا۔

لاجمعة ولا تشریق ولا فطر ولا

اضحی الا فی مصر جامع نہ عین نہ بقصر عید

اگرچہ ابن ابی شیبہ نے اسے موقوفاً روایت کیا ہے مگر یہ بات ہمارے مدعا کو مضرب نہیں کہنے کے وہ احکام جن میں قیاس کو دخل نہ ہو۔ اس میں حدیث موقوف بر صحابی بھی مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے اور مذکورہ بالا روایت کا قول علی ہونا سب کو تسلیم ہے اور ظاہر ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ادا جمعہ کے لئے مصر کی شرط لگانا اپنی رائے سے تو ہو نہیں سکتا، انہوں نے حضور کے قول و عمل سے یہ معلوم کیا کہ جمعہ کے لئے شہر شرط ہے۔ اس لئے انہوں نے ادا جمعہ کیلئے مصر کو شرط قرار دیدیا۔ لہذا جو روایت موقوف ہو۔ اور اس میں قیاس کو دخل بھی نہ ہو یا وہ دوسری مرفوع روایات سے مؤید ہو وہ بھی اعلیٰ درجہ کی مرفوع حدیث قرار پاتی ہے۔ ثانیاً اس حدیث کی ابن حزم نے تصحیح کی ہے اور اس کو مرفوعاً بھی روایت ہے اور امام عبد الرزاق نے ایسے ایسے روایات سے روایت کیا جو بخاری و مسلم کی شرط پر ہیں۔ اور علامہ نووی نے اثر علی کے رفع کو جو ضعیف کہا ہے۔ تو ایک سند سے اگر ضعیف ہے تو دوسری سند سے تو ضعیف نہیں ہے۔ تاہم اگر

۲۔ مصنف عبد الرزاق کا سلسلہ سند یہ ہے اخبارنا معہ عن ابی اسحاق عن الحارث عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسری سند یہ ہے حد ثنا جریر عن منصور عن طلحة عن سعد بن عبیدہ عن ابی عبد الرحمن انہ قال قال علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن ابی شیبہ کی سند یہ ہے۔ عباد بن العوام عن حجاج عن ابی اسحاق عن الحارث عن علی علامہ عینی علیہ الرحمۃ نے لکھا کہ امام نووی کا یہ فرمانا کہ حدیث علی ضعیف متفق علیہ۔ تو متفق علیہ کا لفظ تو ان کا اپنا ہے۔ باقی رہا ضعف تو دراصل وہ صرف ابن شیبہ والی سند پر مطلع ہوئے۔ جس میں حجاج بن ارطاة ہے۔ مگر وہ طریق جریر عن منصور پر مطلع نہیں ہوئے جس کی سند صحیح ہے اور اگر ہوجاتے تو پھر ضعیف نہ کہتے۔ (یعنی ج ۳ ص ۲۶۴)



ضعف ہو بھی تو دیگر احادیث صحاح اس کے مضمون کی تائید و توثیق کرتی ہیں جو رفع ضعف کیلئے کافی ہے  
۲۔ حضرت عمر بن زبیر عن عائشہ مروی ہے کہ

كان الناس يفتابون الجمعة صرث  
لوگ باری باری اپنی منزلوں اور عوامی سے  
منزل لهم والحوالی (بخاری) (مدینہ میں) جمعہ کے لئے آیا کرتے تھے۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ عہد نبوی میں دیہات کے مسلمان باری باری جمعہ پڑھنے کے لئے مسجد نبوی میں آتے تھے۔ یفتابون کا لفظ صاف و صریح طور پر اس امر کی نشاندہی کر رہا ہے ایک جمعہ کو چند آدمی مدینہ میں جمعہ کے لئے آتے تھے اور باقی اپنے گھر پر رہتے۔ پھر دوسرے جمعہ کو دوسری جماعت جو پہلے جمعہ کو نہ آئی تھی۔ مدینہ شریف میں جمعہ کے لئے آتی تھی اور پہلی جماعت اپنے گھر میں رہتی تھی۔ قابل غور بات یہ ہے کہ اگر دیہات کے رہنے والوں پر بھی جمعہ فرض ہوتا تو اول تو ان کو اپنے گاؤں میں جمعہ قائم کرنا چاہیے تھا یا پھر جو مدینہ میں جمعہ کے لئے حاضر نہ ہوتے تھے اور گاؤں میں رہ جاتے تھے۔ ان کو تو ضرور گاؤں میں جمعہ پڑھنا چاہیے اور اگر کسی وجہ سے وہ گاؤں میں جمعہ قائم نہ کر سکتے تھے تو پھر سب کو یعنی گاؤں کی پوری آبادی کو مدینہ میں حاضر ہو کر جمعہ میں شریک ہونا چاہیے تھا مگر گاؤں کے رہنے والوں نے ایسا نہیں کیا۔ پھر یہ بات حضور علیہ السلام کے علم میں بھی تھی لیکن آپ نے باری باری ان کو جمعہ میں شریک ہونے پر نہ ٹوکا۔ حضور علیہ السلام کے اس عمل اور ان کے اس تعامل سے بھی واضح ہوتا ہے کہ گاؤں والوں پر سرے سے جمعہ فرض ہی نہ تھا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ حضرت علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ شافعی کو بھی یہ ماننا پڑا کہ اس حدیث سے اہل قرئی پر فرضیت جمعہ کی سرگز ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اگر گاؤں والوں پر جمعہ فرض ہوتا تو پھر وہ باری باری جمعہ کے لئے مدینہ میں نہ آتے۔ بلکہ گاؤں کی پوری آبادی جمعہ میں شرکت کرتی۔ حافظ علیہ الرحمۃ کے الفاظ یہ ہیں۔ لانه لو كان واجبا على اهل العوالی ماتنا ولبوا و لكانوا یحضرن جمیعا (فتح الباری) البتہ یہ ضرور ہے کہ جہاں حافظ علیہ الرحمۃ نے یہ بات لکھی ہے۔ وہاں ان کو یہ بھی لکھنا چاہیے تھا کہ "گاؤں میں جمعہ کا ادارہ ہونا بھی" اسی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کیونکہ جو لوگ جمعہ کے دن گھر وں میں رہ جاتے تھے۔ ان کا گاؤں میں جمعہ قائم نہ کرنا اور حضور علیہ السلام کا ان کو اقامت جمعہ کا حکم نہ فرمانا اس امر پر نفس صریح ہے۔



(۳) اسی طرح حضور علیہ السلام کا اور آپ کے صحابہ کرام کا متواتر عمل بھی ادا جمعہ کے لئے شہر کے شرط ہونے پر نفل ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت فرمائی تو آپ پہلے قبا میں ٹھہرے وہاں آپ نے چودہ روز قیام کیا۔ بخاری میں عن انس مروی ہے۔ فَأَقَامَ فِيهَا أَرْبَعَةَ لَيَالٍ . اور دوران قیام قبا آپ کو دو جمعہ پیش آئے۔ کیونکہ آپ پیر کے دن قبا میں فرود ہوئے اور پیر ہی کے روز قبا سے مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ لیکن آپ کے دوران قیام قبا جمعہ قائم نہیں فرمایا اور نہ اہل قبا کو جمعہ پڑھنے کا حکم دیا۔ آخر کیوں؟ اگر دیہات میں جمعہ فرض تھا تو حضور علیہ السلام کو قبا میں جمعہ پڑھنا چاہیے تھا۔ مگر آپ نے نہیں پڑھا۔ معلوم ہوا کہ جمعہ کے لئے مصر شرط ہے۔ یہ دلیل اس تقدیر پر ہے۔ جبکہ جمعہ کی فرضیت بحالت قیام مکہ مانی جائے، ادا ہمارے نزدیک یہ ہی صحیح ہے۔ جیسا کہ فیوض الباری پارہ چہارم کے صفحہ ۲۴ پر ہم نے بیان کیا ہے اور اگر بعض علماء کی اس رائے کو تسلیم کر لیا جائے کہ جمعہ مدینہ طیبہ میں ہی فرض ہوا تو یہ سوال پھر بھی باقی رہتا ہے کہ اگر ادا جمعہ کے لئے مصر کا ہونا ضروری نہ تھا، تو عہد نبوی میں عوالی مدینہ میں جمعہ کیوں قائم نہیں ہوا اور مدینہ کے مضافات میں جو دیہات واقع تھے۔ ان کے مکین باری باری مدینہ میں آکر جمعہ کیوں پڑھتے تھے۔

۴۔ پھر عوالی مدینہ یعنی دیہاتیوں کو حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا۔

مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَنْتَظِرَ الْجُمُعَةَ مِنْ

مَنْ أَهْلِ الْعَوَالِي فَلْيَنْتَظِرْ وَمَنْ

أَحَبَّ أَنْ يَرْجِعَ فَقَدْ أَذِنَتْ (بخاری) اجازت دیتا ہوں۔

اداء جمعہ کے لئے مصر کے شرط ہونے اور دیہاتیوں پر جمعہ فرض نہ ہونے پر نفل صریح ہے۔

۵۔ غرضیکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا متواتر عمل یہ ہی رہا کہ آپ نے دیہاتیوں کو نہ تو اقامت جمعہ کا حکم دیا اور نہ کسی کے عدم اقامت جمعہ پر سزائیں فرمائی۔ اسی طرح عہد صحابہ کو بھی۔ تو انہوں نے بہت سے ممالک فتح کئے۔ لیکن انہوں نے بھی دیہات میں کبھی جمعہ قائم نہیں کیا اور جہاں جہاں صحابہ کے آثار پائے گئے۔ وہاں دیہات میں نہ منبر پائے گئے اور نہ جامع مسجدیں حتیٰ کہ جب حجاج بن یوسف نے ابواز (گاؤں) میں جمعہ کیا تو امام حسن بصری نے فرمایا۔



لعن الله الحجاج يترك الجمعة في حجاج پر اللہ کی لعنت ہو یہ شہر کو چھوڑ کر  
الامصار وبقیہا فحلاد فیم ملک کے گوشوں میں جمعہ قائم کرتا ہے۔  
ان سب احادیث سے واضح ہوا کہ اذان جمعہ کے لئے مصر شرط ہے۔

اللہ تعالیٰ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا الْوُدَىٰ لِلصَّلَاةِ  
مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ  
وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ  
تَعْلَمُونَ۔

کارشاد ہے اے ایمان والو جب جمعہ کی نماز کیلئے  
جمعہ کے دن اذان دی جائے تو ذکر خدا کی طرف آؤ  
اور خرید و فروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر  
تم جانتے ہو۔ فَاسْعَوْا کے معنی (آؤ) ہیں۔

۱۔ یہ آیت سورہ جمعہ پارہ ۲۹ کی ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے بھی اس آیت سے جمعہ کی فرضیت  
پر استدلال کیا کہ جب جمعہ کی اذان ہو تمام کام کار چھوڑ کر جمعہ کیلئے مسجد میں آجانا فرض ہے۔  
۲۔ یہ آیت مدنی ہے اور جمعہ دراصل مکہ میں فرض ہو چکا تھا مگر وہاں بوجہ غلبہ کفار جمعہ قائم نہیں  
ہو سکا۔ چنانچہ علامہ جلال سیوطی نے تصریح فرمائی۔ الصیغہ انہا مدنیہ اور بخاری میں جناب  
ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ ہم بھنور نبوی حاضر تھے کہ سورہ جمعہ نازل ہوئی۔ اور حضرت ابو ہریرہ ہجرت  
کے بعد ایمان لائے تھے۔ لہذا پوری سورہ مدنی ہے (اتقان) اول کچھ احکام ایسے ہیں کہ اول ان کا حکم  
بذریعہ وحی ہوا اور آیت اس باب میں بعد میں نازل ہوئی۔ علامہ سیوطی نے لکھا۔

النوع الثاني عشر ما تاخر حكمه عن نزوله وما تاخر نزوله عن حكمه (الی ان قال،  
ومن امثلته ايضا اية الجمعة فانها مدينة (اتقان) اور حدیث بخاری فهدانا الله له کے  
تحت علامہ قسطلانی و علامہ ابن حجر عسقلانی حتی کہ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے عون الباری میں لکھا  
بان نص لنا عليه ولم يكلها الى اجتهادنا لاحتمال ان يكون صلى الله عليه علمه بالوحى  
وهو بمكة ولم يتمكن من اقامتها بها وفيه حديث عن ابن عباس عند دارقطني  
ولذا الك جمع لهم اول من قدم المدينة كما ذكره ابن اسحاق وغيره لا رفع الباری  
قسطلانی و عون المعبود)۔

ان تصریحات سے واضح ہوا کہ آیت جمعہ مدنی ہے اور یہ کہ جمعہ کی فرضیت مکہ مکرمہ میں قبل ہجرت



ہو چکی تھی۔ مگر بوجہ غلبہ کفار مکہ میں جمعہ قائم نہ ہو سکا۔ اور سورہ جمعہ کا نزول فرضیت جمعہ کے بعد ہوا۔ پھر جب حضور علیہ السلام نے ہجرت فرمائی تو مدینہ منورہ جو کہ مصر تھا وہاں حضور علیہ السلام نے جمعہ قائم فرمایا۔

اذانِ نودی ندا سے مراد اذانِ خطبہ ہے۔ چنانچہ زہری نے سائب بن یزید سے روایت کی کہ حضور علیہ السلام کا ایک ہی ٹوڈن تھا جب حضور

منبر پر خطبہ جمعہ کے لئے جلوہ فرما ہوتے تو وہ آذان دیتے جب حضور خطبہ سے فارغ ہو کر منبر سے اترتے تو جمعہ کی نماز کے لئے اقامت ہوتی۔ چنانچہ عہدِ صدیق اکبر و فاروقِ اعظم میں ایسا ہی معمول رہا لیکن حضرت عثمان کا جب زمانہ آیا تو لوگوں کی کثرت ہوئی اور ان کے مکان دور ہو گئے تو اپنے ایک آذان کی زیادتی کر دی اور یہ آذان ان کے اس مکان پر دی جاتی تھی جو بازارِ نروارد میں تھا۔ پھر جب حضرت عثمان منبر پر خطبہ کے لئے بیٹھتے تو آذان دی جاتی اور جب خطبہ ختم کر کے منبر سے اترتے تو نماز جمعہ کے لئے اقامت کہی جاتی۔ فلم یعب ذالک حضرت عثمان غنی کے اس عمل پر صحابہ کرام میں سے کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ (یعنی ج ۳ ص ۲۳۳) بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فعل کو معمول پہ بنا لیا۔ چنانچہ عہدِ صحابہ کرام سے لے کر اب تک تمام امت کا اسی پر عمل ہو گیا کہ جمعہ کے لئے دو آذانیں دی جائیں۔

(۲) آیت میں اذانِ نودی سے آذانِ خطبہ مراد ہونے پر یہ امر بھی ایک نہایت ہی معقول دلیل ہے کہ عہدِ نبوی اور عہدِ صدیقی و فاروقی میں ایک ہی آذانِ خطبہ پڑا کرتی تھی۔ من یوم الجمعة فاسعوا الى ذکر اللہ۔ ذکر اللہ سے مراد نماز جمعہ ہے اور حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا۔ امام کا خطبہ مراد ہے بعض نے خطبہ اور نماز دونوں کو مراد لیا ہے اور فاسعوا کے معنی یہ ہیں کہ اطمینان کے ساتھ مسجد کی طرف چلے آؤ۔ بھاگ دوڑ کر آنا ممنوع ہے۔ وذر والبیع یعنی خطبہ کی آذان سن کر بیع و شرا اور وہ تمام کام جو نماز کے لئے رکاوٹ ہو سکیں چھوڑ دینے فرض ہیں اور خرید و فروخت، کا ذکر اس لئے فرمایا گیا کہ زوال کے بعد عموماً لوگ بازاروں میں خرید و فروخت میں مشغول ہوتے ہیں۔ ذالکم خیر لکم یعنی تمام کاموں کو چھوڑ کر نماز کی طرف متوجہ ہو جانا تمہارے لئے بہتر ہے اور خیر کا اطلاق فرض پر ہوتا ہے جیسا کہ تمیم کے متعلق فرمایا۔ پاک مٹی مسلم کا طہور ہے



اگرچہ پانی دس سال تک نہ ملے۔ فاذا وجد الماء فليغسله لبشرطه فان ذلك خيرا  
دیکھنے خیر کا لفظ یہاں معنی فرض ہی ہے اور بھی اس کی بہت مثالیں دی جا سکتی ہیں۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ خطبہ کی آذان کے بعد تمام کاموں کو چھوڑ دینا واجب ہے اور  
ذکر اللہ کی طرف متوجہ ہو جانا چاہیے حتیٰ کہ خطبہ کی آذان کے بعد زبانی خرید و فروخت اور اسی  
نوع کے دیگر وہ کام جو منافی سعی ہوں ان کا ترک کر دینا بھی واجب ہے۔

واضح ہو کہ سعی کا مطلب یہ ہے کہ آدمی خطبہ و نماز  
جمعہ کیلئے کس وقت سعی کی جائے

جمعہ میں شامل ہو جائے اور خطبہ کی آذان کے بعد کسی  
اور دنیاوی کام میں مشغول نہ رہے۔ اسی لئے آذان خطبہ کے بعد ذکر اللہ کے سوا کسی اور کام میں  
مشغول رہنا حرام ہے حتیٰ کہ زبانی خرید و فروخت بھی حرام ہے اور خطبہ سننا واجب ہے۔

۲۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں صحابہ کرام کی کیفیت  
یہ تھی کہ وہ جمعہ کے دن خود بخود مسجد میں جمع ہو جاتے تھے اور حضور کی تشریف آوری کا انتظار  
کرتے تھے حتیٰ کہ حضور علیہ السلام بلا مد ہو کر منبر پر چلے اور مؤذن آذان دینا جمعہ کی  
آذان تھی اور خطبہ شروع فرماتے پھر خطبہ کے بعد قامت ہوتی اور نماز جمعہ ادا کی جاتی یہ طریقہ  
جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد تک جاری رہا۔

۳۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جب زمانہ آیا تو آپ نے دیکھا کہ لوگ دور دور  
تک آباد ہو گئے ہیں۔ اور ان کے مکان مسجد سے دور ہو گئے ہیں۔ اس بنا پر آپ نے ایک آذان کا  
اضافہ فرما دیا (یعنی آذان اول) جس کا فائدہ یہ تھا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اب جمعہ کیلئے  
تیار رہنا چاہیے اور آذان خطبہ یعنی آذان ثانی سن کر فوراً مسجد میں آ جانا چاہیے۔

ظاہر ہے کہ ہمارے زمانہ میں بہت لوگ عہد نبوی کی طرح پہلے ہی سے مسجد میں جمع نہیں ہوتے  
جمعہ سے قبل وعظ کی وجہ سے کچھ لوگ تو پہلے ہی سے مسجد میں آ جاتے ہیں اور کچھ نہیں آتے تو اب  
وہ لوگ جو پہلے ہی سے تیار ہو کر مسجد میں آ گئے ہیں یا تیار ہو کر اپنے اپنے مقامات پر آذان خطبہ کا انتظار  
کر رہے ہیں۔ وہ تو آذان ثانی کے بعد بخوبی خطبہ و جمعہ کی نماز میں شامل ہو سکتے ہیں لیکن وہ لوگ  
جنہیں ابھی دوکان بند کرنی ہے۔ وضو و پہارت سے فارغ ہونا ہے۔ وہ اگر آذان خطبہ کے بعد سعی



کریں بھی تو جماعت تو کیا بلکہ خطبہ تک سے رہ جانے کا اندیشہ ہو جاتا ہے۔ بلکہ ایسا ہوتا ہے کہ جو پہلے  
 پہارت وغیرہ سے فارغ نہیں ہوتے اور عین خطبہ کی اذان کے وقت مسجد کی طرف متوجہ ہوتے ہیں  
 وہ جماعت و خطبہ سے رہ جاتے ہیں۔ تو اگرچہ یہ بات اپنی جگہ پر ثابت ہے کہ قرآن مجید میں  
 جس سعی کا حکم ہے وہ اذان خطبہ کے بعد ہے۔ یعنی اذان خطبہ کے بعد ذکر اللہ کی طرف متوجہ ہو  
 ہو جانا اور تمام دوسرے کاموں کو چھوڑ دینا واجب ہے۔ مگر فقہاء احناف نے پہلی اذان کے بعد  
 سعی کے واجب ہونے کا قول کیا تو اس قول کی بنیاد یہ ہی ہے کہ ہمارے زمانہ میں اگر اذان اول  
 کے بعد جمعہ کے لئے تیار نہ ہو جائے۔ اور اذان ثانی کے بعد جمعہ کے لئے مسجد میں آیا جائے تو اس  
 طرح شائع کا مقصود فوت ہو جاتا ہے یعنی خطبہ و جمعہ کی نماز کے فوت ہو جانے کا اندیشہ پیدا  
 ہو جاتا ہے۔ اس مصلحت کی بنا پر فقہاء احناف نے اذان اول کے بعد سعی کو ضروری قرار دیا ہے  
 تفصیل سے مجھے یہ بتانا مقصود ہے کہ اذان خطبہ کے بعد تو ذکر اللہ کی طرف اس طرح متوجہ ہو جانا  
 واجب ہے کہ اس وقت کسی دوسرے کام میں مشغولیت نہ ہو حتیٰ کہ زبانی خرید و فروخت بھی  
 حرام ہے۔ بلکہ اذان اول کے بعد جمعہ کے لئے تیار ہو کر اپنے مقام پر بیٹھے رہنا اور خرید و فروخت  
 میں بائیں طور مشغول رہنا کہ خطبہ و جمعہ کے فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو جائے و مباح ہے۔

کیا جمعہ کیلئے غسل فرض ہے؟ | اہل نظر اپنے جمعہ کی نماز کے لئے غسل کرنا واجب قرار  
 دیا ہے لیکن وجوب کا قول کرتے ہوئے وجہ سے درست

نہیں ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا مستحب ہے۔

اول حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے واضح ہے کہ لوگ جمعہ کے دن کاروبار میں مشغول  
 ہوتے اور انہیں میلے کچیلے کپڑوں میں جمعہ کے دن مسجد میں آجاتے۔ اس پر انہیں حکم دیا گیا کہ غسل کر  
 کے آئیں معلوم ہوا کہ غسل کی علت میل کچیل و بدبو وغیرہ ہے۔ لہذا اگر کپڑے و بدن میں میل کچیل ہو۔  
 پسینے کی بدبو سے بیماریوں کو تکلیف ہو تو پھر غسل ضروری ہے ورنہ مسنون و مستحب ہے۔  
 دوم۔ اگر مان لیا جائے کہ جمعہ کے دن بہر حال غسل واجب ہے تو وجوب کی حدیث منسوخ ہے۔  
 کیونکہ ایک حدیث میں حضور نے فرمایا۔

من تو صایوم الجمعة فیہا و من  
 جس نے جمعہ کے دن صرف وضو کیا تو کافی ہے



اغتسل فهو افضل - اور غسل کرنا افضل ہے۔

معلوم ہوا کہ غسل واجب نہیں ہے بلکہ مستنون ہے۔

اس پر ایک اعتراض یہ کیا گیا کہ مذکورہ بالا حدیث ضعیف ہے اور ضعیف صحیح کو فسوخ نہیں کر سکتی لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کو ابو داؤد، نسائی، بزار، طحاوی، ابن ماجہ، طبرانی، بیہقی، ترمذی نے سات صحابہ کرام، حضرت ابن عباس، ابو ہریرہ، انس، سمرہ بن جندب، ابو سعید خدری، عبدالرحمن بن سمرہ و حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے۔ علاوہ ازیں چونکہ یہ حدیث طرق متعددہ سے مروی ہے یہ بات بھی اس کے حکم میں قوت پیدا کر رہی ہے۔

موسم، علماء محققین نے فرمایا کہ نماز کے لئے قرآن مجید میں صرف وضو کا حکم دیا گیا ہے اور خبر واحد سے کتاب پر زیادتی جائز نہیں بلکہ یصیر کالنسین اور یہ حدیث ابن عمر سے ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

اِذَا جَاءَكُمْ أَحَدُكُمْ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْسِلْ نَفْسَهُ

جو کوئی جمعہ کے لئے آئے وہ غسل کر کے آئے

تو اس حدیث میں فلیغسل کا (امرا اور واجب کے) الفاظ ندب پر محمول ہیں۔ البتہ اگر کوئی اتنا میللا کچھلا ہو کہ اس کے پتروں کی بدلوسے نمازیوں کو ابڑا پہنچے تو اسے شخص کیلئے غسل ضروری ہے۔ مگر یہ بات پھر صرف جمعہ کے ساتھ خاص نہ رہے گی۔ بلکہ نماز پنجگانہ میں شمولیت کیلئے بھی یہ ہی حکم دیا جائے گا۔

حاضرین جمعہ کی فضیلت | حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا جو جمعہ کے دن غسل جنابت کر کے نماز کے لئے

گیا تو گویا اس نے اللہ کے لئے ایک اونٹ کی قربانی دی جو جمعہ کے لئے تیسری ساعت میں گیا۔ تو گویا اس نے راہِ خدا میں ایک سینگ والے مینڈھے کی قربانی دی اور جو ساعت چہارم میں گیا تو گویا اس نے ایک مرغی راہِ خدا میں دی اور جو ساعت پنجم میں گیا تو اس نے راہِ خدا میں ایک نڈا دیا۔

اد جب امام خطبہ کے لئے برآمد ہوتا ہے تو فرشتے

فَاذْخُرْجِ الْإِمَامَ حَضْرَتِ الْمَلَائِكَةِ

بھی مسجد میں حاضر ہو کر ذکر الہی سنتے ہیں۔

يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ



## فوائد و مسائل

اس حدیث کو سلم نے صلوة میں نسائی میں ملائکہ میں ذکر کیا اس حدیث

میں جمعہ میں حاضر ہونے والوں کی فضیلت کا بیان ہے اور یہ کہ جمعہ میں

شریک ہونے والوں کے مراتب درجات متفادت ہیں جو پہلی ساعرت میں آتا ہے اس کو نسبت بعد میں آنے والوں کے زیادہ ثواب ملتا ہے۔ ابن خزیمہ کی حدیث میں ہے۔ جمعہ کے دن مسجد کے دروازہ پر فرشتے مقرر ہوتے ہیں جو آنے والوں کے نام لکھتے ہیں۔ اور مسلم شریف کی حدیث میں ہے یہ نام لکھنے کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک امام خطبہ کے لئے منبر پر بیٹھے جب امام خطبہ کے لئے منبر پر بیٹھ جاتا ہے تو دفتر لپیٹ لئے جاتے ہیں۔ اسی حدیث سے واضح ہوا کہ۔

(۱) جمعہ کے دن غسل مسنون ہے (۲) لوگوں کے ان کے اعمال کے مطابق مراتب کم یا زیادہ ہوتے ہیں (۳) قربانی اور صدقہ کا لفظ کم اور زیادہ دونوں پر بولا جاتا ہے (۴) اس حدیث میں مرغی اور انڈے پر قربانی کا لفظ بولا گیا تو اس سے مراد صدقہ کرنا ہے (۵) اڈنٹ کی قربانی گائے سے افضل ہے۔ اسی لئے حدیث ہذا میں اڈنٹ کو گائے سے پہلے رکھا گیا (۶) ہذا میں ہے کہ اڈنٹ کی قربانی سب سے افضل ہے اس کے بعد گائے کی اس کے بعد بھیر۔ دنبہ۔ بکری کی۔ سیدنا امام اعظم و امام شافعی و جمہور کی یہ ہی رائے ہے (۷) یہ فرشتے حفظہ کے علاوہ ہوتے ہیں جو خصوصیت کے ساتھ آنے والوں کے نام لکھنے پر مامور کئے جاتے ہیں (۸) جمعہ کے دن ملائکہ بھی امام کا خطبہ سنتے ہیں۔ حدیث ہذا میں ذکر سے مراد خطبہ ہے۔

## جمعہ کے خطبہ کے ضروری مسائل

جب امام خطبہ کے لئے کھڑا ہو اس وقت سے ختم نماز تک اذکار اور ہر قسم کا کلام منع ہے البتہ

صاحب ترتیب اپنی قضا نماز پڑھ لے۔ یونہی جو شخص سنت یا نفل پڑھ رہا ہے تو جلد جلد پوری کرے (در مختار) جو چیزیں نماز میں حرام ہیں۔ مثلاً کھانا پینا۔ سلام و جواب۔ سلام وغیرہ یہ خطبہ کی حالت میں بھی حرام ہیں۔ ہاں خطیب امر بالمعروف کر سکتا ہے جب خطبہ پڑھا جائے تو تمام حاضرین پر چپ رہنا اور سنتا واجب ہے۔ اگر کسی کو بڑی بات کرتے دیکھیں تو ہاتھ یا سر سے اشارہ سے منع کر سکتے ہیں۔ زبان سے منع ہے۔ خطیب نے دعا کی تو سامعین کو ہاتھ اٹھانا یا آمین کہنا منع ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خطیب نے نام لیا تو حاضرین دل میں درود



پڑھیں۔ زبان سے پڑھنے کی اس وقت اجازت نہیں جمعہ کے علاوہ عیدین و نکاح کا خطبہ سننا بھی واجب ہے (در مختار)

## کیا گاؤں میں جمعہ جائز ہے؟

ابن عباس قال ان اول جمعة  
 حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ بیشک  
 حضرت عائشة رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے  
 حضور علیہ السلام کی مسجد میں جمعہ قائم ہونے سے  
 قبل قبیلہ بنی قیس کی مسجد میں نماز جمعہ ہوتی جو جوئی  
 بحرین کی ایک تہی میں تھی۔

ایشی ابن عباس سے سیدنا امام شافعی علیہ الرحمۃ نے دیہات میں جواز جمعہ کا استدلال فرمایا۔ علامہ  
 شوکانی و حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ نے لکھا کہ جوئی گاؤں تھا اور ظاہر یہ ہی ہے کہ صحابہ کرام  
 نے آپ کی اجازت ہی سے جمعہ قائم کیا ہوگا؟ مگر یہ استدلال متعدد وجود سے درست نہیں۔  
 اولاً۔ اس لئے کہ جوئی گاؤں نہیں بلکہ شہر تھا جو پڑھی و زرخشری و ابن اشیر نے یہ قلعہ تھا اور  
 ظاہر ہے کہ قلعہ حاکم اور عالم سے خالی نہیں ہوتا اور ابو عبید بکری نے کہا جوئی شہر تھا نیز جاہلیت  
 کے شعرا کے کلام سے بھی جوئی کا شہر ہونا ثابت ہوتا ہے۔ رہا روایت ابو داؤد میں جوئی پر لفظ  
 قریہ کا اطلاق تو از روئے لغت شہر پر بھی لفظ قریہ کا اطلاق آتا ہے۔ جیسے اس آیت میں۔  
 ولو انزل هذا القرآن على رجل من القريتين عظيم. یعنی مکہ و طائف حالانکہ مکہ  
 و طائف گاؤں نہیں شہر ہیں۔

ثانیاً۔ یہ کہنا کہ عبد القیس نے حضور کے حکم ہی سے جمعہ قائم کیا تھا محض ایک خیال ہے جس کے ثبوت  
 کے لئے دلیل کی ضرورت ہے۔ مگر ہم یہ مان لیں کہ جوئی گاؤں تھا تو سوال یہ ہے۔ وہاں حضور کے اذن

۱۔ وحکی الجوهری والزمخشری ابن الاثیران جوئی اسم حصن البحرین ریل الاوطار ج ۳ ص ۲۳۳  
 وقال ابو عبید البکری ہی مدینة بالبحرین۔ امر القیس بہتے ورجنا کا نام جوئی عشیة  
 تعالیٰ النعاج بین عدل و الحقب یرید کان من تجار جوئی لکثرة ما معهم من الصيد  
 ادا لکثرة امتعة تجار جوئی قلت کثرة الامتعة تدل غالباً علی کثرة التجار و  
 کثرة التجار تدل علی ان جوئی مدینة قطعاً لان القرية لا یكون فیها تجار کثیرین



سے جمعہ قائم کیا گیا؛ یا حضور نے اطلاع پا کر سکوت فرمایا اور اس کی تقریر فرمائی مگر یہ دونوں باتیں کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ اور جب تک یہ دونوں امور ثابت نہ ہوں اس وقت تک محض چند افراد کا اپنی رائے سے جمعہ قائم کر لینا گاؤں میں فرضیت جمعہ کی دلیل نہیں بن سکتا اور جو لوگ دیہات میں فرضیت جمعہ کے قائل ہیں انہیں یہ ثابت کرنا چاہیے کہ جو اثبات میں حضور کے حکم یا تقریر سے جمعہ قائم ہوا تھا۔

دیہات میں جمعہ جائز نہیں شہر کے قریبی گاؤں والے شہر میں آکر جمعہ پڑھ سکتے ہیں۔

واضح ہو کہ اس مضمون کی بہت حدیثیں ملتی ہیں اور جو لوگ مدینہ منورہ سے چھ میل یا اس سے کم مسافت کے دیہات میں رہتے تھے وہ جمعہ پڑھنے کے لئے مدینہ منورہ میں آیا کرتے تھے۔  
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ۔

انما كان الناس يسكنون العالية  
في حضرة الجمعة (نسائی ج ۱ ص ۲۰۴)  
— عن اباهريرة كان ياتي الجمعة من  
ذی الحليفة يمشي وهو على داس ستة  
اميال من المدينة (بیہقی ج ۳ ص ۱۷۵)  
انه كان ياتي الزاوية على فرسخين  
من البصرة يشهد الجمعة واجيانا  
لا يشهد (بیہقی ج ۳ ص ۱۷۵)

مدینہ کے مصنفات میں رہنے والے (مدینہ منورہ)  
میں جمعہ پڑھنے کیلئے حاضر ہوتے تھے۔  
حضرت ابو ہریرہ ذی الحلیفہ سے چکر مدینہ  
میں جمعہ پڑھنے کیلئے آیا کرتے تھے اور ذی الحلیفہ  
مدینہ سے چھ میل کے فاصلہ پر تھا۔  
حضرت انس بن مالک زاویہ سے جو بصرہ  
شہر سے چھ میل کے فاصلہ پر تھا۔ بصرہ میں  
جمعہ کے لئے حاضر ہوتے اور کبھی نہ آتے۔

— قال الشافعي وقد كان سعيد بن زيد  
وابوهريرة يکونان بالشجرة اقل من  
سنة اميال فيشهدان الجمعة و  
يدعانا (بیہقی ج ۳ ص ۱۷۵)

امام شافعی نے فرمایا کہ سعید بن زید اور  
ابو ہریرہ شجرہ میں رہتے تھے جو چھ میل سے کم  
تھا۔ تو دونوں کبھی جمعہ کے لئے حاضر  
ہوتے اور کبھی نہیں۔

— ان عبد الله بن عمرو بن عاص كان

اور عبد اللہ بن عمرو بن عاص طائف سے دو



علی میلین من الطائف فی شہد الجمعة  
ویدا عہار بیہقی ج ۳ ص ۱۵۱

دو میل پر تھے تو جمعہ کے لئے حاضر ہونے اور  
کبھی ترک کر دیتے۔

ان احادیث پر غور کیجئے حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ دیہات کے لوگ عہد نبوی میں جمعہ پڑھنے  
کے لئے مدینہ منورہ میں آتے تھے حضرت ابو ہریرہ ذی الحلیفہ (گاؤں) سے مدینہ میں حاضر ہو کر جمعہ  
پڑھتے تھے حضرت انس زاویہ گاؤں سے شہر میں حاضر ہو کر جمعہ پڑھتے تھے جس سے واضح ہوا کہ  
گاؤں میں جمعہ پڑھا ہی نہیں جاتا تھا جس کو جمعہ پڑھنا ہوتا وہ شہر کی جامع مسجد میں آکر پڑھتا  
تھا۔ پھر ان احادیث میں یہ تصریح بھی ہے کہ کبھی تو یہ صحابہ شہر میں آکر جمعہ پڑھ لیتے اور کبھی جمعہ  
کو ترک کر دیتے تھے۔ یعنی گاؤں میں ہی رہتے۔ اور وہاں ظہر پڑھتے تھے جس سے صاف صریح طور  
پر واضح ہوتا ہے کہ دیہات میں مقیم لوگوں پر نہ جمعہ فرض ہے اور نہ دیہات میں انہیں جمعہ قائم  
کرنا جائز ہے۔

یہ ہی وجہ تھی کہ اگر جمعہ کے دن عید واقع ہو  
جاتی اور گاؤں کے رہنے والے عید پڑھنے کے  
لئے مدینہ منورہ میں آجاتے اور حضور علیہ السلام

حضور علیہ السلام نے دیہاتیوں کو جمعہ  
پڑھنے کی اجازت دی

کی اقتدا میں عید کی نماز ادا کر لیتے تو حضور علیہ السلام ان دیہاتیوں سے فرماتے کہ تم میں سے جو جمعہ  
کی نماز پڑھنا چاہے وہ کٹھہر جائے اور جو جانا چاہتا ہے اس کو اجازت ہے چنانچہ حضرت زید بن  
ارقم فرماتے ہیں کہ عید اور جمعہ ایک دن میں آگئے تو

قال صلی العید ثم خص فی الجمعة قال  
من شاء ان یصلی فلیصل (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۳ ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمنا ہے اس دن میں دو عیدیں  
جمع ہو گئی ہیں (عید اور جمعہ) جو جمعہ چھوڑنا چاہے  
اس کیلئے نماز عید کی کافی ہے اور تم تو جمعہ پڑھیں گے۔

الجمعة وانا لجمعون (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۳ ابن ماجہ)

۱۰ حدیث زید بن ارقم کونانی دھاکم نے بھی روایت کیا اور علی بن المدینی نے اسکی تصحیح کی اور حدیث ابو ہریرہ کو امام  
احمد بن حنبل و دارقطنی نے مرسل صحیح قرار دیا اور بیہقی نے موصول روایت کیا اور اسمیں اہل عمالی کی قید لگائی۔



(۱) ان دونوں حدیثوں سے بھی واضح ہوا کہ نہ تو دیہات میں جمعہ قائم کرنا جائز ہے اور نہ دیہاتوں پر جمعہ پڑھنا فرض ہے کیونکہ اگر فرض ہوتا تو حضور علیہ السلام ان کو جمعہ نہ پڑھنے کی رخصت عطا فرماتے۔  
 (۲) علامہ ابن خطاب نے فرمایا۔ ای عن حضور ہا ولا تستقط عنه الظہر کہ حضور علیہ السلام نے دیہاتیوں کو جمعہ میں حاضر نہ رہنے کی رخصت عطا فرمائی مگر ظہران سے ساقط نہیں ہوئی یعنی ان پر ظہر پڑھنا پھر بھی فرض رہا اور جمعہ چونکہ ان پر فرض تھا ہی نہیں۔ اسلئے اس کی حضور نے رخصت عطا فرمادی۔

هذ الحدیث محمول علی من کان یحضرا  
 من اهل البدن للعید فلیس علیہ واجب  
 ان یتوقف الی ان یحضر الجمعة  
 فیصلی الجمعة ثم یرجع الی منزله  
 دو دنوں حدیثوں کا تعلق ان دیہاتیوں سے  
 سے ہے جو عید پر پڑھنے کے لئے مدینہ میں آگئے  
 تھے۔ ان پر یہ واجب نہیں کہ جمعہ کے انتظار  
 میں شہر میں رہیں اور جمعہ پڑھکر واپس ہوں۔

رحاشیہ ابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۳

چنانچہ عید عثمانی میں جب جمعہ کے دن عید آگئی اور عید پڑھنے کیلئے دیہاتی شہر میں جمع ہوئے تو  
 عید کی نماز کے بعد حضرت عثمان غنی نے دیہاتیوں سے فرمایا۔

من اراد من اهل العوالی ان یصلی  
 معنا الجمعة فلیصل وامن احب  
 ان ینصرف فلیفعل (یعنی المصنوع ج ۳ ص ۴۱)  
 پڑھ لے اور جو واپس ہونا چاہے چلا جائے۔  
 واضح ہوا کہ عید کی نماز ادا کرنے کے بعد جمعہ ادا کئے بغیر واپس چلے جانے کی اجازت دیہات سے  
 آنے والوں کے لئے ہے اور یہ اجازت اسی لئے ہے کہ دیہات والوں پر نہ جمعہ فرض ہے اور نہ  
 انہیں دیہات میں اقامت جمعہ جائز ہے۔ نیز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے  
 فرمایا کان الناس ینتابون الجمعة من  
 منازلہم والعوالی فیاتون فی العبا  
 یریدون العبار والعرق فینخرج  
 منهم العرق فاتی رسول اللہ صلی اللہ  
 کہ لوگ اپنی منزلوں اور گاؤں سے باری باری  
 جمعہ کیلئے مدینہ میں آتے تھے اور وہ گرد و غبار  
 میں آتے اور گردان پر پڑتی اور پسینہ آجاتا  
 اور یہ پسینہ مکتا یعنی اس سے ہوتی ان میں سے



عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا مِنْهُمْ وَهُوَ عِنْدِي فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ أَنْتُمْ قَطَّعْتُمْ لِيَوْمِكُمْ هَذَا (بخاری)

ایک شخص حضور نبوی آیا تو حضور علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ اگر تم اس دن کے لئے غسل کر لیتے تو کیا اچھا ہوتا۔

(۱) ینتالون۔ اقیاب سے ذوبت نبوت آنا۔ اسی طرح بتنالون نوبت سے اس کے معنی بھی باری باری کے ہیں۔ عوالی ان دیہات کا نام ہے جو مدینہ کے منغافات میں واقع تھے علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ نے لکھا کہ یہ دیہات مدینہ سے چار میل یا اس سے زیادہ مختلف فاصلوں پر تھے۔ علامہ قرطبی نے کہا۔

فیه رد الکوفین حیث لم یوجبوا الجمعة علی من کان خارج المصر۔

کہ اس حدیث میں کوفیوں کا رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ شہر سے باہر گاؤں میں رہنے والوں پر جمعہ واجب نہیں ہے۔

لیکن علامہ ابن حجر عسقلانی نے صاف صریح طور پر علامہ قرطبی کا رد کر دیا اور لکھا۔

فیه نظر لانه لو کان واجبا علی اهل القرى ما تناوبوا ولکانوا یحضرون جمیعا (فتح الباری)

کہ اگر دیہات میں رہنے والوں پر جمعہ فرض ہوتا تو پھر باری باری آنے کے بجائے لوگ دیہات کی آبادی مدینہ میں جمعہ پڑھنے کیلئے آتی۔

علامہ ابن حجر کی اس تصریح سے بھی واضح ہوا کہ دیہات میں رہنے والوں پر جمعہ فرض نہیں ہے انہیں ظہر کی نماز پڑھنا فرض ہے۔

وقال عطاء اذ اکتفی فی قریة جماعیة فنودی بالصلاة من یوم الجمعة فحق علیک ان تشهدا سمعت البداء اولم تسمعہ (بخاری)

اور حضرت عطاء نے فرمایا جب تو قریہ جامعہ میں ہو اور وہاں جمعہ کی اذان ہو تو تجھ پر جمعہ میں حاضر ہونا واجب ہے خواہ تو اذان سننے یا نہ سنے۔

عطاء بن ابی رباح تابعی ہیں اور اس اثر کو امام عبدالرزاق نے ابن جریر سے موصول روایت کیا جس میں یہ لفظ بھی ہیں۔

عن ابن جریر قلت لعطاء ما القریة الجماعۃ قال ذات الجماعۃ والامیر

ابن جریر کہتے ہیں میں نے حضرت عطاء سے پوچھا کہ قریہ جامعہ کس کو کہتے ہیں آپ نے فرمایا قریہ



والقاضي والدور والمجتمعة الاخذ  
بعضها ببعض مثل جدّة -  
جامعہ وہ ہے جس میں جماعت بیوتی ہو وہاں  
امیر اور قاضی ہو اور مکانات ہوں آپس میں  
ملے ہوئے جیسے جدہ ہے۔ (فتح الباری وعلینی ج ۲ ص ۲۸۲)

## فقہاء احناف نے مصر کی جو تعریف کی ہے وہ اثر عطا سے ماخوذ ہے

اثر عطا سے دو باتیں واضح ہو گئیں اور یہ کہ جامع کی اصطلاح سلف میں جاری و ساری تھی  
دوم یہ کہ فقہاء احناف نے مصر جامع کی جو حد مقرر کی ہے اس کے متعلق یہ کہنا غلط ہے وہ کسی اثر  
سے بھی ماخوذ (۲) علامہ ابن حجر نے لکھا ہے کہ حضرت عطا نے جو یہ فرمایا کہ آذان کی آواز  
سننے یا نہ سننے "تو یہ حکم اس شخص کے لئے جو داخل البلد ہو یعنی جو شخص شہر میں ہے اور جمعہ اس پر  
واجب ہے تو آذان جمعہ کی آواز سننے یا نہ سننے بہر صورت اس کو مسجد میں حاضر ہو کر جمعہ پڑھنا  
فرض ہے۔ اثر عطا سے یہ بھی ثابت ہوا کہ گاؤں میں جمعہ جائز نہیں۔ اس لئے کہ قریہ  
جامعہ کی جو تعریف حضرت عطا نے فرمائی ہے وہ گاؤں پر صادق نہیں آتی۔

وَكَانَ أَنَسٌ فِي قَصْرِ أَحْيَانًا يُجَمَعُ  
وَاحْيَانًا لَا يُجَمَعُ وَهُوَ بِالزَّوِيَةِ  
عَلَى فَرَسَخَيْنِ -  
اور حضرت انس جو اپنے محل میں مقیم تھے کبھی تو  
بصرہ کی جامع مسجد میں آکر جمعہ داکرتے تھے اور کبھی جمعہ  
نہیں پڑھتے تھے اور انکا محل زاویہ میں تھا۔ جو

بصرہ سے چھ میل کے فاصلے پر ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ نے فتح الباری میں لکھا کہ اثر انس کو ابن ابی شیبہ اور امام عبدالرزاق  
علیہ الرحمۃ نے روایت کیا الفاظ یہ ہیں۔

إِنَّهُ كَانَ يَتَّهَدُ لَجُمُعَةٍ مِنَ الزَّوِيَةِ  
وَهُوَ عَلَى فَرَسَخَيْنِ مِنَ الْبَصْرَةِ (فتح الباری)  
کہ حضرت انس زاویہ سے جمعہ پڑھنے کیلئے بصرہ شہر  
میں آتے تھے جو بصرہ سے چھ میل پر واقع تھا۔

اور بیہقی جلد ۳ صفحہ ۱۴۵ میں یہ لفظ بھی ہے واحيانا لا يشهد یعنی حضرت انس کبھی تو  
زاویہ گاؤں سے جمعہ پڑھنے کیلئے بصرہ میں آجاتے اور کبھی نہیں آتے اور اپنے گاؤں میں ظہر پڑھ لیتے  
معلوم ہوا کہ دیہات میں نہ جمعہ واجب ہے اور نہ اقامت جمعہ جائز۔



## جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کا ہے

(۱) كَانَ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ حِينَ تَمِيلُ الشَّمْسُ  
 (۲) كُنَّا نُبَكِّرُ بِالْجُمُعَةِ وَنُقِيلُ بَعْدَ  
 الْجُمُعَةِ

حضرت انس کہتے ہیں کہ حضور جمعہ کی نماز اس  
 وقت پڑھتے جب دن ڈھلتا (۲) ہم جمعہ جلدی  
 پڑھ لیا کرتے اور جمعہ کے بعد قبیلہ کرتے تھے۔

معلوم ہوا کہ جمعہ کا وقت زوال شمس کے بعد ہے (۲) حدیث دوم سے واضح ہوا کہ جمعہ کا  
 وقت زوال شمس کے بعد ہے یعنی جو وقت ظہر کے ہے۔ وہی جمعہ کے لئے ہے۔ وقت ظہر کے  
 متعلق تمام مباحث فیوض الباری پارہ سوم ص ۲۳ تا ص ۳۳ پر بیان ہو چکے ہیں۔  
 (۳) حدیث دوم میں تبکر کا لفظ ہے۔ تبکیر کے معنی اول وقت کے بھی آتے ہیں اور ایک چیز  
 کو دوسری چیز پر مقدم کرنے کے بھی۔ یہاں دوسرے معنی مراد ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ صبح بکرم کی  
 عمومی عادت یہ ہی تھی کہ وہ گرمیوں میں پہلے قبیلہ کرتے۔ اس کے بعد نماز ظہر ادا کرتے تھے لیکن  
 جمعہ کے دن بعض اوقات پہلے قبیلہ کرتے اس کے بعد جمعہ پڑھ لیتے تھے حضرت انس سے  
 مروی ہے۔ اِذَا اشْتَدَّ الْبَرْدُ بَكَرَ  
 بِالصَّلَاةِ وَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ  
 أَبْرَدَ بِالصَّلَاةِ يَعْنِي الْجُمُعَةَ (بخاری)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سردی زیادہ  
 ہوتی تو اول وقت میں نماز پڑھتے اور جب سخت  
 گرمی ہوتی تو نماز کو ٹھنڈے وقت پڑھتے یعنی جمعہ کی نماز۔

واضح ہوا کہ ظہر کے متعلق تو حضور کا صاف نص صریح ارشاد موجود ہے کہ سردیوں میں اول وقت  
 میں اور گرمیوں میں تاخیر سے پڑھی جائے۔ مگر جمعہ کے لئے گرمیوں میں تاخیر سے پڑھنے کے متعلق کوئی  
 نص صریح نہیں ہے۔ خود زیر بحث حدیث میں جو یعنی الجمعۃ کے الفاظ ہیں تو ان کے متعلق احتمال  
 قوی یہ ہے کہ یہ راوی کے اپنے ہیں۔ چنانچہ بخاری میں ہی ہے۔ وقال یونس بن بکر اخبرنا  
 ابو خالد قال بالصلاة ولم يذكر الجمعة۔

اسی طرح روایت اسماعیلی و بیہقی عن ابی الحسن الخ و عبید بن یعیش الخ میں بھی صریح  
 صلوٰۃ کا لفظ ہی ہے۔ اس بنا پر علامہ عینی علیہ الرحمۃ کا یہ فرمانا بہت قوت رکھتا ہے کہ  
 جمعہ کے متعلق اصل یہی ہے کہ گرمی اور سردی دونوں موسموں میں اول وقت میں پڑھا جائے  
 یہ اس لئے بھی کہ جمعہ میں اجتماع عظیم ہوتا ہے اور لوگ دُور دُور سے آتے ہیں اور تاخیر کرنے میں



ان کو وقت ہوگی خصوصاً گاؤں سے آنے والوں کو۔

فائدہ۔ اس پر تمام علماء کا اجماع ہے کہ جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کے لئے ہے یعنی زوال شمس کے بعد اور جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متواتر عمل سے واضح و ثابت ہے مگر بعض حضار کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ زوال سے قبل بھی جمعہ پڑھے جانے کو جائز قرار دیتے ہیں اور دلیل یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے جمعہ کا دن وہ دن ہے کہ جعلہ اللہ عیداً للمسلمین اللہ تعالیٰ نے اس کو مسلمانوں کے لئے عید قرار دیا ہے۔ تو جب حضور نے جمعہ کو عید قرار دیا تو جمعہ کی نماز عید کے وقت پڑھنا جائز ہونی چاہیے لیکن یہ استدلال بہت ہی عجیب و غریب ہے کیونکہ اس استدلال کے صحیح مان لینے کی صورت میں تو یہ بھی ماننا پڑیگا کہ جمعہ کے دن روزہ حرام ہے اور خطبہ جمعہ جمعہ کی نماز کے بعد دیا جاسکتا ہے حالانکہ ایسا کسی نے نہیں کہا۔

سعی الی الجمعة | (۲) واضح ہو کہ آیت جمعہ میں اس امر کی گنجائش ہے کہ ذکر اللہ سے مراد نماز ہو یا خطبہ مفسرین میں بھی یہ امر مختلف فیہ ہے علامہ ابن الہمام فرماتے ہیں کہ ذکر اللہ سے ظاہر یہ ہے کہ نماز مراد ہو۔ کیونکہ اذان و دی للصلوة کی جزا فاسعوا۔ الی ذکر اللہ ہے معلوم ہوا کہ اصل میں ذکر سے مراد نماز ہے اور خطبہ محض ضمناً ذکر میں شامل ہو جاتا ہے۔ ورنہ اگر ذکر سے مراد صرف خطبہ ہوتا تو الی ذکر اللہ والصلوة فرمایا جاتا، ویجوز کون المرء بالخطبة اور یہ بھی جائز ہے کہ ذکر سے خطبہ مراد ہو (فتح القدير)

علامہ آلوسی نے بھی یہی فرمایا کہ ذکر سے خطبہ بھی مراد ہو سکتا ہے اور نماز بھی۔ علامہ ابو بکر حصاص علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ذکر سے مراد خطبہ ہی ہے کیونکہ اذان کے بعد خطبہ ہوتا ہے اور اس کی طرف سعی کا حکم دیا گیا ہے۔ فدل علی ان المراد الخطبة تو اس پر دال ہے کہ ذکر سے خطبہ مراد ہے۔ سعی کے اصل معنی جلد جلد چلنے کے ہیں اور سعی کے معنی مطلق عمل اور چلنے کے بھی آتے ہیں ابن منیر نے کہا کہ آیت جمعہ میں اللہ تعالیٰ نے سعی کے امر اور بیع کی نہی کو بطور تقابل بیان کیا تو واضح ہوا کہ سعی سے مراد وہ عمل ہے جو عبادت ہو مطلب یہ کہ جب جمعہ کی اذان ہو تو اللہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ اور دنیاوی کاروبار چھوڑ دو۔

(۲) موطا امام مالک میں ہے کہ حضرت ابن عمر نے فرمایا سعی کے معنی یہ ہیں کہ جب کی



آذان ہو جائے تو اللہ کی یا د کی طرف چلو یعنی سعی کے معنی دوڑنے کے نہیں بلکہ مطلق چلنے اور قصد کرنے کے ہیں (۳) حضرت ابن عباس کی تعلیق کو امام ابن حزم نے عکرمہ سے وصل کیا اور عطاء تابعی کی تعلیق کو عبد بن جمید نے اپنی تفسیر میں بایں الفاظ وصل کیا کہ جب خطبہ کی آذان ہو۔ تو خرید و فروخت اور تمام دنیاوی کاروبار حتیٰ کہ سونا اور لکھنا اور مرد کا اپنی بیوی کے قریب ہونا حرام ہے (۴) صاحب مدایہ نے فرمایا۔

المعتبر فی وجوب السعی وحرمة

سعی کا جواب ہونا اور بیع و شرا کا حرام

ابیع ہوا الاذان الاصلی الذی

ہوتا اس آذان کے بعد ہے جو عہد نبوی میں

کان علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ہوتی تھی (یعنی خطبہ کی آذان)

اور اسماعیل بن ابی زیاد شامی کی تفسیر میں حضرت جابر سے مروی ہے حضور علیہ السلام

نے فرمایا۔ تحرم التجارۃ عند الاذان

آذان کے وقت تجارت اور خطبہ کے

و یحرم الکلام عند الخطبۃ (یعنی ج ۲۷)

وقت کلام و سلام حرام ہو جاتا ہے۔

غرضیکہ جب خطبہ جمعہ کی آذان ہو جائے تو پھر سب کاموں کو چھوڑ کر یاد الہی میں مشغول

ہو جانا واجب و لازم ہو جاتا ہے۔

جمہور علماء کا یہی مذہب ہے کہ مسافر پر جمعہ

واجب نہیں۔ ابن منذر نے کہا مسافر پر جمعہ

مسافر پر جمعہ واجب نہیں ہے

واجب نہ ہونے پر اجماع ہے چنانچہ حضرت ابن عمر سے مروی ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

لینس علی المسافر جمعۃ (دارقطنی ص ۱۶۲۔ ابوداؤد ج ۱ ص ۱۶۷ و عینی ج ۳) مسافر پر جمعہ واجب نہیں۔

ابن بطلال نے کہا۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت علی بن ابی طالب و ابن عمر انس بن مالک

عبدالرحمن بن سمرہ و ابن مسعود و مکحول و عروہ بن مغیرہ و ابراہیم نخعی و شعبی و عمر بن عبدالعزیز

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہی نقل ہے خود امام زہری سے بھی یہ منقول ہے کہ مسافر پر جمعہ

واجب نہیں ہے۔

اگر مسافر شہر میں سے گزے اور آذان کی آواز سنے تو اس کو جمعہ میں شامل ہو جانا

مستحب ہے (۲) اسی طرح جمعہ کے دن سفر کرنا بھی جائز ہے۔ زوال سے قبل تو سفر میں کچھ



مضانلقہ نہیں حضرت عمر زبیر بن العوام ابو عبیدہ بن الجراح و عبد اللہ بن عمر حسن بن سیرین امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم جواز کے قائل ہیں لیکن زوال کے بعد کہ جمعہ کا وقت ہو جائے اور بہت ضروری نہ ہو تو امام مالک احمد عدم جواز کے قائل ہیں اور امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ جواز کے یعنی جواز کے بعد گو کہ سفر جائز ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ضرور کیا جائے بلکہ حتی المقدور جمعہ کے دن زوال کے بعد سفر نہ کرنا افضل و اولیٰ ہے تاکہ جمعہ کی نماز کی فضیلت حاصل ہو۔

واضح ہو کہ جب امام خطبہ شروع کرے تو  
خطبہ جمعہ کے وقت نماز اور کلام ممنوع ہے

اب سامعین کو خاموشی کے ساتھ خطبہ سنا دیا جب سے اور دوران خطبہ نماز پڑھنا خواہ وہ جمعہ کی سنتیں ہی ہوں یا بولنا سلام وغیرہ کا جواب دینا حتیٰ کہ امر بالمعروف کرنا بھی منع ہے۔ لیکن امام دوران خطبہ بھی امر بالمعروف کر سکتا ہے جیسا کہ حدیث ابن عمر سے ثابت ہے دیکھئے فیوض پارہ چہارم ص ۲۴۔ اور صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ کا مسلک یہ ہے کہ جب امام خطبہ کے لئے بیٹھ جائے تو لوگ نہ نماز پڑھیں نہ کلام کریں۔ لیکن قبل خطبہ بھی چپ ہو کر بیٹھنا واجب ہے یعنی جب امام خطبہ کی نیرت سے منبر پر بیٹھ گیا اور اس نے خطبہ شروع نہیں کیا اس وقت سے سامعین کے لئے چپ رہنا واجب ہو جاتا ہے۔ تو وجوب کی تصریح صاحب ہدایہ نے بھی نہیں کی ہے۔ اس لئے وجوب کے قول کی بجائے استحباب کا قول کرنا مناسب ہے۔ یعنی جب امام خطبہ کے قصد سے منبر پر بیٹھ گیا۔ ابھی اس نے خطبہ شروع نہیں کیا تو اس وقت خاموش ہو کر بیٹھ جانا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔ ہاں جب خطبہ شروع کرے تو اب خاموش ہو کر بیٹھ جانا واجب ہے۔

مَنْ قَالَ لِمَاجِهٍ انصت والامام جس نے اپنے ساتھی سے یہ کہا کہ چپ رہ

یخطب فقد لغا (بخاری) درانجا لیکر امام خطبہ سے رہا ہو تو اس نے لغو کیا۔

اس حدیث کی صحت پر اجماع ہے بلکہ اسے متواتر قرار دیا جاسکتا ہے۔ امام مالک و لیت امام

ابو حنیفہ و ثوری و جمہور سلف من الصحابہ کا یہ ہی مسلک ہے۔



**جمعہ کی سنتیں** نماز پنجگانہ کے لئے سنت مؤکدہ یہ ہیں۔ دو رکعت فجر سے پہلے چار  
ظہر سے پہلے۔ دو بعد۔ دو مغرب کے بعد۔ دو عشاء کے بعد اور چار جمعہ سے  
پہلے اور چار بعد اور افضل یہ ہے کہ جمعہ کے بعد چار سنت پڑھے پھر دو اور پڑھ لے تاکہ دنوں  
حدیثوں پر عمل ہو جائے۔

(۲) جو سنتیں چار رکعتی ہیں مثلاً جمعہ و ظہر کی تو چاروں ایک سلام سے پڑھی جائیگی چاروں  
مگر چوتھی کے بعد سلام پھیریں۔ یہ نہیں کہ دو دو رکعت پر سلام پھیریں۔ اگر کسی نے ایسا کیا تو  
ان ادا نہ ہوئیں۔ دوبارہ ان چاروں کو ایک سلام سے پڑھا جائے۔

عہ کی سنتوں کے سلسلہ میں امام اعظم علیہ الرحمۃ کی دلیل حدیث ابن مسعود ہے۔

، كَانَ يَصَلِّي قَبْلَ الْجُمُعَةِ اَرْبَعًا

کہ حضور علیہ السلام جمعہ سے قبل بھی چار  
سنت ادا فرماتے تھے اور جمعہ کے بعد بھی

بعد ہا اربعا (ترمذی)

امام ترمذی نے فرمایا۔ ابن مبارک اور ثوری کا بھی یہ ہی مسلک ہے۔  
اور سلم میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا جب تم میں سے کوئی جمعہ پڑھ لے  
فلیصل بعد ہا اربع رکعات۔  
تو چاہئے کہ وہ چار رکعت سنت  
پڑھ لے۔  
رسم تفسیر مظہری ج ۹ ص ۲۹۴

اور حدیث زیر بحث میں دو رکعت سنت کا ذکر ہے۔ اس لئے فضل یہ کہ جمعہ کے بعد چھ  
رکعت سنت پڑھ لی جائیں۔ تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے۔ ویسے صرف دو پر اکتفا  
کر لے۔ تو بھی حرج نہیں

**صلوٰۃ حاجت** اگر کوئی مشکل پیش آجائے تو نماز حاجت پڑھیے۔ یہ نماز حضور علیہ السلام  
نے ایک نابینا کو تعلیم فرمائی۔ جب انہوں نے یہ نماز پڑھی تو پڑھتے ہی  
بینا ہو گئے (ترمذی طبرانی۔ ابن ماجہ) دو رکعت نفل جیسے عام طور پر پڑھتے ہیں۔ پڑھو۔ سلام پھیرنے  
کے بعد یہ دعا پڑھو اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَ اَتُوَسَّلُ اَتُوَجَّہُ اِلَیْکَ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ  
نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ تَوَجَّهْتُ بِکَ اِلَی رَبِّیْ فِی حَاجَتِیْ هٰذِہٖ بِیْنَ اَبْنِی  
حاجت کا نام لے کر تقاضی لی اللہ فشفعه فی



## صلوٰۃ التسبیح

یہ نفل نماز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عم مکرم حضرت عباس رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کو تعلیم فرمائی اور فرمایا کہ اس نماز کے پڑھنے والے کے اگلے پچھلے گناہ

معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ حضور نے فرمایا اس نماز کو روزانہ پڑھو۔ ورنہ ہر جمعہ کے دن ایک بار پڑھو۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر ہفتہ میں ایک بار پڑھو۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر سال میں ایک بار پڑھو۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر میں ایک بار پڑھ لو۔ اس نفل نماز کا بے انتہا ثواب ہے اور بے شمار دینی و دنیوی برکات کے حصول کا سبب ہے۔ ترکیب یہ ہے۔

اللَّهُ أَكْبَرُ کہہ کر نیت کر کے سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ سے لَدَالَةِ غَيْرِكَ تک پڑھو۔ تو بار سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اس کے بعد اَعُوذُ بِطَبِئَةِ بِسْمِ اللَّهِ الْحَمْدُ اور سورہ پڑھ کر دس بار یہی تسبیح پڑھو۔ پھر رکوع کرو اور رکوع وغیرہ بار یہی تسبیح پڑھو۔ پھر رکوع سے سر اٹھاؤ اور بعد تسمیع و تحمید کے دس بار یہی تسبیح کہہ کر سجدہ میں جاؤ اور اس میں دس بار یہی تسبیح پڑھو۔ پھر سجدہ سے سر اٹھا کر دس بار یہی تسبیح کہو۔ پھر سجدہ کو جاؤ اور اس میں دس مرتبہ یہی تسبیح پڑھو۔ پھر دوسری رکعت میں ۱۵ مرتبہ تسبیح مذکور پڑھ کر اس کے بعد بسم اللہ والحمد للہ و سورہ پڑھ کر دس مرتبہ تسبیح پڑھی جائے اور حسب سابق رکوع و سجود میں تسبیح پڑھ کر بیچ کا قعدہ کیا جائے اور اس میں التحیات درود دعا مکمل پڑھی جائے۔ اسی طرح دو رکعتیں اور پڑھی جائیں ہر رکعت میں ۱۵ بار تسبیح ہوگی۔ پھر بیچ میں تسبیح ہوگی اور رکوع و سجود میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ۔ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ کے بعد تسبیحات پڑھی جائیں گی۔

نوٹ۔ اس نماز کے پڑھنے کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں۔ اوقات مکروہہ و ممنوعہ کے علاوہ جس وقت چاہو پڑھ سکتے ہو۔

پنج گنج صغیر | (۱) بعد از نماز فجر یا عَزِيزُ يَا اللَّهُ ستو مرتبہ (۲) بعد از نماز ظہر یا اَكْبَرُ يَا اللَّهُ ستو مرتبہ (۳) بعد از نماز عصر یا جَبَّارُ يَا اللَّهُ ستو مرتبہ (۴) بعد از

نماز مغرب یا سَتَّارُ يَا اللَّهُ ستو مرتبہ (۵) بعد از نماز عشاء یا غَفَّارُ يَا اللَّهُ ستو بار پڑھیے۔ اول و آخر ۱۱ مرتبہ درود شریف پڑھیے۔ اسکے بعد دعائیں یہ وظائف بشیاری دینی و دنیوی برکات کے حصول کا موجب ہیں۔

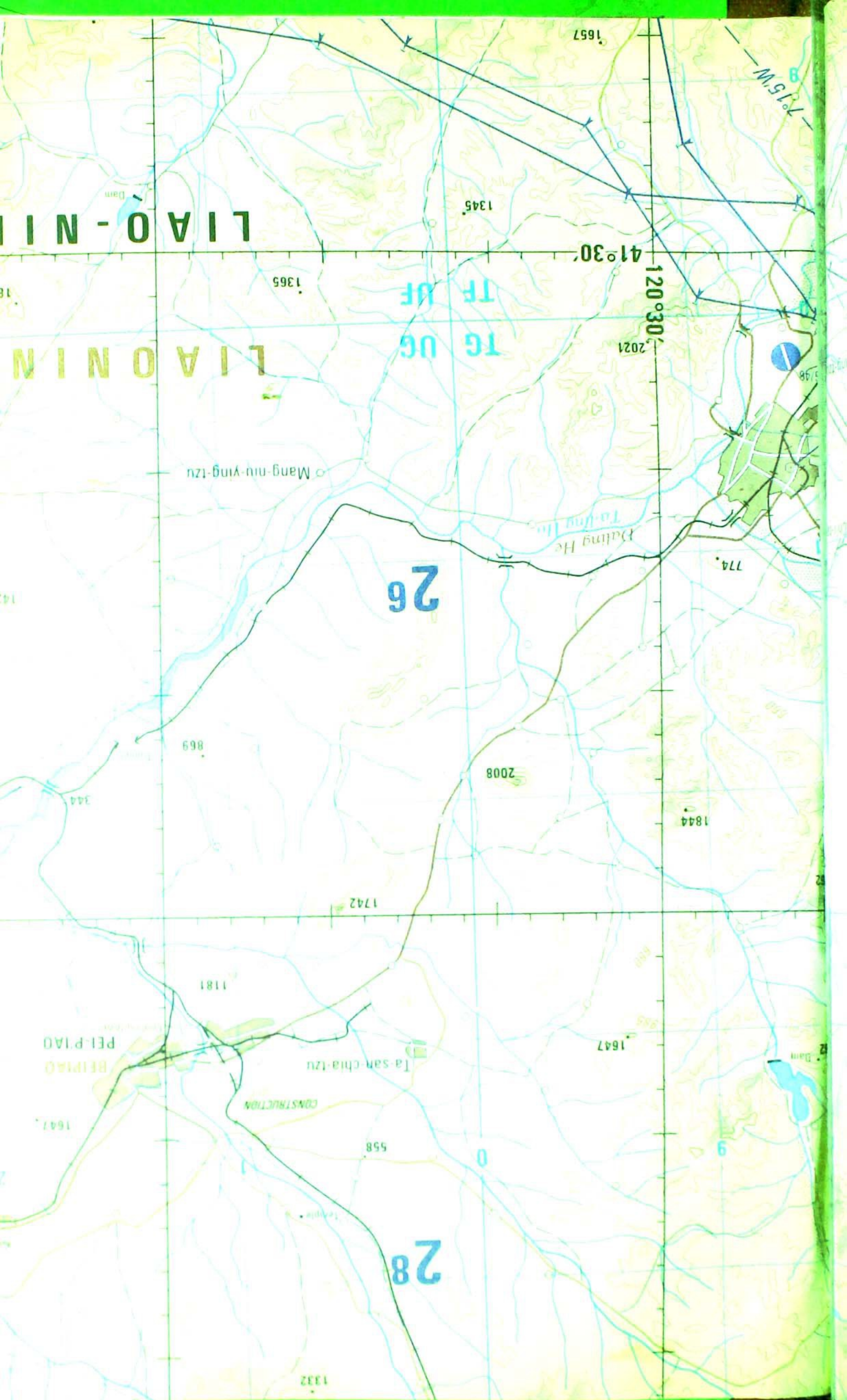




















ATION DIAGRAM

NM 32-3	NM 33-1	NM 33-2
NN 32-12	NN 33-10	NN 33-11
POLAND		

- Berg, Gebirge
- Bach
- Forst
- Graben
- Heide
- Kopf
- Most, Brook, Riv.
- mountain(s)
- brook
- forst
- ditch
- heath
- peak
- mont., montagne
- ruisseau
- forêt
- fosse
- lande
- tête

GLOSSARY

HÖHEN IN FUSS  
ELEVATIONS IN FEET  
ALTITUDES EN PIEDS

JOINT

















